مظہر حجۃ الاسلام کے چند علمی و تحقیقی مضامین و تقاریر کا مختصر مجموعہ

# ترتیبِ لوح و قلم

افادات

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، مظہر حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی

محمد ارسلان رضا خان قادری الازہری حفظہ اللہ تعالیٰ

مرتب

محمد عبد القادر رضوی مصباحی



ناشر

رضوی دار الافتاء

روبروئے مزارِ اعلیٰ حضرت، مرکزِ اہلِ سنت بریلی شریف

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

**نام کتاب:** تربیت لوح وقلم

**افاضات:۔** نبیرہ ریحان ملت حضرت مفتی محمد ارسلان رضا خان قادری حفظہ اللہ تعالی

**مرتب:۔** مولانا محمد عبد القادر رضوی، مصباحی، رضوی دار الِافتاء بریلی شریف

**ناشر:۔** رضوی دار الِافتاء روبروے مزار اعلیٰ حضرت مرکز اہل سنت بریلی شریف

**بار اول:۔** ۱۴۴۴ھ ۲۰۲۲ء

**بموقع:۔** عرس رضوی ۱۴۴۴ھ

**صفحات:۔** ۱۶۸

## ملنے کا پتہ

مکتبہ رحمانیہ رضویہ ــــــــ درگاہ اعلیٰ حضرت، سوداگران، بریلی شریف

رضوی دار الافتاء ــــــــ روبروے مزار اعلیٰ حضرت، بریلی شریف

# انتساب

احقر اپنی اس کاوش کو صاحب مضمون کے اجداد کرام خصوصًا

**نبیرہ سرکار اعلیٰ حضرت، تاج دار مسند رضویت، شہزادہ مفسر اعظم ہند، حضرت علامہ ریحان رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان**

اور

**چشم و چراغ خاندان اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قدس سرہ**

کے نام معنون و منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

یکے از فدایان خاندان اعلیٰ حضرت
عبد القادر رضوی مصباحی

# مندرجات کتاب

# عرض مرتب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اور ان کے خانوادے کا پچھلی دو صدیوں سے جماعت اہل سنت پر احسان رہا ہے۔ عقائد کی حفاظت، صحیح رہنمائی، احقاق حق اور ابطال باطل خانوادہ رضویہ کا طرہ امتیاز ہے بالخصوص عشق رسالت تو اسے وراثت میں ملا ہے، اور اس کے علاوہ فقہ وفتاوی کا جو کام اس خانوادے نے انجام دیا ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں، یہاں منھ دیکھ کر فتوے نہیں لکھے جاتے بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں حکم شرع واضح کیا جاتا ہے۔

ہم جب بھی پچھلی دو صدیوں کے تاریخی اوراق پلٹتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ اللہ رب العزت نے فقہ وفتاوی اور مسلکی واعتقادی رہنمائی کے لیے اس خانوادے کو اعلیٰ درجہ عطا فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ خانوادہ دیگر خانوادوں سے ممتاز نظر آتا ہے۔ خانوادہ رضویہ کی یہ دینی، فقہی خدمات کا ہی تو نتیجہ ہے کہ ہند وپاک بلکہ پورے برصغیر کے جملہ علما وصلحا اس خانوادے کو مرکز ومرجع تسلیم کرتے ہیں کہ یہاں کا فیصلہ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ فقہ وفتاوی کا امتیاز اللہ تعالی نے اس خانوادے کی علامت بنا دیا۔ جس کی شروعات آج سے دو سو سال قبل علامہ رضا علی خان نے (۱۲۴۲ھ/۱۸۳۰ء) میں رکھی تھی اس کے بعد اس مسند پر آپ کے شہزادے علامہ نقی علی خاں جلوہ افراز ہوئے۔ پھر آپ کے شہزادے امام عشق ومحبت امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے اس عظیم مسند کی ذمہ داری سنبھالی اور آپ کے نوک قلم سے وہ محققانہ اور مایہ ناز فتوے صادر ہوئے جس کی مثال بعد تو بعد بسا اوقات آپ کے پچھلوں میں بھی نظر نہیں آتی۔ اور یہاں سے وہ دور شروع ہوا کہ امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کو برصغیر کے جملہ علما کی مرجعیت اور شہر بریلی کو آپ کی نسبت سے مرکزیت حاصل ہوئی جو آج تک برقرار ہے۔ بحمد اللہ تعالی۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے اس قلمی کاموں کے تسلسل کو آپ کے بعد آپ کے شہزادگان حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالی عنہما نے اسی آن بان شان کے ساتھ برقرار رکھا۔ پھر آپ کے نبیرگان حضور مفسر اعظم ہند علامہ شاہ جیلانی میاں اور آپ کے شہزادگان حضور ریحان ملت علامہ ریحان رضا خان رحمانی میاں بالخصوص مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ

مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہم الرحمہ نے اس عظیم تسلسل کو قائم رکھا اور آج تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے اور خانوادے کے اکثر حضرات اس مشن میں کوشاں ہیں بالخصوص فقہ وافتا کی اس عظیم خدمت کو مظہر حجۃ الاسلام، جگر گوشہ ریحان ملت، خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد ارسلان رضا خاں قادری مد ظلہ العالی اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔

۲۰۲۰ء میں جب راقم الحروف رضوی دارالافتاء میں مشق کی غرض سے حاضر ہوا تو یہ راقم کی حضرت موصوف سے پہلی ملاقات تھی۔ حضرت کی خدمت میں رہ کر میں نے بہت کچھ سیکھا۔ اور افتا کی مشق بھی کی۔ اور اس چیز کو محسوس کیا کہ آپ واقعی نمونہ اسلاف ہیں اور فقہ وفتاوی میں اسی روش پر قائم ہیں جو امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے شہزادوں اور ان کے واسطے سے اپنے نبیروں کو عطا کی۔

گذشتہ سال حضور ارسلان میاں صاحب قبلہ مد ظلہ کے چند تحقیقی مضامین نظر سے گزرے۔ میں نے مفتی محمد صدام حسین قادری اڈیشوی صاحب اور مفتی شاہد صاحب قبلہ کے مشورے اور حضرت ارسلان میاں صاحب قبلہ کی اجازت سے ان مضامین کو ترتیب دینا اور کمپوز کرنا شروع کیا۔ حالاں کہ پہلے حضرت نے انکار کر دیا تھا، مگر میں نے ان مضامین میں فنی اور ادبی شہ پارے اور مفید وکارآمد مواد پائے تو ان کی ترتیب پھر اشاعت کے لیے حضرت کو بھی راضی کر لیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ تصحیح وتنقیح کے بعد طباعت کے لیے تیار ہے جو ان شاء اللہ عزوجل ۱۰۴ ویں عرس اعلیٰ حضرت کے حسین موقع پر چھپ کر قارئین کے ہاتھوں میں ہوں گے۔

اور آخر میں حضرت مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی صاحب قبلہ کا دل سے ممنون و شکر گزار ہوں کہ انہوں نے تمام تر مصروفیات کے باوجود اس کتاب کو از اول تا آخر دیکھا، سیٹنگ اور پروف ریڈنگ بھی فرمادی، ساتھ ہی گراں قدر مقدمہ تحریر فرما کر تمام مضامین و مقالات کا خلاصہ پیش فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب قبلہ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول عام فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

**عبدالقادر رضوی مصباحی**

# گر قبول افتد زہے عز و شرف (تقریظ جلیل)

## نبیرہ مفسر اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد ارسلان رضا قادری، مدظلہ العالی
## سرپرست وصدر، رضوی دار الافتاء بریلی شریف

مولانا عبد القادر رضوی مصباحی صاحب (جو ہمارے یہاں رضوی دار الافتاء میں انتہائی محنت ولگن کے ساتھ اپنی خدمات پیش کرتے ہیں) نے فقیر قادری کے زمانہ طالب علمی میں لکھے گئے بعض مقالات ادھر ادھر اور مختلف رسائل و جرائد سے جمع کیے اور اسے یک جا کر کے امسال عرس رضوی کے موقع سے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، موصوف نے جب راقم الحروف سے اپنی اس تجویز کا اظہار کیا اور بعد میں جب خود ہی کتابت و تصحیح کے مرحلہ سے گزار کر زیر نظر مجموعہ مجھے پیش کیا تو فقیر کو بھی یہ کام مستحسن معلوم دیا اور اس کو شائع کرنے کا ارادہ کر لیا، حالاں کہ فقیر راقم الحروف تو ابھی بھی ایک ادنی طالب علم ہی ہے، لیکن یہ سوچ کر اس مجموعے کو شائع کرنے کا عزم کر لیا کہ شاید اسی بہانے وہ مضامین و مقالات جو زمانہ طالب علمی کی یادگار ہیں، محفوظ ہو جائیں نیز طلب علم میں مصروف طلبہ و متعلمین کو زمانہ طالب علمی ہی میں مختلف و متنوع موضوعات پر لکھنے پڑھنے کے لیے رغبت دلائیں۔

اس مجموعے میں مندرج مقالات ایک نوخیز طالب علم کی اپنی حیثیت بھر سعی و کوشش ہے جسے جہد مقل سے تعبیر کر سکتے ہیں، ان حروف کو رقم کرنے والا کوئی مشاق و تجربے کار قلم کار نہیں بلکہ ایک ایسا طالب علم ہے جو ابھی لوح و قلم کی تربیت اور مشق کے مراحل طے کر رہا ہے، اور ان مضامین کو محض بحکم حدیث پاک "قیدوا العلم بالکتابة" حیطہ تحریر میں یک جا جمع کیا جا رہا ہے۔ لہذا نوخیز و کم عمر قلیل المطالعہ قلم کار کا علمی مستوی اور فکری سطح و معیار کو ذہن نشین رکھ کر اگر کتاب کا مطالعہ کیا جائے گا تو مجھے امید قوی ہے کہ اس نوخیز طالب علم کے لیے قارئین کرام کے قلوب سے دعائیں ضرور نکلیں گی۔ اور اگر ان کو پھر بھی یہ کسی طالب علم کی تحریر محسوس نہ ہو تو اسے فیضان اعلیٰ حضرت سے تعبیر فرمالیں۔ فالحمد للہ علی ذلك۔

اللہ تعالی اس مختصر مجموعے کو علما و طلبہ کے مابین مقبول فرمائے اور مولانا عبد القادر صاحب بالخصوص حضرت مولانا مفتی ذو الفقار صاحب نعیمی کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں اس کتاب پر گراں قدر مقدمہ تحریر فرما کر اس کی افادیت میں اضافہ فرمادیا۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلوۃ و التسلیم

**فقیر محمد ارسلان رضا قادری**

خادم آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ

ورضوی دار الافتاء مرکز اہل سنت بریلی شریف

یکم صفر المظفر ۱۴۴۴ھ ۔۲۹ ۔اگست ۲۰۲۲ء

# خانقاہ رضویہ اور تربیت لوح وقلم (مقدمہ)

مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی حفظہ اللہ تعالیٰ

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

دور حاضر میں اگر ملکی سطح پر بات کی جائے تو ہمارے ملک بھارت میں بے شمار خانقاہیں اور ان گنت پیر حضرات موجود ہیں۔ لیکن افسوس کہ اکثر خانقاہوں میں نظام محمدی شامل نہیں ہے۔ اور اکثر پیر حضرات غیر شرعی امور کے مرتکب، علوم شرعیہ سے ناواقف اور بے راہ روی کا شکار ہیں۔ مزارات تجارت کے اڈے بنا دیے گئے ہیں۔ غیر شرعی اعمال وحرکات کی بھرمار ہے۔ عرس کے نام پر میلے لگائے جاتے ہیں جہاں فلمیں، ڈانس پارٹیاں، موت کے کنوئیں، کھلونوں کی دکانیں سجائی جاتی ہیں۔ بیرون واندرون خانقاہ مرد وزن کا غیر شرعی اختلاط، پیر صاحب کے پاس عورتوں کی بھیڑ، عورتیں پیر صاحب کے ہاتھ پیر چوم رہی ہیں اور پیر صاحب غیر محرم عورتوں کے جسم پر دعا کے نام پر ہاتھ پھیرتے نظر آتے ہیں۔ اور مردوں کے درمیان، بے ریش وفساق قوالوں کی ساز پر تھرکتے اور ناچتے دکھائی دیتے ہیں۔ صاحب مزار سے منسوب فرضی تبرکات اور جھوٹی کرامات دکھا، سنا کر قوم کی جیبیں صاف کی جاتی ہیں۔ ملاؤں اور فقیروں میں کبھی نہیں بنتی کہ کر غیر شرعی حرکتوں پر پرداڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ علم تو شیطان کے پاس بھی تھا علم سے کیا ہوتا ہے کہ کر اپنی بے علمی وجہالت چھپائی جاتی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ مریدوں کو اسلام کی سرحد سے الگ دور محبت کی دنیا بسانے کی ترغیب وتعلیم دی جاتی ہے۔ تعلیمات قرآنی کے خلاف کفار ومرتدین سے اتحاد کے نعرے بلند کیے جاتے ہیں اور اہل سنت پر متشدد دین کا الزام لگا کر انہیں سب وشتم سے یاد کیا جاتا ہے۔ صوفیت کا لبادہ اوڑھ کر سب سے محبت، نفرت کسی سے نہیں کا نعرہ لگایا جاتا ہے مگر اس کے برخلاف اپنے ہم مزاجوں وہم نواؤں کے سوا کسی سے بھی اتحاد واتفاق نہیں کیا جاتا ہے۔

الغرض بھارت کی اکثر خانقاہوں میں غیر شرعی نظام پایا جاتا ہے۔ بس چند خانقاہیں پورے بھارت میں دیکھنے کو ملتی ہیں جہاں شریعت کی پاسداری، دین داری، پرہیزگاری کے جلوے نظر

آتے ہیں۔ جہاں عشق وتصلب اور علم وعمل آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے۔ جہاں لمبی چوٹی والے، ہاتھ بھر کر انگھوٹی پہننے والے، غیر شرعی لباس والے، چمٹے والے، نشہ خور، بے نمازی، جاہل وبے عمل پیر وفقیر نہیں بلکہ قرآن پڑھنے والے حافظ وقاری، حدیث پڑھنے والے عالم وفاضل، شرعی احکام بیان کرنے والے فقیہ ومفتی، مخلوق کی شرعی تربیت کرنے والے مبلغ وداعی اسلام اور شرعی دائرے میں رہتے ہوئے، قوانین شرعیہ کا پاس ولحاظ رکھنے والے، پابند شرع پیر وفقیر نظر آتے ہیں۔

بھارت کی انہیں مبارک چنندہ خانقاہوں میں ایک نمایاں نام مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ بریلی شریف کا بھی ہے۔ خانقاہ رضویہ کو دنیاے سنیت میں عشق وتصلب اور علم وعمل کے حوالے سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اپنے ہوں یا بیگانے ہر کسی کو اعتراف ہے کہ خانقاہ رضویہ میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسا جام پلایا جاتا ہے جس کا نشہ تاحیات باقی رہتا ہے۔ ع

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

اب سے ایک صدی پہلے اس خانقاہ کو اللہ پاک نے ایسی جلیل القدر، رفیع المرتبت، شخصیت عطا کی جسے آج دنیاے سنیت، امام اہل سنت، امام عشق ومحبت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی اسم گرامی سے جانتی ہے۔

آپ سے قبل بھی آپ کے آبا واجداد نے علمی کارناموں کے ذریعے دین ومذہب کی خدمات انجام دیں مگر آپ کے حصے میں جو آیا وہ ان سب سے سوا تھا۔

آپ نے اپنی پشتینی شہرت کو غنیمت جان کر پدرم سلطان بود، کے سہارے گدی نشینی وپیری مریدی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے اجداد کرام کی پیروی میں دینی علوم حاصل کر کے زمانے کو اپنے علمی فیضان سے مستفیض ومستنیر فرمایا۔

یوں ہی آپ نے مخلوق کو اپنے آبا واجداد کی فرضی کرامات سنا کر یا ان کے تبرکات دکھا کر دولت اکھٹا نہیں کی بلکہ مخلوق کو ؎

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے

اور

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

نیز

جان ہے عشقِ مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

مزید

کروں ترے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروروں جہاں نہیں

کے ذریعے عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دولت تقسیم فرمائی۔

المختصر آپ پوری زندگی شریعت مصطفیٰ کی پاسداری اور خدمت دین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے رہے اور چادر، گھاگھر، اگربتی، لوبان، جھاڑو، چمٹے، پھول، مالاؤں، اور حسیناؤں سے الگ دینی وعلمی ماحول میں زندگی بسر فرماکر دنیاے فانی سے رخصت ہوئے۔ خود آپ کے لکھے ہوئے یہ آٹھ مصرعے اس پر شاہد ہیں ملاحظہ کریں ؎

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ
نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدے نہ مرا ہوش ذمے
منم وکنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات قلمے

آپ کے اسی جذبہ دینی وحمیت مذہبی اور عشق رسول کا اثر تھا کہ آپ کے پردا فرمانے کے بعد بھی آپ کی خانقاہ سے برابر اور مسلسل عشق مصطفیٰ کی شیرینی تقسیم ہوتی رہی اور علوم دینیہ کی خیرات بٹتی رہی۔ اور الحمدللہ یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔

خانقاہ رضویہ میں اس وقت امام اہل سنت کے علوم کے وارثین کم نہیں ہیں۔ ہم یہاں سب کے نام نہیں گنا سکتے اس لیے بس دو نام ذکر کرتے ہیں جو اس وقت علمی دنیا میں ممتاز مقام کے حامل ہیں۔

ایک حضور قائد ملت، شہزادہ تاج شریعت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان دامت معالیہم کی ذات گرامی ہے۔

اور دوسری وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرہ ریحان ملت، خلیفہ تاج شریعت، حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خان حفظہ اللہ الرحمٰن، کی ذات ہے۔

ہم یہاں اپنے موضوع کی مناسبت سے آخر الذکر شخصیت کے حوالے سے بات کریں گے۔

حضور علامہ ارسلان رضا خان صاحب قبلہ کی ذات گرامی علمی حلقے میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اپنی عمر کی تیسری دہائی طے کر رہے ہیں لیکن علمی مجال دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ چھ سات دہائیاں پوری کر چکے ہوں گے۔

تعلیم وتعلم آپ کی طبیعت پر غالب ہے۔ اپنے اجداد کرام کی پیروی میں کتاب وقلم سے رشتہ جوڑ رکھا ہے۔ یوں تو آپ کا علمی وقار خوب سے خوب تر ہے لیکن آپ کی سادہ مزاجی، سنجیدہ طبیعت، کم گوئی اور لکھنے پڑھنے کے ذوق وشوق نے آپ کے علمی معیار کو مزید بلند کر دیا ہے۔ دور طالب علمی سے ہی آپ کو لکھنے کا ذوق وشوق رہا ہے۔ زیر نظر کتاب **"تربیت لوح وقلم"** جس پر شاہد ہے۔ یہ کتاب دوران طالب علمی آپ کے لکھے گئے چند علمی وتحقیقی مقالات ومضامین، اور دو اہم تقریروں کا مجموعہ ہے۔ ہمیں حکم ہوا ہے کہ ہم کتاب کے مندرجات کا خلاصہ پیش کر دیں حالاں کہ ہم قطعی اس کے اہل نہیں ہیں مگر حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں اس لیے کتاب میں درج مضامین کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

# اسلام اور سائنس ایک معروضی مطالعہ فوز مبین کے تناظر میں

اسلام اور دنیاوی سائنس کا حقیقتاً کوئی موازنہ نہیں ہے۔اسلام کے اصول مسلمہ اور متفقہ ہیں لیکن سائنسی نظریات غیر مسلمہ اور اختلاف و تنازع کا شکار ہیں۔زمین وآسمان کی گردش کا مسئلہ ہی لے لیں اس میں زمین وآسمان کی گردش و سکون کے بارے میں سائنس داں حضرات کا بالکلیہ اتفاق نہیں ہے۔کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔لیکن اسلام کا نظریہ زمین و آسمان کے ساکن ہونے سے متعلق واضح اور متفقہ ہے۔جس پر بہت سی قرآنی آیات ،احادیث نبویہ،آثار صحابہ،نصوص فقہا اور عبارات علما شاہد ہیں۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد اب تک کسی نے اس قدر تفصیل اور تحقیق سے اس مسئلہ پر نہیں لکھا ہے۔اس حوالے سے آپ کی درج ذیل کتابیں کافی مشہور ہیں۔

فوز مبین در حرکت زمین "۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں تحریر فرمائی۔اس کتاب میں حرکت زمین کے رد میں ۱۰۵۔عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں۔مشہور و نامور سائنس دانوں کی تحقیق بھی خوب تحقیق فرمائی ہے۔

"معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" یہ کتاب بھی ۱۳۳۸ھ میں لکھی گئی ہے۔اور اس میں عقلی و نقلی دلائل کے سہارے گردش زمین وآسمان کا بطلان ثابت کیا گیا ہے۔

"نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان" اس کتاب میں بھی آسمان وزمین کے سکون اور حرکت زمین وآسمان کے باطل ہونے پر قرآنی آیات اور احادیث آثار سے ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

محترم مضمون نگار نے اپنے مضمون میں اسی نظریہ پر کلام کیا ہے۔اور سائنسی نظریات کی تردید میں امام اہل سنت کے رسالہ "فوز مبین در حرکت زمین" کو پیش کر کے اسلامی نظریہ کو واضح کیا ہے۔مضمون پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔

## ظاہر مذہب سے عدول کی بے اعتدالیاں

احناف کے نزدیک گاؤں میں نماز جمعہ کے عدم جواز پر اتفاق ہے۔امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور دیگر علمائے اہل سنت یہی حکم دیتے آئے ہیں کہ گاؤں میں نماز جمعہ نہیں لیکن جہاں پڑھاجاتا ہو وہاں روکا نہ جائے البتہ ظہر بھی باجماعت ادا کی جائے۔جب کہ فتنہ وغیرہ کا ظن غالب نہ ہو۔اگر ایسا ہو تو تنہا تنہا پڑھی جائے۔

ابھی حال ہی میں ایم پی کے ایک گاؤں میں اس مسئلہ کو لے کر اختلاف رونما ہوا۔وہاں برسوں سے حضور تاج الشریعہ اور دیگر علمائے اہل سنت کے حکم سے نماز جمعہ کے بعد باجماعت نماز ظہر ادا کی جارہی تھی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔لیکن ایک عالم صاحب نے حضرت امام ابو یوسف کی روایت نادرہ کو دلیل بنا کر نماز ظہر بند کرنے کا غیر شرعی حکم صادر فرمادیا۔جس سے عوام میں انتشار پیدا ہونے لگا۔

چند احباب اہل سنت نے رضوی دار الافتاء بریلی شریف، کے صدر مفتی حضرت مفتی محمد ارسلان رضاخان دام ظلہ سے رجوع کیا آپ نے نماز ظہر سے متعلق اصل مسئلہ جو ظاہر الروایہ کے مطابق تھا فتوے کی شکل میں لکھ کر دے دیا۔مگر عالم صاحب نے اسے تسلیم نہیں کیا بلکہ جواب میں فتوے پر غیر مہذب انداز میں کچھ معروضات پیش کیے۔جس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب نے ”ظاہر مذہب سے عدول کی بے اعتدالیاں“ کے عنوان سے مدلل و مفصل، علمی و تحقیقی مضمون تحریر فرمایا۔جس میں آپ نے معترض کے جملہ اعتراضات، شکوک و شبہات کا علمی انداز میں دنداں شکن جواب تحریر فرمایا۔قارئین پڑھیں گے تو ضرور محظوظ ہوں گے اور محسوس کریں گے کہ بلاشبہ حضرت مضمون نگار اپنے اجداد کرام کے سچے جانشین اور اچھے وارث ہیں۔یہ مضمون فتوے کے ساتھ نقل کردیا گیا تاکہ قارئین کو مسئلہ سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

## مرتبہ اجتہاد کا تعین اور اس کی مشکلات

فقہا کے درج ذیل سات طبقات مشہور ہیں۔

(۱)مجتہد فی الشرع(۲)مجتہد فی المذہب(۳)مجتہد فی المسائل(۴)اصحاب تخریج (۵)اصحاب ترجیح(۶)اصحاب تمیز(۷) مقلد محض۔

مذکورہ بالا طبقات فقہا میں صرف تین طبقات کا تعلق اجتہاد سے ہے۔وہ یہ ہیں:

(۱)مجتہد فی الشرع(۲)مجتہد فی المذہب(۳)مجتہد فی المسائل۔

غالبًا اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب ’’الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف‘‘ میں مجتہدین کے تین طبقات بیان کیے ہیں۔مجتہد مطلق مستقل۔مجتہد مطلق منتسب۔مجتہد فی المذہب۔

اب ان درج بالا طبقات میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کس درجے میں شامل ہیں یہ ایک تحقیقی موضوع ہے۔اور اس پر مستقل بحث کی ضرورت ہے۔ہر کس وناکس کے بس میں نہیں کہ وہ امام اہل سنت کی شخصیت کو سمجھ سکے اور ان درجات میں سے کوئی ایک درجہ آپ کے لیے متعیّن کرسکے ۔یہ الگ بات کہ چند اکابر علماو مشائخ کے حوالے سے آپ کا مجتہد فی المسائل ہونا مشہور ہے۔لیکن یہ فیصلہ حتمی نہیں ہے۔ذمہ داران اہل سنت کو چاہیے کہ اس پر ایک سیمینار طے کریں جس میں ملک وبیرون ملک کے نامور،مشاہیر جید علماو فقہائے کرام کے قلمی ولسانی تاثرات حاصل کریں اور کوئی مستقل فیصلہ صادر فرمائیں۔

حضرت مضمون نگار نے بھی اپنے مضمون میں اسی طرح کا تاثر پیش کیا ہے۔اور باور کرایا ہے کہ اجتہادی درجات کے تعیین کا مسئلہ بہت نازک وحساس ہے یہ کام ہر کس وناکس کا نہیں ہے بلکہ یہ کام اہل سنت کی قدر آور شخصیات کا ہے جنھوں نے بہت ہی گہرائی وگیرائی سے تصانیف امام کا مطالعہ کیا ہے وہ اگر درجہ بندی کے حوالے سے اپنا نظریہ و تاثر پیش کریں تو وہ ضرور قابل اثر و مقبول ہوگا۔

## اعلیٰ حضرت اور علم جفر

علوم اسرار میں سے ایک علم ’’جفر‘‘بھی ہے۔یہ علم،علم لدنی کے قبیل سے ہے،جو فضل

ورحمت الٰہی سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے پیر خانے کے ایک عظیم بزرگ حضور نوری میاں قدس سرہ نے آپ کو اس علم کا ایک قاعدہ املا کرایا تھا جس کی برکت کا یہ اثر ہوا کہ آپ اس علم میں ایسے ماہر ہوئے کہ آپ کے زمانے سے اب تک کوئی اس علم میں آپ کا مقابل نظر نہیں آتا ہے۔اس علم کے ذریعہ رحمت الٰہی کی جو بارش آپ پر ہوئی تو بے شمار اسرار ورموز آپ پر منکشف ہوتے چلے گئے۔

آپ کو اس فن پر خوب عبور حاصل تھا۔آپ کی ایک کتاب عربی زبان میں ''الوسائل الرضویۃ للمسائل الجفریۃ'' کے نام سے دست یاب ہے۔جو آپ نے ۱۳۲۲ھ میں تحریر فرمائی۔

حضرت مضمون نگار نے اپنی تقریر میں علم جفر میں اعلیٰ حضرت کی کمال مہارت کا ذکر کیا ہے۔نہایت ہی عمدہ پیرائے اور آسان انداز میں آپ نے اس دقیق بحث کو سمجھایا ہے ایک عامی بھی اسے بآسانی سمجھ سکے گا۔

## مغربی تہذیب اور مومن کامل

یہ مضمون دراصل حضرت مفتی محمد ارسلان رضا خان دام ظلہ کی ایک تقریر کا خلاصہ ہے جو آپ نے عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر بریلی شریف کے اسٹیج سے فرمائی تھی۔

مضون کا خلاصہ یہ ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے قلبی وابستگی اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا دور حاضر میں مغربی تہذیب سے بچنے کا مجرب نسخہ ہے۔

الحاصل یہ تمام مضامین علمی، تحقیقی اور معلوماتی ہیں اور پڑھے جانے سے تعلق رکھتے ہیں۔

امید ہے کہ قارئین ان مضامین کے مطالعے کے دوران اکتاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔

## تذکرہ تاج الشریعہ

اسلام کی مشہور وعبقری شخصیات میں ایک نمایاں نام حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کا بھی شامل ہے۔آپ کی ذات گرامی وقار اہل سنت میں پیشوا کی حیثیت سے جانی جاتی ہے۔آپ کی شہرت میں خاص کر یہ امور کارفرما رہے۔

عشق رسول، تصلب فی الدین ،تفقہ فی الدین، تقوی وطہارت، علمی قابلیت ،خداد داد شوکت ووجاہت، خطابت، خودداری، توکل علی اللہ، اور نسبت اعلیٰ حضرت۔ وغیرہا۔

آپ کی مذہبی، علمی وملی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اللہ پاک نے آپ کو بہت سے اوصاف حمیدہ جلیلہ عطافرمائے تھے۔

حضرت مفتی ارسلان رضاخان دام ظلہ نے اپنی ایک تقریر میں آپ کی ہمہ جہت شخصیت کو موضوع سخن بناکر بہت ہی عمدہ انداز میں آپ کے حالات وخدمات کا ذکر جمیل فرمایا ہے۔ مرتب نے تقریر کو تحریر کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ تحریر عمدہ اور پڑھے جانے کے لائق ہے۔

یہاں یہ بات بھی جان لینا چاہیے کہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ ،سے حضرت مفتی ارسلان رضاخان دام ظلہ کو نسبی نسبت بھی حاصل ہے اور روحانی بھی۔

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہ آپ کے دادا، شہزادہ مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ریحان رضاخاں کے چھوٹے بھائی تھے۔ تو اس طرح آپ مفتی صاحب موصوف کے دادا ہوئے۔ اور روحانی نسبت یوں ہے کہ آپ قدس سرہ مضمون نگار کے مرشد بیعت بھی ہیں اور مرشد مجازی بھی۔

## حضور تاج الشریعہ اور شرح قصیدہ بردہ

ساتویں صدی ہجری کے ایک عظیم بزرگ حضرت امام شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا عربی قصیدہ "البردہ" بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مقبول اور دنیائے اسلام میں خوب مشہور ہے۔ عرب وعجم میں خوب پڑھا جاتا ہے۔

مرشد برحق، مرشد مجازی، حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضاخان قدس سرہ نے عربی زبان ہی میں اس کی بہترین شرح تحریر فرمائی جو "فردہ" کے نام سے دستیاب ہے۔

حضرت مضمون نگار نے اس قصیدہ بردہ اور حضور تاج الشریعہ کی شرح کے حوالے سے معلوماتی مضمون قلم بند فرمایا ہے جو باذوق قارئین کو مطالعہ کی دعوت دیتا ہے۔

ہم یہاں یہ بھی بتادیں کہ حضور تاج الشریعہ کی شرح "فردہ" چوں کہ عربی میں تھی کم پڑھا لکھا طبقہ اس سے فیض یاب نہیں ہو پا رہا ہے ضرورت تھی کہ اس عربی شرح کو کوئی بندہ اردو قالب

میں ڈھال دے تاکہ ہر عام وخاص مستفیض ہوسکے۔ حضرت مضمون نگار نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور کتابی شکل میں ۶۰۰ ۔صفحات پر مشتمل بڑے سائز میں "الوردہ" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ مع تشریح لکھ کر شائع فرمایا۔ جو ایک اہم کارنامہ ہے جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ فقیر کی خوش نصیبی کہ "الوردہ شرح فردہ" میں فقیر نے چند صفحات بطور مقدمہ لکھ کر انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوالیا ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔

## بشر اختر ہو جائے تو ہر گز مرتا نہیں

تاج الشریعہ کا وصال عالم سنیت کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ لاکھ کوششوں کے باوجود آپ کے شیدائی آپ کو بھلا نہیں پارہے ہیں۔ اہل سنت میں شدت سے آپ کی کمی محسوس کی جارہی ہے۔ آپ کے عرس پاک کے موقع پر حضرت مفتی محمد ارسلان رضا خان دام ظلہ نے وفات حسرت آیات کے حوالے سے پر مغز تقریر فرمائی یہ تحریر اسی تقریر کا خلاصہ ہے۔

## میرا تعلیمی سفر بریلی سے براؤں تک

آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے

"اطلبوا العلم والصین" یعنی علم دین حاصل کرو اگرچہ تمہیں چین جانا پڑے۔

حضرت مضمون نگار نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے تعلیمی سفر طے فرمایا۔ بریلی شریف میں تعلیم حاصل کی اور پھر مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف تشریف لے گئے۔ فضیلت کی تعلیم یہیں سے مکمل فرمائی۔

اس مضمون میں صاحب مضمون نے بریلی شریف سے براؤں شریف تک اپنے تعلیمی سفر کی تفصیلی روداد بیان فرمائی ہے۔ نیز بریلی وبراؤں کے روحانی تعلقات اور نورانی روابط کا تذکرہ بھی کیا ہے جو خاصا دلچسپ ہے۔ امید ہے قارئین پڑھ کر محظوظ ہوں گے۔

## استخدام مصطلح مسلك الامام احمد رضا للدعوة في شبه القارة الهندية

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ میری امت تہتر فرقے ہوں

گے بہتر جہنمی اور ایک جنتی ہوگا۔

دور حاضر میں بہتر جہنمی فرقوں اور ایک جنتی فرقے کے مابین خط امتیاز اگر کوئی مسلک ہے تو وہ مذہب اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ برصغیر میں باطل فرقوں اور اہل سنت کے درمیان امام اہل سنت کی ذات گرامی خط فارق کی حیثیت رکھتی ہے۔اسی لیے برصغیر خاص کر ہندوپاک میں مذہب اہل سنت کے مترادف مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح رائج ہے۔

مضمون میں اسی حوالے سے بحث کی گئی ہے۔مضمون چوں کہ عربی میں ہے اس لیے صرف ارباب علم ہی اس سے استفادہ کرسکیں گے۔

## التحذیر من اتباع عادات الغرب

مغربی تہذیب دراصل مادیت پرستی ودین بیزاری سے تعبیر ہے۔مغربی تہذیب وتمدن کے حوالے سے ڈاکٹر اقبال کے یہ اشعار پڑھے جانے سے تعلق رکھتے ہیں:۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا
نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب مغرب کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

دور حاضر میں یورپی ومغربی تہذیب کا جواثر مشرق میں پایاجارہاہے وہ یقیناً قابل تشویش ہے۔وہ ممالک جوجمہوری ہیں جہاں اسلامی نظام دخل انداز نہیں وہاں مغربی تہذیب وتمدن کا پایا جاناموجب حیرت نہیں حیرت تواس وقت ہوتی ہے کہ جب اسلامی ممالک میں جہاں اسلامی نظام شامل دستور حیات ہے وہاں کے لوگ بھی مغربیت کے دلدادہ اور اس کی مادہ پرستی تہذیب کی کورانہ تقلید میں گرفتار ہوں۔

مصر جو اہل علم کی عظیم آماجگاہ ہے۔ پوری دنیا سے لوگ وہاں دینی علوم کے حصول کے لیے حاضر ہوتے ہیں لیکن وہاں کی فکری آوارگی، آزاد خیالی، مغربی روش، کے بارے میں سن کر اس کے اسلامی ملک ہونے پر شبہ ہونے لگتا ہے۔

صاحب مضمون نے مصر کے اندر پائے جانے والے مغربی ماحول کی مذمت میں یہ مضمون تحریر فرمایا ہے۔ مضمون سے جہاں مصر کا مذہبی ماحول معلوم ہوتا ہے وہیں مغربی تہذیب کی پائداری اور اثراندازی کا پتہ بھی چلتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اسلامی ماحول میں خود کو ڈھالیں اس دین بیزار مغربی تہذیب سے دور ونفور ہوں۔ مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ کا یہ پیغام عام کریں۔

طوق تہذیب فرنگی توڑ ڈالو مومنو!
تیرگی انجام ہے یہ روشنی اچھی نہیں

اللہ پاک ہمیں مغربی تہذیب سے محفوظ فرمائے۔

آخر میں فقیر مرتب مضامین ،فاضل نوجوان، حضرت مولانا عبد القادر رضوی مصباحی ، رضوی دار لافتاء بریلی شریف، کو مبارک باد پیش کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ موصوف کی یہ کاوش بہت عمدہ اور مبارک ہے۔ اللہ پاک موصوف کا اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے اور مزید خدمات کی توفیق بخشے۔ اور ان کی اس کاوش کو مقبول عام وخاص فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

یکے از خادمان خانوادہ رضویہ

**محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ**

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ: ۷؍صفر المظفر ۱۴۴۴ھ

۵؍ستمبر ۲۰۲۲ء۔ بروز دوشنبہ مبارکہ

# مظہر حجۃ الاسلام علامہ ارسلان رضا خان علما و مشائخ کی نظر میں

## مولانا عبد القادر رضوی مصباحی۔ رضوی دار الافتاء بریلی شریف

مظہر حجۃ الاسلام، حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خان مد ظلہ العالی کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں اور عند العلماء آپ کی مقبولیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ آپ کے حوالے سے ہم چند اکابر علما و مشائخ کرام کے تاثرات نقل کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

## حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری
## جانشین مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ

"ارسلان پڑھ کر آ گیا ہے اور تقریر بھی اچھی کر لیتا ہے، اب اس سے کچھ امید ہے۔ الخ"۔

## رئیس المحققین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مد ظلہ العالی
## جانشین حضور محدث اعظم ہند

"نبیرہ مفسر اعظم ہند، عزیز گرامی مولانا محمد ارسلان رضا خان قادری سلمہ الباری ابھی جوان ہیں، ان سے جماعت اہل سنت کو کافی امیدیں وابستہ ہیں، مجھے قوی امید ہے کہ خانوادہ رضویہ خصوصًا امام احمد رضا محقق بریلوی کے نقوش و خطوط پر قائم رہ کر اکابرین اہل سنت کے افکار و نظریات کے فروغ و استحکام اور تبلیغ و اشاعت میں سرگرم اور کوشاں رہیں گے۔"

## شہزادہ احسن العلماء حضرت ڈاکٹر سید امین ملت مد ظلہ العالی،
## سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ

"میرے لیے یہ بات باعث مسرت بھی ہے اور باعث اطمینان بھی کہ دبستانِ اعلیٰ حضرت سے نوجوان صاحبانِ قلم اپنے جد کریم کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے علم و تحقیق کے میدان میں اپنا اندراج بڑے قابل اعتماد اور علمی انداز میں کرا رہے ہیں۔ عزیزم مولانا ارسلان رضا خاں سلمہٗ نے دو علمی کارنامے انجام دیے، جن کو دیکھ کر دل خوش ہوا۔ اصل میں ہماری نوجوان نسل

کوایسے ہی امتیازی علمی کارنامے انجام دینے چاہئیں جن سے مسلک اعلیٰ حضرت کی تائید صحیح معنی میں ہو۔ مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہے کہ ہماری نئی نسل علمی طور پر بے حد متحرک، ذہین اور سلیقہ مند طریقے سے مثبت انداز میں خود کو فعال اور متحرک بنانے کے لیے کمربستہ ہے۔ میری دعا ہے کہ "چشم وچراغ خاندان برکات" کے دیار سے ایسی ہی پرنور ضیائیں، جہالت اور غفلت کی تاریکیوں کو مٹانے کے لیے منصہ شہود پر آتی رہیں اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علمی وراثت کو شاد وآباد رکھیں۔ نبیرہ مفسر اعظم مولانا ارسلان رضا کو میری دلی دعائیں اور نیک خواہشات"۔

## شہزادہ حضور ریحان ملت، حضرت مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں مد ظلہ

## (متولی خانقاہ رضویہ ومہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف)

"عزیزم مفتی ارسلان رضا خاں سلمہ میرے سگے بھتیجے ہیں، تعلیم وتعلم اور دینی خدمات کی انجام دہی میں شب وروز مصروف رہتے ہیں، کم سنی ہی سے صوم وصلاۃ کے پابند ہیں، بچپن ہی سے علوم دینیہ کی تحصیل کی سچی تڑپ ولگن رکھتے ہیں، دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم سے بھی اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے۔ اہل سنت کی عظیم درس گاہ دار العلوم فیض الرسول براؤں سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد جامعہ ازہر مصر میں زیر تعلیم رہے ہیں۔ تحصیل علم کے ساتھ عملاً دینی خدمت بھی انجام دے رہے ہیں۔ فقہ وفتاوی جو ہمارے خاندان کا طرہ امتیاز ہے اس فن سے بھی خصوصی دل چسپی رکھتے ہیں۔ ان کے ان مشاغل دینیہ اور علوم وفنون سے ان کی اس خصوصی دل چسپی کو دیکھ کر ہمیں امید ہے کہ مستقبل میں یہ ہمارے خانوادہ رضویہ اور مرکز اہل سنت کا خوب نام روشن کریں گے"

## مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ رضوی،

## (جنرل سیکریٹری ورڈ اسلامک مشن انگلینڈ)

"علم کا ہتھیار خانوادہ رضا علیہ الرحمہ کا کم وبیش سات نسلوں سے طرہ امتیاز رہا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ میں نے عرس چہلم آقائے نعمت مرشد گرامی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے موقع پر اپنے خطاب میں کہا تھا کہ بریلی شریف کا امتیاز اور افتخار علم اور تفقہ ہے اور اسے

قیامت تک باقی رہنا چاہیے۔ الحمد للہ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا علیہ الرحمہ کے بعد انہیں کے گلستان علم کے گلِ سرسبد حضرت علامہ ارسلان رضا قبلہ کی دو کتابیں نظر نواز ہوئیں، مطالعے کے بعد بے پناہ مسرت ہوئی۔ مولانا ارسلان رضا سے ملاقات کی خواہش مجھے اس زمانے سے ہے جب وہ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف میں زیر تعلیم تھے۔ اور بعض ذرائع سے یہ معلوم ہوا کہ وہ انتہائی ذہین، محنتی اور باکردار طالب علم ہیں اور ان شاء اللہ وہ بریلی شریف میں اپنے عظیم اجداد کی علمی وراثت کا تاج اپنے سر سجائیں گے اور یہ وراثت اپنی آئندہ نسلوں تک منتقل کریں گے۔ خدائے وحدہٗ قدوس کی بارگاہ میں دعا ہے کہ پروردگار عالم انہیں اسلاف کے جملہ علوم ومعارف کا بہترین وارث بنائے۔ آمین بجاہِ حبیبہ سید المرسلین ﷺ۔

## جانشین شعب الاولیاء، مفکر اسلام، حضرت علامہ غلام عبد القادر علوی صاحب قبلہ مدظلہ

"صاحب زادہ گرامی قدر مولانا ارسلان رضا کی علمی و تصنیفی جد وجہد کو دیکھتے ہوئے یقین کی حد تک امید ہے کہ موصوف اسلاف کی روش پر چلتے ہوئے اپنے علمی گھرانے اور مادر علمی کا خوب خوب نام روشن کریں گے۔۔ الخ"۔

## خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مولانا سید محمد عارف صاحب قبلہ مدظلہ العالی، نان پارہ

"مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ نبیرہ اعلیٰ حضرت قابل صد احترام علامہ الشاہ محمد ارسلان رضا خاں صاحب زید مجدہ وعلمہ وفضلہ وبرکاتہ نے سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت وحضور سیدنا مفتی اعظم وحضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی مسند افتا پر جلوہ افروز ہو کر مسندِ افتا کو رونق عطا فرمائی۔ مجھے بے حد خوشی ہوئی اور اس لیے اور زیادہ خوشی ہوئی کہ اس مبارک خانوادے کی انفرادیت مسند افتا کی زینت ہے اس اعتبار سے حضرت علامہ الشاہ ارسلان میاں صاحب کا یہ اقدام اپنے آباء واجداد کے تفقہ فی الدین کی وراثت کو زندہ وتابندہ کرتا ہے۔ میں حضرت کو آپ کے

اس اقدام پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ۔اور دعا کرتا ہوں کہ حضرت علامہ ارسلان میاں کے ذریعے رضوی فیضان کو عام تام فرمائے۔اورانہیں افتا کی مہارت وبرکت سے مالا مال فرمائے اور مالا مال رکھے۔مجھے صاحبزادہ موصوف سے اس سے بڑھ کر توقعات ہیں"۔

## سابق مفتی فیض الرسول حضرت علامہ مفتی محمد مستقیم مصطفوی علیہ الرحمہ

"کافی غور وفکر کرنے کے بعد میں یہ رائے قائم کرنے میں حق بجانب ہوں کہ صاحب زادہ مولانا ارسلان رضا صاحب کو اپنے آبا و اجداد اور اسلاف کی ذہانت و فطانت اور علمی بصیرت سے وافر حصہ ملا ہے۔۔الخ "

## خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین احمد نوری، علیہ الرحمہ

"نبیرہ اعلیٰ حضرت کا مستقبل ان شاء اللہ نہایت ہی تابناک ہوگا ، ارباب اہل سنت کو موصوف سے مسلک اعلیٰ حضرت کے اشاعت وخدمت کی بہت زیادہ امیدیں وابستہ ہیں۔خانقاہی شہزادوں کی عام روش سے ہٹ کر آبا و اجداد پر اترانے کے بجاے خود نہایت محنت اور لگن سے علم دین مصطفوی کا حصول کیا،دوران تعلیم ان کی تمام تر توجہ تعلیم ہی پر مرکوز رہی۔الغرض شہزادگی کا غرور ان کی تعلیم و تعلم کی راہ میں حارج نہ ہوسکا، چناں چہ اب حضرت مولانا ارسلان رضا خان اضافی اور ذاتی دونوں خوبیوں سے آراستہ ہوکر ایک نہایت کامیاب شخص ہی نہیں بلکہ شخصیت بن کر ابھر رہے ہیں"۔

## شہزادہ وجانشین بدر ملت، خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد رابع نورانی صاحب قبلہ بدری

"خانوادہ اعلیٰ حضرت کے فرد فرید اور رکن رکین حضرت مولانا ارسلان رضا خان صاحب قبلہ کے متعلق دار العلوم فیض الرسول کی در و دیوار گواہ ہیں کہ انہوں نے تعلیم و تعلم کے سوا کوئی مشغلہ نہ رکھا، ایک ایک لمحہ کو آئندہ حیات کے لیے قیمتی سمجھا، ہمیشہ غیر علمی کاموں سے دور رہے، جو کتاب پڑھی بڑی دل جمعی کے ساتھ پڑھی، بلکہ وہ اپنے اندر ایسی قوت محسوس کرتے ہیں کہ کسی فن کی کوئی

کتاب برجستہ پڑھادیں۔علوم متداولہ پر گہری نظر رکھتے ہیں، اپنے آباو اجداد کے سچے وارث وامین ہیں، خیر خلف لخیر سلف پر فخر نہیں، سلف کا کام آگے پڑھانے کا حوصلہ رکھتے ہیں، برسوں کا سفر مہینوں میں طے کیا، دور طالب علمی میں ان کے آباو اجداد امام اہل سنت حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت بریلوی، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند، حضور مفسر اعظم، حضور ریحان ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضور تاج الشریعہ کی عالمانہ وجاہت اور فاضلانہ تمکنت ان کے وجود پر منعکس ہوگئی تھی"

## خلیفہ تاج الشریعہ محقق عصر حضرت علامہ مفتی اختر حسین صاحب قبلہ علیمی

"صاحب زادہ والاتبار علامہ ارسلان رضا خاں کو رب تعالیٰ نے حسن ایمان و عمل اور حسن صورت و کردار کا ایک خوش نما گلدستہ، ذہانت و ذکاوت کا بہترین نمونہ اور خانقاہی شہزادوں میں متعدّد جہتوں سے ممتاز کیا ہے۔ خانوادہ رضویہ میں زیرکی، دانائی اور شعور و آگاہی رب کائنات کا عظیم عطیہ ہے اور عشق رسالت مآب ﷺ ان کی گھٹی میں پلایا گیا ہے مولانا موصوف اپنے آباو اجداد کی خوبیوں کے امین نظر آتے ہیں۔ عنفوان شباب میں ہی علمی شباب مستقبل قریب میں امت مسلمہ کو بہت کچھ دینے کی غمازی کررہا ہے"۔

## شہباز دکن، خلیفہ مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مجیب علی قادری رضوی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

"فی زمانہ حضور تاج الشریعہ کی عربی تصنیف کا بزبان اردو ترجمہ و تشریح حضور ارسلان میاں مدظلہ نے لکھ کر یہ ثابت کردیا کہ حضور اعلیٰ حضرت کے علمی کارخانے کا تسلسل تاقیام قیامت جاری وساری رہے گا۔۔الخ "

## مفتی شفیق احمد شریفی صاحب قبلہ مرکزی قاضی شہر پریاگ راج

"خاندان اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی کرامتوں کا ظہور ان شاءاللہ ہوتا ہی رہے گا اور اس عظیم خاندان میں کسی نہ کسی کو اپنے اجداد کرام کی علمی و دینی امانت کے تحفظ کے لیے مولیٰ تعالیٰ پیدا کرتا رہے گا، اس کی مثال صاحب العلم و الفضیلۃ مخدوم ابن مخدوم علامہ مفتی ارسلان رضا خان

قادری ازہری زید مجدہ ہیں، خدا کرے موصوف کا علم وفضل ہم اہل سنت پر باران رحمت بن کر برستا رہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے محافظین اسی طرح نمودار ہوتے رہیں، اللہ تعالیٰ موصوف کو حضور تاج الشریعہ و حضور تحسین ملت علیہما الرحمہ کے علمی فیضان سے سرشار فرمائے اور مستحکم علمی جواہر پاروں کی تصنیف و تالیف کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم

## حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی صاحب قبلہ، مظفرپوری

"بلاشبہ عزیز گرامی علامہ ارسلان رضا خاں ایک بہترین قلم کار ہونے کے ساتھ میدان خطابت کے کامیاب شہسوار بھی ہیں، صوم وصلاۃ کی پابندی اور مسجد و جماعت کی حاضری میں نمونہ اسلاف بھی، ذوق مطالعہ وسیع، وضع وقطع عالمانہ، گفتگو میں مٹھاس، سنجیدگی و متانت، غیر ضروری باتوں سے اجتناب، نہایت شرمیلے، خاموش مزاج، خدمت افتا اور تخصص فی الحدیث کے لیے مراجعت کتب کا جذبہ صادقہ، یہ ہیں ان کی بارآور مصروفیات"۔

## ڈاکٹر مجید اللہ قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

"حضرت مولانا مفتی محمد ارسلان رضا قادری بریلوی بریلی شریف میں دارالافتاء کی مسند افتا پر جلوہ افروز ہیں، جس کی بنیاد آٹھ پشت پہلے حضرت مولانا مولانا مفتی رضا علی خاں نے (۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء) میں تقریباً دو صدی قبل رکھی تھی۔ اب اس خاندان کی نظریں فاضل نوجوان محمد ارسلان رضا خاں قادری بریلوی پر مرکوز ہیں اور یہ امیدیں کی جارہی ہیں کہ خاندانِ رضا کے یہ نوجوان عالم دین جلد فارغ التحصیل ہو کر مستقبل میں بڑے علمی اور قلمی کارنامے انجام دیں گے جس کی ابتدا انہوں نے کر دی ہے۔ امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کی پانچویں پشت کے فاضل نوجوان علامہ محمد ارسلان رضا جن کے قلم میں اپنے جد امجد امام احمد رضا کی جھلک نمایاں نظر آرہی ہے۔۔ ماشاء اللہ ارسلان میاں بھی اسی خاندان کی ایک عالم فاضل شخصیت ہیں اور ان دنوں جامعۃ الازہر سے اپنی تعلیم مکمل کر رہے ہیں، یقیناً اگلے ۵۰ سال تک اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ارسلان میاں

اس خاندان کے وقار کو بحال رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس فاضل نوجوان کی عمر، صحت، علم وعرفان میں برکتیں عطا فرمائے اور امام احمد رضا کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"۔

## خلیفہ مفتی اعظم حضرت علامہ حسن علی رضوی صاحب قبلہ میلسی پاکستان

"حضرت صاحب زادہ والا جاہ فاضل نوجوان حضرت مولانا محمد ارسلان رضا خان صاحب قادری رضوی اطال اللہ عمرہ کی تالیف "الفردہ" قصیدہ بردہ شریف کے ترجمہ وشرح پر مشتمل کتاب "الفردہ فی شرح الفردۃ" کے چند اوراق دیکھنے کا موقعہ ملا مسرور وشاد کام ہوا، روحانی سرور وکیف حاصل ہوا۔ یہ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زندہ تابندہ درخشندہ کرامت ہے کہ آج پانچ چھ نسلوں کے بعد بھی ماشاء اللہ آپ کی اولاد میں عالم وفاضل ہیں اور اسلام وسنیت وعلم دین کی درخشاں و نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں"۔

## خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مختار احمد قادری صاحب قبلہ

"یہ صرف میرے لیے ہی نہیں بلکہ تمام اہل سنت کے لیے بہت بڑی خوش خبری ہے کہ اس خانوادہ میں کئی صدیوں سے فتویٰ نویسی کا سلسلہ جاری تھا، اسے خانوادہ رضا کے اس عظیم شہزادے (حضرت علامہ ارسلان رضا خان صاحب قبلہ) نے منقطع ہونے نہیں دیا اور اپنے بزرگوں کی روایتوں کے امین بن کر مسند افتا پر رونق افروز ہیں۔"

## شیخ ابوبکر احمد القادری الملباری، رئیس الجامعہ مرکز الثقافۃ السنیۃ کالی کٹ کیرالا

"مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ عزیزم مولانا محمد ارسلان رضا خان قادری الازہری بن مولانا عثمان رضا خان القادری عرف انجم میاں زید مجدہ السامی نے اپنے پر دادا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ المفتی امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات وفتاوی کو مزید وسعت دینے کے لیے "رضوی دار الافتاء" کی تاسیس (نشاۃ جدیدہ) کی ہے۔ اللہ اسے مقبول عام و خاص بنائے، خدمت علم دین بالخصوص خدمت علم الفقہ والحدیث کی خوب توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔
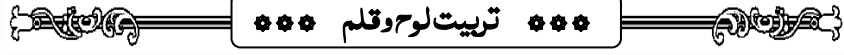
مظہر حجۃ الاِسلام کے دور طالب علمی کے چند علمی و تحقیقی مضامین وتقاریر کا مختصر مجموعہ

# تربیت لوح وقلم

## افاضات:۔

نبیرہ اعلیٰ حضرت، مظہر حجۃ الاِسلام، حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا
قادری الازہری، حفظہ اللہ تعالیٰ

## مرتب:۔

مولانا محمد عبد القادر رضوی مصباحی

## ناشر:۔

رضوی دار الاِفتاء روبروے مزار اعلیٰ حضرت مرکز اہل سنت بریلی شریف

# اسلام اور سائنس ایک معروضی مطالعہ فوز مبین کے تناظر میں

سائنسی علوم کی تاریخ میں یہ جھگڑا قدیم سے مستمر رہا ہے کہ سورج ساکن ہے اور زمین سورج کے گرد گردِش کرتی ہے یا زمین ساکن ہے اور سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری اور بابلی وغیرہ قوم کا نظریہ یہ تھا کہ زمین ساکن ہے اور اجرام سماوی، زمین کے گرد گردش کرتے ہیں، پھر فیثاغورث وہ پہلا شخص تھا جس نے سورج کے سکون اور زمین کی گردش کا نظریہ قائم کیا جو ایک زمانہ تک لوگوں کے دماغوں پر چھایا رہا، اس کے بعد بطلیموس نے دوبارہ سے زمین کے ساکن ہونے اور سورج کا اس کے گرد گردش کرنے کا نظریہ پیش کیا، پھر کوپرنیکس نے سولہویں صدی کے آغاز میں بطلیموس کے نظریہ کو باطل قرار دیا، اس کے بعد پھر گلیلیو نامی شخص پیدا ہوا اس نے اس کے نظریہ کی تردید کردی، کیپلر نے کچھ کہا، نیوٹن نے کچھ کہا، آئنس ٹائن نے کچھ کہا، مائکل سن اور یارلے کے تجربات کچھ کہتے ہیں۔

الغرض نظام شمسی کے سلسلہ میں سائنس دانوں کا ایک دوسرے سے تصادم ہوتا رہا اور یہ سلسلہ ابھی تھمتا محسوس بھی نہیں ہوتا، لیکن بہر حال اور بہر صورت بحیثیت مسلم ہمارا ایمان، قرآن و اسلام پر ہونا چاہیے نہ کہ مغربی نقطہ نظر پر، مگر ہوا اس کا برعکس رہا ہے۔ وقت اور حالات کے رجحان اور مذاق کے ساتھ بہنے والے تجدد پسند علما کی ایک بڑی تعداد مغربی تہذیب کے ساتھ پیدا ہوگئی جو قرآنی بیانات وارشادات کو بھی وقت کے ساتھ موڑتے رہتے ہیں۔

جب دہریت، لادینیت، مادہ پرستی اور الحاد نے مغربی تہذیب کو جنم دیا ہے تو یہ مدعیان اسلام وایمان آخر کیوں اس سے اتنا مرعوب ہو کر اسلامی بیانوں کو اس پر لوٹا کر یہ تاثر دیتے ہیں کہ اسلام بھی یہی کہتا ہے جو سائنس کہتی ہے، معیار تو یہ ہونا چاہیے کہ جو اسلام کہتا تھا آج سائنس اور جدید علوم بھی وہی کچھ کہہ رہے ہیں لیکن ہوا اس کا برعکس رہا ہے کہ جو سائنس کہہ رہی ہے وہ اسلام بھی کہتا ہے، در حقیقت یہ ان کی سائنس سے بے جا مرعوبیت اور اندھی تقلید کی وجہ سے ہے کہ قرآن واسلام کی تائید میں سائنس کو کسوٹی بنانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ایک لحاظ سے دانستہ یا غیر

غیر دانستہ طور پر سائنس کو قرآن پر فوقیت دینا ہے جو ایمان بالغیب کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔

ہمیں اس سے کیا سروکار کہ سائنس کیا کہہ رہی ہے، اگر وہ ہمارے دینی مسلمات اور قرآنی بیانات وارشادات سے موافق ہے فبھا اور اگر متصادم ہے تو ہمارے جوتے کی نوک پر ہونا چاہیے۔ ہم سائنس پر ایمان نہیں لائے ہیں ، دین اسلام پر ایمان لائے ہیں ،ہم مغرب پر یقین نہیں رکھتے، ہم اللہ ور سول پر ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ ہم نے سائنس کو سب کچھ قبول نہیں کیا ہے، ہم نے اسلام قبول کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں " رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد رسولا" مگر آج مغربی ذہن کا کلمہ ہے " رضیت بالغرب قدوۃ و بالفلسفۃ الجدیدۃ علما و وحیا" یہ اذہان، مغربی سائنس دانوں کو (معاذ اللہ) مثل رسل، سائنس کو مانند کتب سماویہ اور ان مغربی افکار و نظریات پر ایسا اعتماد واعتبار کرتے ہیں گویا کہ وحی منزل ہو۔

لاکھ بار کہتے رہیں کہ ان کی آنکھیں جلوہ دانشِ فرنگ سے خیرہ نہیں لیکن ان کی ذہنی و فکری نگاہیں سوائے مغرب کے، کسی طرف نظر کرنے کو راضی نہیں ۔ ہم گواہی دیتے ہیں " لا موجود الا اللہ " مگر تجدد پسندوں اور مغرب زدہ لوگوں کا کلمہ ہے "لا موجود الا العقل "۔ اسلام میں خدائے تعالی انسانی تفکیر کا مرکز ہے، مگر دور جدید کے مغرب میں نیچر نے خدا کی جگہ لے لی ہے، وہ ہر شئی کو مادی اور نیچر کی حیثیت سے دیکھتا ہے۔

سائنسی تاریخ کے ناقص مطالعے سے مجھ پر یہ واضح ہوا کہ باضابطہ طور پر سترا سو عیسوی سے اس کی تحقیقات کا اور بحث وتمحیص کا آغاز ہوا، اس سے پہلے سبھی قومیں خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم سبھی کے درمیان بجز مادی فرق کے کوئی اور ایسا فرق موجود نہ تھا جو بہت زیادہ واضح ہو، سبھی اقوام کی اپنی اپنی علاحدہ تہذیبیں ، ثقافتیں ، علوم و فنون اور نظریات تھے تاہم آپس میں ایک قسم کی مساوات و یکسانیت پائی جاتی تھی، ان میں فرق تھا تو صرف کمیاتی قسم کا نہ کہ کیفیاتی۔ کسی ملک یا قوم کے پاس زیادہ ہتھیار یا زیادہ افراد یا زیادہ مادی اسباب موجود ہیں تو وہ گویا مقدم اور ترقی یافتہ ہے اور اس کے برعکس یعنی ان سے عاری قوم پستی کا شکار ہے، مگر سنہ سترا سو عیسوی سے جب علوم سائنس کی ترقی شروع ہوئی تو یہ فرق اب کمیاتی نہیں رہ گیا بلکہ کیفیاتی ہو گیا ہے، جو کام کل تک افراد انسان

کرتے تھے اب ان کی جگہ مشینوں نے لے لی ہے، جو کام کل تک تلواروں، برچھیوں، نیزوں سے لیا جاتا تھا، وہ کام اب دور مار اسلحے کر رہے ہیں، جس کام کو مہینوں درکار تھے اب وہ چند گھنٹوں منٹوں میں پورے ہو رہے ہیں، حمل ونقل کا کام چوپایوں کے بجاے مشینیں انتہائی سرعت اور تیزی کے ساتھ انجام دے رہی ہیں۔ سائنسی ترقی نے نہ صرف یہ کہ ترقی کا نظریہ بدل کر رکھ دیا بلکہ مذہبی عقائد ونظریات کو بھی بری طرح متزلزل کیا ہے۔

کیا وجہ تھی کہ جس سائنس کی ابتدا مسلم ملکوں میں ہوئی اس کی انتہا یوروپ وامریکا میں ہوئی اور درمیانی مرحلہ میں جب کہ وہ اپنی انتہا کو پہنچنے والی تھی کہ مسلم ملکوں میں گویا اس کی مخالفت شروع ہوگئی، اور نتیجہ یہ ہوا کہ قوم مسلم جو کل تک ترقی کے میدان میں جھنڈے گاڑتی چلی جا رہی تھی، دور جدید میں آکر دنیوی میدان میں گھٹنے ٹیک گئی؟

میری نگاہ میں اس کی شاید ایک ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ سائنس کی جو مخالفت مسلم ملکوں میں شروع ہوئی، وہ اس لیے تھی کہ سائنس اپنی طبع میں کہیں نہ کہیں الحادی نظریہ رکھتی ہے، جس میں مذہبی اور روحانی نقطہ نظر سے اوپر اٹھ کر محض شئ کی حقیقت میں غور وخوض کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں الحاد اور دہریت جنم لیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ عیسائی مغرب و یوروپ میں سائنس ترقی تو کر گئی مگر اپنے لوگوں کا رشتہ مذہب سے بڑا کمزور کر گئی بلکہ اکثر سائنس دانوں کو جدید طرز فکر و استدلال نے منکر خدا و مذہب بنا دیا ہے، تاریخ یوروپ اس بات کی گواہ ہے کہ کیتھولک چرچ کے پاپاؤں نے شروع میں نہ جانے کتنے سائنس دانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور نہ معلوم کتنے مفکرین اور فلاسفروں کو سزاے موت سنائی مگر آخر کار سائنس کے آگے ہتھیار ڈال کر اپنا راستہ الگ کر لیا۔ میرے نزدیک شاید یہی وجہ علماے اسلام کے پیش نظر تھی، جس کی بنا پر سائنس کی مخالفت ہوئی اور آخر کار مسلم ملکوں میں وہ پھول پھل نہ سکی۔

سائنس کے اصل اور حقیقی انکشافات اگرچہ دین اسلام کے مخالف نہیں بلکہ موافق ہیں مگر ابتداءً سائنسی تحقیق انتہا کو نہ پہنچی تھی تو ایسے نظریات بھی سائنس دانوں کو محض اپنے مشاہدات و تجربات کی بنا پر رکھنے پڑتے تھے جو خلاف مذہب اسلام ہیں، مگر جیسے جیسے ترقی ہوتی گئی سابقہ

نظریات باطل و علیل قرار پاتے گئے اور حقائق پر سے پردہ اٹھتا گیا۔ مگر ایک سچے مسلمان کو ان سائنسی انکشافات سے متاثر ومرعوب ہونے کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ موجودہ زمانے کی یہ سائنسی ایجادات دراصل تاریخ انسانی کے صدہا سال کے تجربات کا نچوڑ اور نتیجہ ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ ان سائنسی اختراعات کو آخری دور اور زمانہ کے اس کنارے پہ آکر آخر آشکارا ہونا ہی تھا، یہ الگ بات ہے کہ جن تحقیقات کا آغاز مسلم دنیا (اسپین) میں ہوا، اس کی تکمیل مسلم دنیا میں نہ ہوسکی بلکہ آخری مرحلے میں سائنس کی ترقی کا سہرا یورپ کے سر سجا، مگر علوم جدیدہ یا سائنسی علوم (جنہیں کچھ لوگ علوم فطرت بھی کہتے ہیں) کی تحقیقات کا دروازہ اسلام ہی نے کھولا، اس کا پہلا مرحلہ اور پہلا دور ماہرین و مورخین نے اسپین کے اسلامی دور حکومت کو قرار دیا ہے مگر اس کی تکمیل سقوط اسپین کے بعد مملکت اسلامیہ کے بجائے یورپ و مغرب میں ہوئی جس کا اثر بعد کے لوگوں پر یہ ہوا کہ ان کے اندر پسماندگی اور پچھڑے پن کا احساس واضح طور پر نظر آنے لگا اور اس پسماندگی کو دور کرنے کے لیے انہوں نے مغرب کی اندھی تقلید کا راستہ اپنایا، تمام رطب و یابس جمع کرنا شروع کردیے، اور یہیں سے ملت اسلامیہ میں متجددین کا دور شروع ہوتا ہے، ہندوستان میں تو سید احمد خان اور اس کے رفقا و احباب اور اتباع مثل شبلی معتزلی (نعمانی)، الطاف حسین حالؔی وغیرہ کو اس طائفے اور فرقے کا بانی و سردار تصور کیا جاتا ہے، اور پھر بعض سیاسی علما بھی کسی نہ کسی حد تک اس کے ہم فکر رہے۔ ترکی میں کمال اتاترک، مصر میں جمال الدین افغانی اور ان کے شاگرد محمد عبدہ اور ان کے شاگرد رشید رضا وغیرہ کو تجدد پسند شمار کیا جاتا ہے۔

دور جدید کے متجددین کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اسلامی احکام و مسائل کو کسی نہ کسی طرح توڑ مروڑ کر موجودہ سائنس تک پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دیکھو ہمارا اسلام بھی یہی کہتا ہے جو آج سائنس کہتی ہے، یقینا جو نظریہ، تحقیق و تفتیش، انتہائی غور و خوض اور عمیق تامل و تفکیر کے بعد مسلمہ حقیقت و واقعیت کی حیثیت اختیار کر گیا ہو اور مجمع علیہ ہو گیا ہو یقینا ایسی حقیقت کبھی اسلام کے صراحتاً، اشارتاً اور دلالتاً بیان کردہ اصول و حقائق سے نبرد آزما نہیں ہوسکتی، مگر وہ سائنسی مسائل جو کہ ابھی زیر تحقیقات ہیں، جن میں تفتیش و دریافت کا دروازہ کھلا ہے، سائنس دانوں کے مابین

مختلف فیہ ہیں مگر مغربی سائنس دانوں نے کسی ایک کی رائے کو ترجیح دے دی ہو، مثلا یہی گردش افلاک کا مسئلہ تو صرف ایسے مسائل ہی بظاہر اسلام سے متعارض ہو سکتے ہیں۔ مشہور و معروف فرانسیسی سائنس داں مورس بوکائے (جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا) اپنی مشہور کتاب "بائبل، قرآن اور سائنس" میں لکھتے ہیں:

"جب سائنسی معلومات سے متعلق گفتگو کی جاتی ہے تو اس سے وہ حقائق مراد ہوتے ہیں جو قطعی طور پر تسلیم کر لیے گئے ہیں، اس اصول سے ایسے توضیحی نظریات خارج از بحث ہیں جو کسی ایک وقت میں کسی خاص حادثہ پر روشنی ڈالنے کے لیے مفید معلوم ہوتے ہیں لیکن جن کو کسی ایسی توضیح کے لیے ترک کر دیا جاتا ہے جو سائنسی ترقی کے ساتھ زیادہ ہم آہنگ معلوم ہوتے ہیں، یہاں میرا ارادہ جس چیز پر غور کرنے کا ہے، وہ مسلمہ حقائق ہیں یا پھر وہ مسائل ہیں جن پر اگرچہ سائنس ابھی نامکمل معلومات فراہم کر سکی ہے تاہم آگے چل کر وہ کسی غلطی کے اندیشہ کے بغیر کام میں لانے کے لیے پوری طرح استوار ہو جائے گی" (ص ۲۲)

اسی نومسلم سائنس داں کا کہنا ہے کہ اسلام کو سائنس سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں۔ سائنس میں زمانے کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں چناں چہ ایک واقعہ آج تسلیم کر لیا جاتا ہے اور بعد میں مسترد ہو جاتا ہے۔

اگرچہ موصوف نے نظام شمسی اور گردش افلاک کے متعلق جو نظریہ قائم کیا ہے، وہ غیر اسلامی اور سائنس سے مرعوبیت کی بنا پر ہے، مگر بہر حال ان جیسوں کا قرآنی بیانات کی تشریح میں لغزش کر جانا کوئی حیرت کی بات نہیں، اس لیے کہ انہوں نے قرآنی آیات کی تفسیر اپنے اجتہاد سے بذات خود کی ہے۔ اور ظاہر سی بات ہے یہ تفسیر بالرای کے قبیل سے ہے، جس میں خطا کے قوی امکانات ہیں۔ نظام شمسی کے متعلق وہ لکھتے ہیں:

"ان آیات کے مطالعہ سے ایک منفی حقیقت بھی ابھر کر سامنے آتی ہے، بتایا گیا ہے کہ سورج ایک مدار پر حرکت کر رہا، لیکن اس بات کی نشاندہی نہیں کی گئی ہے کہ زمین کے لحاظ سے یہ مدار کون سا ہو سکتا ہے۔ نزول قرآن کے وقت خیال کیا جاتا تھا کہ سورج متحرک ہے اور زمین ساکن

یہ زمین کی مرکزیت کا نظام تھا جو بطلیموس کے زمانے سے مقبول چلا آرہا تھا جو دوسری صدی قبل مسیح کا سائنس داں ہے۔ اور اس کا سلسلہ کوپر نیکس (نیکولاس کوپر نیکس م ۱۵۴۳ء) تک چلا۔ جس کا دور سولھویں صدی عیسوی ہے۔ اگر چہ حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں لوگ اس نظریہ کے حامی تھے لیکن قرآن کریم میں کہیں بھی اس کا ظہور نہیں ہوا، نہ یہاں نہ کہیں اور"

(ص۲۵۶)

(حالاں کہ یہ مصنف سے صریح زلہ قدم اور لغزش قلم ہے اور قرآن کی تفسیر بالرای بلکہ تفسیر برای النصاری کرنا ہے جو کہ ہرگز جائز نہیں، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ مبارکہ "نزول آیات فرقان بہ سکون زمین و آسمان" از امام احمد رضا علیہ الرحمہ، جس میں وہ تمام آیات مع تفسیر منقول ہیں جو زمین و آسمان کی حرکت کی تردید کرتی ہیں اور جس کے متعلق اس نومسلم سائنس دان نے کہا کہ اس کا ظہور قرآن کریم میں کہیں نہیں ہوا۔)

بہر حال یہ تو ایک فرانسیسی سائنس داں کی بات تھی جس نے اپنی ذاتی جد و جہد سے ان آیات کو سمجھنے کی کوشش کی۔ مگر مغربی فضلا خور متجددین کا عالم یہ ہے کہ وہ محض مغرب کی اندھی تقلید اور ان سے حد درجہ متاثر و مرعوب ہونے کی وجہ سے ان کی قائم کردہ ہر رائے کے سامنے سرافگندی کرتے نظر آتے ہیں اور پھر اسی طرح وہ اسلامی نظریات کو بھی اس طرف موڑنے لگتے ہیں، اس طرح تو ان متجددین نے سائنس کو تو اسلام قبول نہ کروایا بلکہ معاذ اللہ اسلام کو سائنس قبول کروادی، ہونا تو یہ چاہیے کہ مسلمان کا اعتقاد نصوص قرآن و حدیث کی حقّیت و مسلّمیت پر اس درجہ مضبوط ہو کہ ہزار سائنس داں آجائیں مگر اس کے اعتقاد کو متزلزل کر نہ سکیں مگر ہوا اس کا خلاف رہا ہے۔

اس موقعہ پر اسی گروہ اور اسی فکر کے داعی کا ایک اقتباس پیش کرنا چاہوں گا جس سے ثابت ہو گا کہ یہ فکر کوئی ہوائی یا خیالی نہیں بلکہ اس کے مبلغ و داعی موجود ہیں، مشہور شاعر الطاف حسین حالؔی، سید احمد خان کی سوانح میں لکھتا ہے:

"اگر چہ سر سید نے اپنی ریفارمیشن میں ان اصول سے، جن پر قدیم محققین کی اصلاحیں مبنی تھیں، بہت ہی کم تجاوز کیا ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ زمانہ حال کی ضرورتوں کے اقتضا سے

قدیم اصلاحوں میں خود بخود ایک قسم کی وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ مثلاً تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ خبر متواتر اور خبر مشہور کے سوا جن کی تعداد کتب احادیث میں نہایت قلیل ہے۔ جو حدیثیں خبر احاد کہلاتی ہیں اور جن سے صحاح ستہ اور تمام احادیث کی کتابیں بھری ہوئی ہیں مفید یقین نہیں ہیں بلکہ ان میں احتمال صدق اور کذب کا باقی ہے اور اس اصول سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ خبر واحد بشرطیکہ صحت کے درجہ کو پہنچ جائے، اس پر صرف عمل کرنا واجب ہے مگر اس پر اعتقاد رکھنا ضرور نہیں اور بعض کے نزدیک عمل اور اعتقاد دونوں ضرور نہیں، سرسید نے اس نتیجہ کو زیادہ وسیع کر دیا ہے۔ ان کی یہ رائے ہے کہ جب خبر واحد میں صدق و کذب کا احتمال باقی ہے تو کیا وجہ ہے کہ جس خبر واحد کی رو سے اسلام پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہو خواہی نخواہی اس خبر کو تسلیم کر لیا جائے اور بعد تسلیم کرنے کے اس اعتراض کے جواب میں صرف اسی قدر کہنا کافی ہے کہ خبر واحد مفید یقین نہیں اور اس لیے جو اعتراض اس کی رو سے وارد ہوتا ہے، اسلام اس کا جواب دہ نہیں ہے۔"

(حیات جاوید۔ج:۲،ص۱۳۹)

(معاذ اللہ رب العلمین) اب بتائیے اس بات سے احادیث کے ایک بڑے ذخیرے کا انکار یا ہوائے نفس کے بمطابق حدیثوں کے مفاہیم کو ڈھالنا یا سائنس و مغرب پر ایمان اور حدیث سے کفر لازم نہ آیا؟ (ضرور آیا)، ظاہر سی بات ہے متواتر و مشہور حدیثیں گنتی کی چند ہیں، اکثر تو احاد ہی ہیں، تو حالی اور منکر حدیث میں کیا فرق ہوا؟

اور یہ بات کوئی اخبار احاد ہی تک محدود نہیں، ان لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ جس سے بھی ان کا مطلب و مقصد پورا ہوتا نظر نہیں آتا، یہ اس کا انکار یا تاویل فاسد سے کام لیتے ہیں، خواہ وہ احادیث متواترہ و مشہورہ ہوں یا قرآن کریم کے قطعیات، سائنس اگر اس کے خلاف ہوئی تو یہ اس میں توڑ مروڑ شروع کر دیں گے۔ یہ اسلام پر ایمان لانا نہ ہوا، سائنس پر ایمان لانا ہوا کہ سائنس نے جو بات کہی تو چوں کہ وہ (ان کے نزدیک) وحی منزل ہے، اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور خبر واحد چوں کہ مفید یقین نہیں، شک و شبہ کی وسعت ہے، لہذا ایسے موقع پر خبر واحد کو قبول نہ کر کے سائنس کو مانو"۔ لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

کون نہیں جانتا کہ خبر آحاد گو کہ مفید یقین نہیں لیکن ظن غالب ملحق بالیقین ضرور ہیں اور ان پر عقائد اور احکام دونوں میں عمل واجب ہے۔ یہی موقف ابن عبد البر، غزالی، قرافی، نووی، اور بیضاوی وغیرہ کا ہے۔ خبر آحاد کے سلسلہ میں عقائد و احکام کے مابین تفریق فلسفہ دخیل کے قبیل سے ہے اور بعض ائمہ نے بعض خبر آحاد کو تسلیم نہیں کیا ہے اس کی وجہ ان بعض آحاد کی عدم صحت ہے، وحدت نہیں۔

یہاں حالی کے اس کفریہ خیال کا رد کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ یہ متجددین کس طرح سائنس پر ایمان اور قرآن پر کامل ایمان نہ رکھ کر قعر کفر و ضلالت میں اوندھے جارہے ہیں۔

بہر حال یہ تو ان متجددین کا معاملہ ہے مگر اللہ تعالی نے اس دنیاے فانی میں اپنے دین کی حفاظت و صیانت کے لیے اور دین اسلام کی اصل تعلیمات پر پڑ جانے والے پردوں اور حجابات کو اٹھانے اور دین کا حقیقی تصور واضح کرنے کے لیے ایسے مجددین بھی پیدا فرمائے جو ایک مومن کو مومن کامل، اور علم یقین کے درجہ والے کو عین الیقین اور حق الیقین تک ترقی کراتے ہیں، انہی مجددین میں چودہویں صدی کے **مجدد امام اہل سنت الشاہ احمد رضا (علیہ الرحمہ والرضوان)** کا نام نامی اسم گرامی نصف النہار کے آفتاب کی طرح چمکتا دمکتا نظر آتا ہے۔ آپ کی بارگاہ میں پہنچ کر ایمان کو کمال، یقین کو پختگی اور ایمان بالغیب کا حقیقی مفہوم اور اس کی برکتیں ملتی ہیں، آپ کی نگاہیں کبھی بھی اور کہیں بھی جلوہ دانشِ فرنگ سے خیرہ ہوتی نظر نہیں آتیں کیوں کہ آپ کی آنکھوں میں خاک مدینہ و نجف کا سرمہ تھا، ہمیں آپ کے یہاں سے حقیقی ایمان جو قرآن کی منشاو مراد کے عین مطابق اور ایمان بالغیب کے تقاضے کے موافق ہو، ملتا ہے۔ یہاں خواہش و ہوا کا گزر نہیں۔ یہاں "یومنون ببعض الکتاب ویکفرون ببعض" کا تصور نہیں "توجیہ القول بما لا یرضی بہ القائل" کا دخل نہیں۔ "رب تال للقرآن و القرآن یلعنہ" کا شائبہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہی کہا جارہا ہے جو اللہ ورسول کی مراد ہے، یہ ایسا ایمان کا تصلب ہے جو اوروں کے یہاں کمیاب بلکہ نایاب ہے۔

امام اہل سنت اسی طرح کے ایک متجدد امام الندوہ ابراہیم آروی (ایک غیر مقلد عالم، ابو الحسن علی ندوی کے نانا ضیاء النبی کا مرید اور وہابیوں کے نزدیک بڑا معتبر تھا) کا رد کرتے ہیں جو ایک اسلامی مسئلہ کی وضاحت لا یعنی فلسفہ سے کرتے ہیں، اپنے رسالہ 'اتفاق' میں مندرجہ مضامین اربعہ ص۵ پر کہتے ہیں:

''زمین کا سورج کے قریب ہوتے جانا جو فلسفہ حال سے ثابت ہوا ہے اس نے اسلام کے اس سچے مسئلہ کو کہ کیا قیامت میں سورج زمین سے نہایت قریب ہو جائے گا کیسا کھول دیا ہے۔ ''ماشاءاللہ''

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، آروی صاحب کے اس ماشاءاللہ، پر معاذ اللہ فرماتے ہیں اور یوں رد کرتے ہیں:

''معاذ اللہ اسلام کے مسائل اسی کے محتاج ہیں کہ خرافات بے معنی و جزافات لا یعنی فلسفہ سے ان کی وضاحت ہو، آروی صاحب کے ایمان میں قیامت کو نہ آسمان شق ہوں گے نہ ستارے گر پڑیں گے، یہی نظام جو آج ہے حشر تک باقی رہے گا۔ ''زمین سورج سے قریب ہو رہی ہے یونہی رفتہ رفتہ کمال قرب پر پہنچ جائے گی وہی قیامت ہے''، یہ بعض نصاری حال کا خیال ضرور ہے، مگر اسلامی عقائد سے منزلوں دور ہے۔ حضرات فلسفہ جدیدہ پر مرمٹنے کے یہی نتائج ہیں۔ اصول عقائد سے منہ پھیر کر وسواس مخذولہ کو مثبت عقائد بنائے۔ ''انا للہ و انا الیہ راجعون''

(حیات اعلیٰ حضرت ص۲۵۵)

اعلیٰ حضرت کا خیال یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر بالرای ہی جائز نہیں چہ جائے کہ تفسیر برای النصاری کی جائے، ان کا موقف یہ ہے کہ سائنس یوں نہ مسلمان ہو گی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے، یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہو گی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل میں اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو۔ آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) اسی مسئلہ حرکت

زمین پر ایک معاصر عالم اور ریاضی داں مولانا حاکم علی صاحب سے بحث کرتے ہیں، چوں کہ ان کا یہ کہنا تھا کہ زمین کے زوال نہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جن اماکن میں اللہ تعالی نے اس کو امساک کیا ہے اس سے باہر نہیں سرک سکتی، آپ ان کے اس خیال کارد ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ "اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں، کواکب چل رہے ہیں" پھر آیت کریمہ :(ان اللہ یمسك السمٰوٰت و الارض ان تزولا و لان زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انه کان حلیما غفورا) تلاوت فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

سیدنا عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالی عنہ) نے اس آیت کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا" اور اس کے بعد صاف فرمادیا کہ "قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لیے، ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہو سکتا ہے، قرآن کریم کی تفسیر بالرای اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے:"فلیتبوأ مقعدہ من النار" (وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے) یہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہو گا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاری کے موافق، والعیاذ باللہ"۔۔۔۔۔ایسی تاویلوں پر خوش نہ ہونا چاہیے بلکہ جو تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائے۔۔۔۔۔ان کے (صحابہ کے) ارشادات کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور کسی جاہل گنوار بے تمیز کو۔"

(فتاوی رضویہ: ج:۲۲ ص ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۵)

سادے الفاظ میں اعلیٰ حضرت کے مذکورہ بالا موقف کی بھرپور وضاحت ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد صاحب قبلہ کے درج ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

"(امام) احمد رضا (علیہ الرحمہ) نے علوم عقلیہ کو قرآن کی روشنی میں پرکھا اور قرآنی ارشادات کو عقلی دلائل سے ثابت کیا۔ وہ قرآنی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے، ان کے خیال میں قرآنی ارشادات حتمی و قطعی ہیں اور سائنسی افکار و نظریات غیر حتمی، غیر قطعی اور

ارتقاپذیر۔اس لیے قرآن کی روشنی میں سائنسی نظریات کو پرکھنا چاہیے اور قرآنی ارشادات کو دور از کار تاویلات کر کے سائنسی نظریات کے مطابق نہ بنانا چاہیے۔(امام)احمد رضا خاں (علیہ الرحمہ) کے اس انداز فکر نے مسلمان سائنس دانوں کے لیے ایک نئی راہ متعیّن کر دی ہے جس پر چل کر وہ بسرعت ترقی کر سکتے ہیں کیوں کہ وحی کی رفتار،عقل کی رفتار سے بہت تیز ہے،اس رفتار کا اندازہ لگانا عقل کے بس کی بات نہیں"(مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۳ء)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اس طرز فکر سے ایمان بالغیب میں مزید جلا پیدا ہوتی ہے اور بقول پروفیسر صاحب مذکور،مسلمان سائنس دانوں کے لیے ایک نئی راہ ہموار ہوتی ہے،مندرجہ بالا اقتباسات پہ غور کرنے سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سائنسی انکشافات تغیر وارتقاپذیر ہیں،آج کسی سائنس داں نے کوئی نظریہ پیش کیا،سودوسوسالوں تک لوگوں کے دل و دماغ پر چھایا رہا پھر کوئی دوسرا محقق و مفکر اور فلاسفر اٹھا اور اس نے اس نظریہ کو دلائل کے ساتھ غلط اور خلاف حقیقت ثابت کر دیا،جیسا کہ زیر بحث مسئلہ میں ہوتا چلا آرہا ہے اور یہ اثبات و ابطال کا سلسلہ تھمتا ہوا نظر بھی نہیں آتا۔توسائنس ترقی،تغیر اور تبدل کا نام ہے مگر اسلامی بیانات اور قرآنی ارشادات ایک غیر مبدل اور ناقابل تغیر حقیقت کا نام ہے۔سائنس کی بنیاد ظنیات پر ہے،مگر قرآنی بیانات یقینی اور حتمی بنیادوں پر قائم ہیں۔اب اگر ہر زمانے کے فلسفے کے لحاظ سے قرآنی ارشادات وبیانات کی دور از کار تاویل اور کھینچ تان،اور توڑ مروڑ کر توجیہ وتفصیل کی جاتی رہے تو کوئی خاک قرآنی نصوص پر ایمان لائے گا،وہ تو کہے گا کہ یہ نصوص بھی سائنس کی طرح تغیر و ارتقا پذیر ہیں اور کسی ارتقاپذیر نظریہ پر اگر ایمان لانا ہی ہے تو ایمان بالمشاہدہ لایا جائے نا کہ ایمان بالغیب اور وہ سائنس پر ایمان رکھ کر حاصل ہے۔(لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

جب کہ ہونا یہ چاہیے کہ اگر سائنس و اسلام میں تصادم ہو بھی تو نصوص اپنی جگہ اٹل رہیں،اور دلائل کی روشنی میں سائنس کارد ہو،عین ممکن ہے(بلکہ واقع ہے)کہ سائنسی تحقیقات اور انکشافات اور دریافتیں بدلتے بدلتے،اور ترقی کرتے کرتے اس حقیقت پر پہنچیں جس کو قرآن ساڑھے چودہ سو سال پہلے ببانگ دہل فرما چکا۔تب سائنس اسلام قبول کرے گا ورنہ ہر زمانے

کے حالات کے ساتھ بہنے والے تجدد پسندوں اور موڈرن مولویوں کا طریقہ فکر تو اسلام کو سائنس قبول کرانے پر بضد ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ان موضوعات پر کئی مقالات و رسائل تحریر فرمائے ہیں جن میں کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

مقام الحدید علی خد المنطق الجدید (۱۳۰۴ھ)
نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (۱۳۳۹ھ)
معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۸ھ)
الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوہاء فلسفۃ المشئمۃ (۱۳۳۸ھ)

اور زیر نظر رسالہ مبارکہ "فوز مبین در رد حرکت زمین" (۱۳۳۸ھ) بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں آپ نے (۱۰۵) دلائل سے نظریہ حرکت زمین کو باطل کیا ہے، اور ان ۱۰۵ دلائل کی بابت آپ نے رسالہ میں ایک مقام پر فرمایا کہ ان میں صرف (۱۵) دلائل ایسے ہیں جو پچھلی کتابوں میں ملتے ہیں باقی (۹۰) دلائل خود آپ کی خداداد ذہانت کا نتیجہ ہیں۔

یہ رسالہ، سرکار اعلیٰ حضرت نے جن لوگوں کے لیے لکھا تھا وہ سوائے انگریزی کے کوئی زبان نہیں سمجھتے، اس لیے اس رسالہ کا انگریزی میں ترجمہ کافی عرصہ پہلے ہو چکا ہے، اب یہ رسالہ مبارکہ از سر نو انگریزی ترجمہ، معہ اردو متن، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی جانب سے شائع کیا جا رہا ہے جس کے لیے ادارے کے صدر حضرت پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالی ورعاہ اور ان کے معاونین لائق تحسین اور قابل مبارک باد ہیں، پروفیسر صاحب امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات اور علوم وفنون کے پوشیدہ گوشوں کو اجاگر کرنے کے سلسلے میں حساس بھی ہیں اور مخلص بھی، جس کو بھی رضویات پر کام کرتا دیکھتے ہیں مچل جاتے ہیں اور اس کی حوصلہ افزائی اور ممکنہ حد تک اعانت میں بخل سے کام نہیں لیتے۔"

(معارف رضا کا شمارہ اپریل تا جون ۲۰۲۱ء کا اداریہ دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا)

آپ کو سرکار اعلیٰ حضرت سے صرف علمی و فکری ہم آہنگی ہی نہیں بلکہ روحانی ربط و تعلق بھی ہے، اور اس نسبت سے فقیر سے بھی محبت و اخلاص سے معاملہ فرماتے ہیں، ابھی راقم کی مرتب کردہ کتاب رسالتان رائعتان پر دس صفحات میں ایک شان دار مقدمہ تحریر فرما کر ارسال فرمایا، فقیر ان کا ممنون ہے اور اسی وقت میں نے ان سے تحریراً عرض کیا تھا کہ "یقیناً یہ آپ کی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور ان کے خاندان سے سچی محبت کا نتیجہ ہے کہ مجھے ان بڑے القاب و آداب سے یاد فرمایا، میں آپ کی تمام امیدوں کو اپنے حق میں دعا تصور کرتا ہوں"۔

ابھی ایک نیا کام آپ نے میرے ذمہ لگایا ہے، وہ یہ کہ مجموعہ درود رضویہ (درود پاک کا یہ مجموعہ موصوف نے اعلیٰ حضرت کی کتب و رسائل سے دلائل خیرات شریف کی طرز پر جمع فرمایا ہے) کو قبر انور اعلیٰ حضرت پر تلاوت کردوں، حالاں کہ میرے لیے یہ انتہائی سعادت کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کے علم و عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور اسی طرح بحر علوم امام احمد رضا میں غواصی کرکے نئے نئے لعل و گہر اور در بے بہا استخراج کرتے رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

# ظاہر مذہب سے عدول کی بے اعتدالیاں

تحقیقی فتویٰ بابت جمعہ فی القریٰ مع جواب اعتراضِ معترض

**استفتاء۔**

حضرت مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعدہ عرض ہے کہ ہم جملہ مسلمانان اہل سنت بھالو ماڑا کالری ضلع انوپ پور (ایم پی) کے رہنے والے ہیں۔ چند سوالات حاضر خدمت ہیں شریعت مطہرہ کی روشنی میں ان کا جواب عنایت فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

سوالات درج ذیل ہیں :

**سوال نمبر(۱)** ہماری آبادی میں تقریبًا تیس سال قبل سے حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے جمعہ کے ساتھ ظہر کی نماز باجماعت کا التزام کیا جاتا رہا، ابھی تقریبًا ایک سال قبل ایک مفتی صاحب تشریف لائے اور قبل نماز جمعہ کھڑے ہوکر یہ کہا کہ نادر روایت کے مطابق یہاں صرف جمعہ واجب ہے، لہذا اب بعد جمعہ ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ترک کی جائے اور صرف جماعت کے ساتھ جمعہ پڑھی جائے، مفتی صاحب کے مسئلہ بتانے کے بعد امام صاحب نے مسجد میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت ختم کرا دی وہ صرف جماعت کے ساتھ جمعہ پڑھاتے ہیں، لہذا عوام اہل سنت میں اس کے بعد کافی انتشار پیدا ہوا جو اب تک برقرار ہے۔ بارگاہ عالیہ میں عرض یہ ہے کہ حضرت تاج الشریعہ کا فتویٰ حق پر ہے یا مفتی صاحب کا بتایا ہوا مسئلہ، قرآن وحدیث مع اقوال ائمہ کی روشنی میں مسئلہ حل فرمائیں۔

**سوال نمبر(۲)** اسی بھالو ماڑا کی سرزمین پر ایک اور مسجد ہے بنام (ازہری مسجد) وہاں لوگ حضرت تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے اب بھی نماز جمعہ کے بعد ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں بارگاہ میں عرض ہے کہ وہاں کے لوگ اب بھی بعد نماز جمعہ ظہر باجماعت پڑھیں یا ترک کردیں۔ بینوا توجروا۔

**نوٹ:۔** جس وقت حضرت تاج الشریعہ نے یہاں کے متعلق فتوی صادر فرمایا تھا بھالوماڑا اپنی اسی حیثیت پر قائم ہے بلکہ اس کی دیہی حیثیت میں اور اضافہ ہوا ہے۔

**المستفتیان**

**جملہ اہل سنت وجماعت بھالوماڑہ کالری**

**ضلع انوک پور (ایم پی)**

۹۲/۷۸۶

## الجواب وربی ھادی الصواب

فقہا کا اجماع ہے کہ بعض مخصوص صورتوں کو چھوڑ کر قول راجح یا ظاہر الروایہ کے خلاف عمل کرنا یا فتوی دینا جائز نہیں اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ خواہش کی پیروی ہے اور خواہش کی پیروی حرام ہے کیوں کہ قول راجح کے مقابلے میں قول مرجوح اور ظاہر الروایہ کے متوازی نادر الروایہ بمنزلہ عدم ہے۔خاتم المحققین امام شامی فرماتے ہیں:۔

اعلم بأن الواجب اتباع ما
ترجیحه عن اهله قد علما
او کان ظاهر الروایة و لم
یرجحوا خلاف ذاک فاعلم

اور دربارہ مسئلہ جمعہ فی القری ظاہر الروایہ اور قول راجح و مفتی بہ وہی ہے جو حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے فتوے میں بیان فرمایا اور نہ صرف تاج الشریعہ بلکہ صدر الشریعہ، مفتی اعظم، حجۃ الاسلام، اعلی حضرت اور جمہور ائمہ احناف بلکہ حضرت سحنون، حضرت ثوری، حضرت ابن سیرین، حضرت مجاہد، حضرت نخعی، حضرت حسن ابن ابی الحسن، حضرت عطا، حضرت حذیفہ اور حضرت مولی علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم، رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کا یہی موقف ہے کہ دیہات میں، نماز جمعہ جائز نہیں۔غنیہ شرح منیہ میں ہے:

"لاتجوز فی القری عندنا وھو مذھب علی ابن ابی طالب وحذیفه وعطائ و الحسن بن ابی الحسن و النخعی و مجاھد و ابن سیرین و الثوری و سحنون خلافا للائمة الثلاثة لما روی ابن شیبة عن علی ابن ابی طالب رضی الله تعالی عنه انه قال: لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع اؤ مدینة عظیمة۔"

نیز مصر کی تعریف ظاہر الروایہ میں یہ ہے کہ شہر وہ جگہ ہے جہاں متعدّد گلی کوچے، دوامی بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو جس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں حاکم رہتا ہو جو ظالم سے مظلوم کا انصاف لے سکے۔ در مختار میں ہے:

"لان المصر شرط الصحة"۔(فتاوی تاج الشریعہ، ج:۴، ص:۲۱۱)

اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ "اذا فات الشرط فات المشروط" لہذا دیہات والوں پر اس دن ظہر فرض ہے جیسا کہ حضرت تاج الشریعہ کے فتوے میں ہے۔ اس لیے شبہ نہیں کہ مفتی مذکور کی مذکورہ حرکت نہایت شنیع، غیر صحیح ہے بلکہ بمطابق فقہاے عظام اتباع ہوئی ہے، معاذ اللہ فرض باجماعت بند کرانے کی وجہ سے وہ گنہ گار ہوئے ان پر علانیہ توبہ واستغفار لازم، ارشاد باری تعالی ہے:

"أریت الذی ینھی عبدا اذا صلّی"

یاد رہے کہ "العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب"۔

ہمارے علما کا تو یہ فتوی ہے کہ جس گاؤں میں عوام پہلے سے جمعہ پڑھتے چلے آئے ہیں انہیں منع نہ کیا جائے لیکن بعد جمعہ چار رکعات فرض باجماعت ضرور پڑھیں، حکم تو یہ تھا نہ کہ معاذ اللہ وہ جو شخص مذکور نے کیا کہ بعد جمعہ ظہر باجماعت بلا اختلاف پڑھتے آرہے تھے پھر فرض بند کرا دی یہ اشد کبیرہ ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: فقہاے حنفیہ کے نزدیک جمعہ یا عیدین غیر مصر میں مکروہ تحریمی ہے یعنی دیہات میں جمعہ ناجائز ہے اگر پڑھیں گے گنہ گار ہوں گے اور ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ مکروہ تحریمی کا ارتکاب تو یوں ہی ناجائز ہے چہ جائے کہ اس کے ارتکاب کے لیے نہ صرف جائز بلکہ ترک فرض کیا جائے۔

ہاں گاؤں میں عوام کو جمعہ پڑھنے سے جو منع نہیں کیا جاتا وہ ایک مصلحت کی وجہ سے ہے تاکہ ایک مفسدہ کا سدباب ہو اور وہ یہ ہے کہ عوام کو منع کرنے میں اندیشہ ہے کہ وہ پنج گانہ بھی چھوڑ بیٹھیں گے لیکن بعد جمعہ چار رکعات فرض باجماعت پڑھنے کا انہیں حکم ہے اگر ظہر باجماعت نہیں پڑھیں گے تو یہ خود ایک عظیم مفسدہ ہے اور معلوم ہے کہ ''درء المفاسد اھم من جلب المصالح'' مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے، لہذا شخص مذکور کوئی جرم کا مرتکب ہوا، عوام کے مکروہ تحریمی اور ترک فرض کے ارتکاب کا وبال و نکال اس پر ہے۔ اس لیے توبہ و رجوع لازم اور توبہ یوں ہوگی کہ علانیہ استغفار کریں اور بعد جمعہ فرض باجماعت کا پھر اہتمام والتزام کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

**(۲)** اس کا جواب مذکورہ بالا جواب سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## کتبہ

فقیر محمد ارسلان رضا قادری غفرلہٗ

رضوی دار الافتاء۔ مرکز اہل سنت بریلی شریف

۲۳/ جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ۔ ۲۹/ دسمبر ۲۰۲۱ء

## تصدیقات علمائے کرام

صح الجواب، واللہ تعالیٰ بالصواب

محمد عبید الرحمن عفی عنہ،

خادم التدریس والافتاء، دار العلوم مظہر اسلام، بریلی شریف

الجواب الصحیح

محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہٗ

الجواب صحیح، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر قادری سید کفیل احمد عفی عنہ

خادم التدریس والافتاء جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

الجواب صحیح ' وھو تعالیٰ اعلم

محمد ایوب خاں نوری

خادم التدریس والافتاء جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

الجواب صحیح ' واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد عاقل رضوی غفرلہ القوی

صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

## اعتراض بر فتویٰ

باسمہٖ تعالیٰ و تقدس۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً۔

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس خادم کو امید تو یہ تھی کہ سالہاسال سے اہل سنت کے درمیان جو اختلاف و انتشار برپا تھا اس کا دروازہ بند ہونے کے بعد دوبارہ اختلاف و انتشار کا ماحول پیدا نہیں ہوگا، لیکن محسوس ہوتا ہے کہ آپ اختلاف و انتشار کی چنگاری کو بھڑکائے رکھنا چاہتے ہیں، اسے ختم کرنے کی ہر کوشش کو ناکام کرنے کے درپے ہیں۔ آپ کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ہم لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ ہم اہل سنت کے درمیان کسی قسم کے اختلاف میں نہ پڑنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی کو ڈالنا چاہتے ہیں۔

مگر چوں کہ آپ نے ایک تحریر واٹس ایپ پر ڈالی ہے۔ بایں سبب از راہ خلوص و محبت چند سطریں حاضر کی جارہی ہیں۔

تحریر میں کہا گیا کہ بعض مخصوص صورتوں کو چھوڑ کر قول مرجوح یا ظاہر الروایہ کے خلاف عمل کرنا یا فتویٰ دینا جائز نہیں۔

اس پر عرض یہ ہے کہ کیا وہ مخصوص صورتیں اس روایت نادرہ کے علاوہ ہیں اور ان بعض صورتوں میں اس مخصوص صورت کی شمولیت نہیں ہو سکتی؟ اگر ایسا ہے تو ضرور بحوالہ مطلع فرمائیں۔

اس تحریر میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی روایت نادرہ کو کالعدم قرار دیا گیا ہے۔

اس پر عرض یہ ہے کہ تنویر الابصار اور در مختار میں ہے :

"یشترط لصحتها وهو مالا یسع اکبر مساجدهم اهل المکلفین بها وعلیه فتوی اکثر الفقهاء"

صاحب در مختار جس روایت نادرہ کے بارے میں یہ فرمارہے ہیں کہ اس پر اکثر فقہا کا فتوی ہے، آپ کی تحریر میں یہ فرمایا جارہاہے کہ "یہ کالعدم ہے اور اس پر فتوی دینا جائز نہیں۔"

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فتاوی رضویہ جلد سوم میں فرماتے ہیں :

"دربارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداً خود انہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے، ایک روایت پر صحت ان کے لیے بس ہے"۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خط کشیدہ عبارت سے یہ واضح ہوگیا کہ روایت نادرہ کے مطابق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے نزدیک ان کی نماز جمعہ صحیح ہے نیز یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اس فتوے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے روایت نادرہ پر صحت جمعہ کا حکم صادر فرمایا۔

پھر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فتاوی رضویہ جلد سوم میں دوری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :

"جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس میں اس روایت نوادر کی بنا پر جمعہ وعیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعتِ متاخرین نے اختیار فرمایا"۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ اس فتوے میں فرماتے ہیں کہ جمعہ وعیدین ہوسکتے ہیں، اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کو ایک جماعت متاخرین نے اختیار کیا ہے اور ارسال کردہ تحریر میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ یہ روایت کالعدم ہے۔ یاللعجب۔

کیا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس فیصلہ کن ارشاد کے بعد بھی کسی اختلاف و انتشار کی حاجت ہے ؟ نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان سے جمعہ فی القریٰ سے متعلق متعدّد سوالات کیے گئے، لیکن آپ نے کسی جواب میں بعد جمعہ ظہر باجماعت ادا کرنے کا حکم صادر نہیں فرمایا۔ جس کو فتاوی رضویہ جلد سوم میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مرسلہ تحریر میں خاتم المحققین علامہ شامی علیہ الرحمہ کے دو اشعار تحریر کیے گئے جس میں ایک شعر درج ذیل ہے :

أو کان ظاهر الروایة و لم
یرجحوا خلاف ذلک فاعلم

اس شعر سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ وہی ظاہر الروایہ واجب الاتباع ہے جس کے خلاف روایت عند الفقہا مرجح نہ ہو۔

اے کاش! علامہ شامی کی درج ذیل عبارت پر نظر ڈال لی گئی ہوتی تو یہاں پر یہ شعر نقل کرنے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑتی۔

علامہ شامی "وعلیہ فتوی اکثر الفقہائ" الخ کے تحت فرماتے ہیں :

"وقال أبو شجاع: هذا احسن ما قيل فيه - وفي الولوالجية وهو صحيح - كنز - وعليه مشى في الوقية و متن المختار و شرحه و قدمه في متن الدر على القول الآخر و ظاهر ترجيحه و أيده صدر الشريعة بقوله لظهور التواني في أحكام الشرع سيافي اقامة الحدود في الأمصار"۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ ابو شجاع نے اسے احسن کہا اور ولوالجیہ میں اسے صحیح کہا، متن وقایہ، متن مختار اور شرح مختار میں اس قول کو اپنایا اور درر میں دوسرے اقوال پر اسے مقدم رکھا جس کا ظاہر ترجیح ہے۔ علامہ شامی کی مذکورہ عبارت کے مطابق یہ روایت نادرہ "لم یرجحوا خلاف ذلك" میں داخل نہیں، بلکہ یہ روایت نادرہ ترجیح یافتہ ہے۔

روایت نادرہ مرجحہ پہ عمل کرنے اور کرانے کے سبب توبہ واستغفار کا حکم ہے اور یہ اشد کبیرہ یعنی اکبر الکبائر ہے۔ یہ محرر کا اپنا نظریہ ہے یا اکابر فقہا کی عبارات سے ماخوذ ہے؟ جب کہ عمل کرنے والے یا کروانے والے کے نزدیک صحت جمعہ کے سبب ظہر فرض ہی نہیں، اگر دوسری صورت ہے تو بحوالہ افادہ فرمائیں۔

نیز یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مرکزی دار الافتاء بریلی شریف میں فیصل بورڈ جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ، فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ

الرحمہ اور استاذ الاساتذہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی نے اس مسئلے میں مجلس شرعی مبارک پور کے مباحث کو ملاحظہ کرنے کے بعد فیصلہ صادر فرمایا اس میں نماز جمعہ کے بعد ظہر باجماعت ادا کرنے کا کوئی حکم صادر نہیں کیا۔

لہذا میری خلوص و محبت کے ساتھ گزارش ہے کہ اس غیر ضروری اختلاف کو آگے نہ بڑھایا جائے، یہی اس امت کے حق میں بہتر ہے۔

ہندوستان میں بے شمار مقامات پر لاکھوں مسلمانان اہل سنت صرف نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں اور علمائے کرام وہاں امامت فرمارہے ہیں، حالاں کہ وہ مقامات صرف روایت نوادر پر مصر ہیں ظاہر الروایہ کے مطابق مصر نہیں اور ہمارے اکابر و اسلاف نے کبھی بھی ان سب کے مرتکب کبیرہ اور فاسق وفاجر ہونے کا حکم صادر نہیں فرمایا۔ اور شاید کہ آپ حضرات کو بھی ایسا حکم صادر کرنے میں کچھ غور کرنا پڑے۔

آخر میں مخلصانہ گزارش ہے کہ ہمارا جو موقف تھا عبارات معتبرہ کی روشنی میں واضح کر دیا گیا اگر آپ کو اس سے اتفاق نہیں ہے تو آپ کو اپنا موقف مبارک ہو ہم کو اپنا موقف ۔ غیر ضروری مباحث میں الجھ کر اختلاف و انتشار کو آگے بڑھانا اور وقت ضائع کرنا ہمارا مزاج نہیں۔

**نوٹ:۔** امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتاوی کی روشنی میں اس مسئلے کے متعلق چند گزارشات زیور طباعت سے آراستہ کر کے حاضر خدمت کرنے کی کوشش کی جائے گی، جس سے مسئلہ کی مزید تفہیم ہوگی اور اہل سنت کے قلوب و اذہان روشن ہوں گے۔

ان شاء اللہ تعالی ثم ان شاء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ تبارک وتعالی ہم سب کے قلوب کشادہ فرما کر اہل سنت کے درمیان دائمی اخلاق و محبت مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

**غلام جیلانی مصباحی**

# جواب الجواب رسم و اصول افتا کی روشنی

**از: نبیرہ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ارسلان رضا قادری مدظلہ العالی**

باسمہٖ تعالیٰ!

رضوی دارالافتاء، مرکز اہل سنت، بریلی شریف میں بھالو ماڑہ کالری ضلع انوپپور (ایم پی) سے ایک سوال دربارہ جمعہ فی القریٰ آیا تھا، جس میں تھا کہ "ہماری مسجد میں تقریبًا تیس سال سے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے جمعہ کے ساتھ ظہر کی نماز باجماعت کا التزام کیا جاتا رہا، لیکن اب ایک مفتی صاحب نے روایت نادرہ کی بنیاد پر نماز ظہر باجماعت بند کرا دی، جس سے عوام اہل سنت انتشار کا شکار ہے" اسی پر حکم شرع دریافت کیا گیا تھا، دار الافتاء سے ظاہر الروایہ کے مطابق حکم شرع بیان کیا گیا، جس پر بریلی شریف کے بہت سے مفتیان عظام کی تصدیقات موجود ہیں۔

اب کسی غیر معروف شخص کے نام سے ایک تحریر موصول ہوئی ہے، جس میں اس فتوے پر کچھ معارضات و اعتراضات قائم کیے گئے ہیں، حالاں کہ کسی بھی گمنام شخص کے نام سے آئی ہوئی تحریر کو ہم نہ قابل التفات سمجھتے ہیں اور نہ اس کا جواب دینا کچھ موافق مصلحت جانتے ہیں، مگر محسوس یہ ہوا کہ اگر جواب نہ دیا جائے گا تو یہ گروہ کہیں سکوت کو عجز پر محمول کر کے عوام کالانعام کو دھوکا دینا شروع نہ کر دے، پھر یہ کہ ہمیں یقین ہے کہ اس پردہ رضویت و مصباحیت میں کچھ اور ہی حضرات کی کار فرمائیاں شامل ہیں ؎

کب سلیقہ ہے فلک کو اس ستمگاری میں
اور ہی کوئی ہے اس پردہ زنگاری میں

اسی وجہ سے طوعاو کرہاً قلم اٹھانا پڑا.

قولہ: "اس خادم کو امید تو یہ تھی۔۔۔۔۔۔الخ"۔

اقول: آں جناب کو امید تو یہ تھی کہ اہل سنت میں اختلاف و انتشار کا دروازہ بند ہونے کے بعد نہیں کھلے گا، اس پر عرض ہے کہ اہل سنت میں اختلاف و انتشار کا دروازہ کب اور کیسے کھلا اور کھلا

تو بند کب اور کیسے ہوااور جب بند ہو گیا تھا تو اب دوبارہ کب اور کیسے کھل گیا؟؟

دراصل خادم صاحب کو امید یہ رہی ہوگی کہ اب حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ہمیں اپنی باتیں عوام پر تھوپنے کا موقع مل جائے گا، لیکن بعد وصال بھی جب غیر مرجحہ، غیر مفتی بہ، مرجوح و مرجوع عنہ اور متروک فتاوی کا منہ توڑ رد مل رہا ہے تو اختلاف وانتشار کی دہائی دی جا رہی ہے، جب کہ اہل سنت کے درمیان اختلاف کی اصل وجہ یہی کہ اصح کو چھوڑ کر غیر صحیح، مرجحہ کو ترک کر کے غیر مرجحہ، راجح سے صرف نظر کر کے مرجوح، مفتی بہ سے عدول کر کے غیر مفتی بہ اور ظاہر الروایہ کو پیٹھ دکھا کر نادر الروایہ پر نہ صرف فتوی وعمل بلکہ بسا اوقات اس کو نافذ کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے۔ اہل انصاف پر پوشیدہ نہیں کہ اختلاف وانتشار اول الذکر پر عمل و فتوی دینے والوں کی وجہ سے نہیں بلکہ موئخر الذکر کو جبراً نافذ کرانے والوں کی وجہ سے ہے۔

عجب حال ہے کہ جابجا ظاہر الروایہ کے خلاف عمل کرانے کے لیے نہ صرف تحریری وتقریری احکام جاری کیے جا رہے ہیں بلکہ اس کو نافذ کرانے کے لیے، بلکہ جہاں بلا اختلاف بعد جمعہ، ظہر باجماعت پڑھی جا رہی ہے، اس کو بند کرانے کے لیے جہلا کو ورغلا کر ہزاروں لاکھوں روپیے خرچ کر کے جلسے منعقد کیے جا رہے ہیں، اپنی تقریری وتحریری قوت اس پر صرف کی جا رہی ہے، جواب اور جواب الجواب کا اہتمام والتزام کیا جا رہا ہے، سب کرنے کے بعد آخر میں کہا جاتا ہے کہ "ہم اہل سنت کے درمیان کسی قسم کا اختلاف وانتشار نہیں چاہتے" فیاللعجب اس پر کہیے۔

اس کا سیدھا سا مطلب یہ نکلا کہ ہماری کہی ہوئی ہر جائز وناجائز بات مان لو تو ہم اختلاف و انتشار نہیں چاہتے ورنہ ؎

شیخ اپنی رگ کو کیا کریں ریشے کو کیا کریں
مذہب کے جھگڑے چھوڑ یں تو پیشے کو کیا کریں

فتوے میں تھا: "بعض مخصوص صورتوں کو چھوڑ کر قول راجح یا ظاہر الروایہ کے خلاف عمل کرنا یا فتوی دینا جائز نہیں"۔

اس پر معترض کا یہ اعتراض: "کیا وہ بعض مخصوص صورتیں اس روایت نادرہ کے علاوہ ہیں

اوران بعض صورتوں میں اس مخصوص صورت کی شمولیت نہیں ہوسکتی؟؟

اس پر عرض ہے: ایک ہوتی ہے صورت اور ایک ہوتا فتوی دینا اور عمل کرنا، دونوں الگ الگ باتیں ہیں، نادر الروایہ کوئی مخصوص صورت نہیں بلکہ کسی خاص صورت مثلاً کسی علت وحکمت یا مصلحت یا ضرورت وحاجت کے پیش نظر یا فتنہ وفساد کی حالت میں اس پر فتوی دیا جاتا ہے، معترض نے دونوں باتوں کو خلط ملط کر دیا، یہ قلت تأمل کی وجہ سے ہے۔ بے شک عام حالت میں روایت نوادر پر فتوی دینا جائز نہیں مثلا جو مقام ظاہر الروایہ میں مصر نہیں وہاں عام حالت میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت دینا یا پہلے سے قائم ظہر با جماعت کو نادرالروایہ کی بنیاد پر بند کرانا اصل مذہب کے خلاف ہے، یہ ہرگز اس مخصوص صورت میں داخل نہیں، اس پر دلیل سرکار اعلیٰ حضرت کے ظاہر مذہب پر جمعہ فی القریٰ کے عدم جواز کے درجنوں فتاوی ہیں، فتاوی رضویہ جلد٦، باب الجمعۃ (ناشر امام احمد رضا اکیڈمی) میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

نیز امام شامی شرح عقود رسم المفتی میں "بعض مواقع" اور "مخصوص صورتوں" کی آگے چل کر تفصیل مذکورہ ذیل اشعار کی شرح، میں بیان فرماتے ہیں: ؎

ولا یجوز بالضعیف العمل
ولا به یجاب من جاء یسأل
إلاّ لعامل له ضرورة
أو من له معرفة مشهورة

پھر صاف فرمایا کہ یہ بھی خود عمل کرنے والے کے لیے ہے نہ کہ اس پر قاضی فیصلہ کردے۔

لکنما القاضي به لا یقضي
وإن قضی فحکمه لا یمضي
لا سیما قضاتنا إذا قیدوا
براجح المذهب حین قلدوا

باقی تفصیل ان اشعار کی شرح میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ہاں مخصوص صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جس گاؤں میں دو مسجدیں، سنی اور وہابی کی ہوں، وہابی کی مسجد میں جمعہ ہوتا ہو اور سنیوں کی مسجد میں نہ ہو اور عوام کالانعام جمعہ پڑھنے ان کی مسجد میں جاتے ہیں یا جانے کا قوی اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں وہاں قیام جمعہ سے منع نہیں کیا جاسکتا یا یہ حالت ہو کہ بعض شرائط جمعہ مثلاً کسی مقام کے مصر ہونے میں شبہ واقع ہو جائے کہ مصر ہے یا نہیں تو اب اس صورت میں نادر الروایہ پر جمعہ کا صحیح ہو جانا بس ہے۔ یہ سب ضرورت وحاجت کی صورتیں ہیں نہ کہ عام حالت۔

قولہ: ”صاحب در مختار جس روایت نادرہ کے بارے میں۔۔۔الخ“۔

اقول: معترض صاحب نے تنویر الابصار اور در مختار کی عبارت نقل کی، قبل اس کے کہ اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوں، اس کے شارح خاتم المحققین امام شامی کا قول، معریٰ در مختار کے تعلق سے نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں، فرماتے ہیں:

”(معریٰ) در مختار جیسی غیر محررہ (یعنی عاری از شروح وحواشی) کتب سے (قلیل الاطلاع کو) فتویٰ دینا جائز نہیں اور وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ شدید اختصار وایجاز کی وجہ سے یہ کتابیں پہیلیوں کی طرح ہوگئی ہیں اور کئی مقامات پر مسائل کی نقل میں عبارات بھی پوری نہیں اور کہیں خلاف راجح کی ترجیح بیان کردی گئی ہے جس کا اہل مذہب میں سے کوئی قائل نہیں،

و الیك نصه: ”تعلم انه لا ثقة بما یفتی به اکثر اهل زماننا بمجرد مراجعة کتاب من الکتب المتاخرة، خصوصاً غیر المحررة کشرح النقایة للقهستانی، والدر المختار و الاشباه و النظائر و نحوها، فانها لشدة الاختصار و الایجاز کادت تلحق بالالغاز مع ما اشتملت علیه من السقط فی النقل فی مواضع کثیرة، و ترجیح ما هو خلاف الراجح بل ترجیح ما هو مذهب الغیر، مما لم یقل به احد من اهل المذهب، رایت فی اوائل شرح الاشباه للعلامة محمد هبة الله قال: ”و من الکتب الغریبة: ملا مسکین شرح الکنز، والقهستانی، لعدم الاطلاع علی حال مولفیهما او لنقل الاقوال الضعیفة کصاحب القنیة او الاختصار کالدر المختار للحصکفی۔۔ “

(رسم المفتی، ص:۵۲)

اور رد المحتار کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"بید انه لصغر حجمه و وفور علمه قد بلغ فی الایجاز الی حد الالغاز و تمنع باعجاز المجتاز عن انجاز الافراز بین الحقیقة و المجاز"

نیز رد المحتار کی وجہ تسمیہ بھی یہی بیان فرماتے ہیں کہ در مختار کے معانی کی مشکلات اور اضطراب کو ان کا حاشیہ رد المحتار دور کرتا ہے۔

والیك نصه: "فدونك حواشی هی الفریدة فی بابها الفائقة علی اترابها المسفرة عن نقابها لطلابها و خطابها قد ارشدت من احتار من الطلاب فی فهم معانی هذا الکتاب فلهذا سمیتها رد المحتار علی الدر المختار۔۔۔"

مزید یہ کہ امام شامی تنویر الابصار کے بارے میں انفع الوسائل کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"اور فقہ حنفی کے معتبر متون میں شیخ تمر تاشی کے متن التنویر کو داخل نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ اس میں بہت سے فتاوے کے مسائل بھی موجود ہیں" (ص:۱۷۲) اور علامہ ابن قطلوبغا فرماتے ہیں کہ متون کو شروح پر اور شروح کو فتاوی پر تقدم حاصل ہے۔

تو آپ نے امام شامی کے حوالے سے معریٰ تنویر الابصار اور در مختار کی حالت ملاحظہ کی، لہٰذا بغیر حاشیہ رد المحتار یا حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار دیکھے قلیل الاطلاع کو اس پر اعتماد جائز نہیں کہ ایجاز و اختصار مخل ہے۔ اور جب ہم رد المحتار کی جانب رجوع کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ صاحب در مختار نے نادر الروایہ پر اکثر فقہا کے فتاویٰ ہونے کی وجہ احکام شرع میں لاپروائی ظاہر ہونا بیان فرمائی ہے "لظهور التوانی فی الاحکام"۔

نادر الروایہ پر فتاویٰ ہونے کی جو وجہ بیان فرمائی گئی ہے، امام شامی نے رد المحتار میں اس علت یا وجہ ہی کا رد فرما دیا ہے۔ ظاہر الروایہ کو هذا هو الاصح نقل کرنے کے بعد صاحب شرح منیہ کے حوالے سے فرمایا:

"تزییف صدر الشریعه له عند اعتذاره عن صاحب الوقایة حیث اختار الحد المتقدم ذکره بظهور التوانی فی احکام الشرع مزیف بان المراد القدرة"

یعنی صدر الشریعہ کا اسے بے حیثیت قرار دینا خود بے حیثیت ہے۔

پھر جس بنیاد پر نادر الروایہ والا قول اختیار کیا گیا ہے اپنے الفاظ میں اس کا صریح رد فرماتے ہیں:(کہ ظاہر الرویہ میں ہے "انہ کل موضع لہ امیر و قاض یقدر علی اقامۃ الحدود ")

اس سے مراد تنفیذ احکام بالفعل نہیں بلکہ بالقوۃ ہے، امام شامی فرماتے ہیں کہ اگر یہی وجہ ظاہر الروایہ کی تعریف اختیار کرنے میں مخل ہے تو لازم آئے گا کہ ہمارے زمانے بلکہ ہم سے بھی پہلے کے ازمنہ میں کسی بھی اسلامی شہر میں جمعہ صحیح نہ ہو۔

و الیك نصه: اقول: ویویدہ انہ لو کان الاخلال بتنفیذ بعض الاحکام مخلا بکون البلد مصرا علی ھذا القول الذی ھو ظاھر الروایہ لزم ان لا تصح جمعۃ فی بلدۃ من بلاد الاسلام۔۔ الخ

لہذا جس بات کو علت بنا کر یا تائید میں پیش کر کے ظاہر مذہب سے عدول کیا گیا تھا، امام شامی نے خود اسی کو رد فرمادیا، تو جب علت یا مؤید ہی ان کے نزدیک مفقود یا مجروح تو معلول یا مؤید کیوں کر موجود یا مرجّح؟؟ (یا علی الاقل وہ کیوں کر ان کا موقف و معتمد ہو؟)

تو امام شامی نے پہلے نادر روایت کا قول مع تصریحات فقہا نقل کیا پھر ظاہر مذہب مع دلیل بیان فرما کر اسے اصح نقل کیا بعدہٗ اس بنیاد، جس پر نادر الروایہ قول کے اختیار کا مدار ہے، اس کا رد فرمادیا، لہذا جو قول مع دلیل مؤخر ہوا وہی ان کا معتمد ٹھہرا۔

امام شامی فرماتے ہیں: ؎

و سابق الأقوال في الخانية
و ملتقى الأبحر ذو مزية
و في سواهما اعتمد ما أخروا
دليله لأنه المحرر
كذا إذا ما واحد قد عللوا
له و تعليل سواه أهملوا

تو معترض اگر صاحب در مختار کے مؤخر قول کو دیکھ لیتا تو بات سمجھنے میں شاید آسانی ہوتی، صاحب در مختار خود ظاہر الروایہ کو مؤخر بیان کرنے کے بعد صاف فرماتے ہیں:

"کما حررناہ فیما علقناہ علی الملتقی"

اور ابھی معلوم ہو چکا کہ ملتقی الابحر اور خانیہ کے علاوہ کتب میں اعتماد مؤخر قول مع دلیل پر ہوگا (اگر چہ یہ باعتبار اغلب واکثر ہے مگر یہاں یہی ظاہر) جیسا کہ رد المحتار میں ہے اس لیے کہ وہ محرر ہے اور در مختار میں محرر ہونے کی خود صاحب در نے تصریح فرمادی۔

یہی وجہ ہے کہ امام شامی نے شدید اختصار و ایجاز مخل وغیرہ اسباب کی بنا پر، قلیل الاطلاع کو، در مختار جیسی غیر محررہ کتب پر بغیر ان کے شروح و حواشی کی طرف مراجعت کیے اعتماد کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مزید یہ کہ در مختار کے دوسرے محشی علامہ امام طحطاوی نے بھی بالتصریح امام قہستانی کے حوالے سے فرمادیا کہ تعریف سابق (یعنی روایت نادرہ پر مصر کی تعریف) محققین کے نزدیک صحیح نہیں، صحیح تعریف جس پر اعتماد ہے وہی ہے جو ظاہر مذہب میں بیان ہوئی۔

قال القهستاني بعد ذكر التعريف السابق الا انهم قالوا ان هذا الحد غير صحيح عند المحققين و الحد الصحيح المعول عليه انه مدينة۔۔۔۔۔ الخ

(ج:۲،ص:۵۹۸)

امام شامی مقدمہ کتاب میں صاحب در امام حصکفی کے اسلوب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صاحب در ارجح الاقوال کا قصد و التزام کرتے ہیں مگر یہ باعتبار غالب ہے ورنہ امام حصکفی کبھی دو تصحیح شدہ قول ذکر کر دیتے ہیں یا کبھی بغیر اصح کو ذکر کیے صرف صحیح کا ذکر کر کے گزر جاتے ہیں (هذا باعتبار غالب ما وقع له و الا فقد يذكر قولين مصححين او يذكر الصحيح دون الاصح۔ ص:۳۴)

جیسا کہ یہاں کیا کہ اصح کا ذکر نہیں فرمایا حالاں کہ شرح منیہ سے گزرا کہ اصح قول ظاہر الروایہ والا ہی ہے، پھر امام حصکفی کے اس قول "و عليه فتوى اكثر الفقهاء" سے ظاہر کہ فتوے میں اختلاف ہے۔ حتی کہ عنایہ شرح ہدایہ میں ظاہر الروایۃ میں تعریف مصر کو علیہ اکثر الفقہاء، فرمایا گیا ہے کما فی الفتاوی الرضویۃ۔

ملاحظہ فرمائیے کیسی صاف تصریح ہے کہ ظاہر الروایہ والا قول ہی اصح ہے اور اسی پر اکثر فقہا ہیں، بے شک دوسرے قول کو بھی ترجیح ہے تاہم یہی قول مرجح ہو گا کیوں کہ تصریحات ائمہ میں غور وخوض کے بعد واضح یہی ہوتا ہے کہ مصر کی تعریف اختیار کرنے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے، جیسا کہ گزرا۔ تو ترجیح میں تعارض ہوا، بعض نے نادر الروایہ کو ترجیح دی اور بعض نے ظاہر الروایہ کو، اور فتویٰ میں بھی اختلاف ہے لیکن اصول افتا سے واقف جانتا ہے کہ تصحیح و ترجیح میں تعارض کے وقت ترجیح ظاہر الروایہ ہی کو ہوگی، امام شامی تصحیح میں تعارض کی صورت میں ترجیح کے متعلق دس قواعد ذکر فرماتے ہیں، جن میں پانچواں قاعدہ یہ بیان فرماتے ہیں:

''اسی طرح دونوں اقوال میں سے ایک ظاہر الروایہ ہو تو اسے دوسرے قول پر مقدم کیا جائے گا، والیك نصه: ''الخامس: ما اذا كان احدهما ظاهر الرواية فيقدم على الآخر''۔

اور رہا یہ سوال کہ صاحب درنے نادر الروایہ کو فرمایا کہ علیہ فتوی اکثر الفقہاء اور صاحب عنایہ نے ظاہر الروایہ کو فرمایا وعلیہ اکثر الفقہاء تو عمل کس پر ہو گا؟ تو بحر رائق کے حوالہ سے مسلمہ قاعدہ بیان فرمایا گیا ہے کہ:

''الفتوى اذا اختلفت كان الترجيح لظاهر الرواية (ج:۳،ص:۳۸۸)

وفيه من باب المصرف:

''اذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع اليه

(ج:۲،ص:۴۳۶)

غور فرمائیں! صرف جائز نہیں کہا گیا ہے بلکہ اختلاف فتوی کی صورت میں ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہے۔

پھر یہ بھی ایک ضابطہ ہے کہ امام کے ظاہر الروایہ والے قول سے صاحبین کے قول کی طرف عدول ہرگز جائز نہیں الا لضرورۃ،

اگر چہ مشائخ نے تصریح کر دی ہو کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے حالاں کہ یہاں تو قول صاحبین بھی امام ہی کے ساتھ ہے تو کیوں کر اس کا خلاف قابل قبول ہو۔

لا يعدل عنه الى قولهما او قول احدهما او غيرهما الا لضرورة۔۔ وان صرح المشائخ بان

الفتوی علی قولھما (مقدمہ رد المحتار، ص:۷۷)

سرکار اعلیٰ حضرت واضح طور پر فرماتے ہیں: ''شہر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں اس کے سکان جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ تندرست نہ سما سکیں، ہمارے ائمہ ثلثہ رحمھم اللہ تعالی سے ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے اور جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے مرجوع عنہ اور متروک ہے کمافی البحر الرائق والخیریۃ ورد المحتار وغیرھا اور فتوی جب مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے''۔

اقول: محققین تصریح فرماتے ہیں کہ قول امام پر فتوی واجب ہے اس سے عدول نہ کیا جائے اگر چہ صاحبین خلاف پر ہوں اگر چہ مشائخ مذہب، قول صاحبین پر افتا کریں۔۔۔۔۔ تو جہاں قول صاحبین بھی امام ہی کے ساتھ ہے، ایک روایت نوادر صرف بوجہ اختلاف فتاوی متاخرین کیوں کر معمول و مقبول اور ائمہ ثلثہ کا ظاہر الروایۃ میں جو ارشاد ہے متروک و لائق عدول ہو؟۔۔۔ ظاہر ہے کہ اس روایت غریبہ کی تعریف بہت سے چھوٹے چھوٹے مزرعوں پر صادق، جنھیں کوئی مصر جامع یا مدینہ نہ کہے گا۔۔۔۔۔ تو اس قول کا اختیار اصل مذہب سے عدول ہے اور اس کے ماخذ کا صریح خلاف ہے اور گویا مخالفوں کے اس اعتراض کا پورا کر لینا ہے کہ حنفیہ نے یہ شرط بے توقیف شارع اپنی رائے سے لگالی، اس کے سوا عند التحقیق اس پر بہت اشکال وارد ہیں جن کی تفصیل کو دفتر درکار ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ وہ پاک مبارک دو شہر جس کی مصریت پر اتفاق ہے اور ان میں زمانہ اقدس سید عالم ﷺ سے جمعہ قائم یعنی مدینہ و مکہ زادھما اللہ تعالی شرفاً و تکریماً اس تعریف کی بنا پر وہی شہر ہونے سے خارج ہوئے جاتے ہیں۔۔۔۔ تو اس کی بے اعتباری میں کیا شبہ ہے،''

(فتاویٰ رضویہ، ج:٦، ص:۱۹۷۔۱۹۸، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی)

معترض صاحب بنظر انصاف، سطور بالا کو ملاحظہ کریں، بالخصوص اعلیٰ حضرت کی تحریر، تو چشم کشا ثابت ہو سکتی ہے اور اگر نہ ہو تو عرض ہے کہ: ؎

گر نہ بیند روز روشن شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

قولہ: ”اعلیٰ حضرت کی خط کشیدہ عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ روایت نادرہ کے مطابق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے نزدیک ان کی نماز جمعہ صحیح ہے، نیز یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اس فتوے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے روایت نادرہ پر صحت جمعہ کا حکم صادر فرمایا“۔

اقول: ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“۔ دراصل معترضین و مخالفین نے فی زماننا ایک نیا طریقہ اپنے زعم میں بڑا شان دار ایجاد کیا ہے کہ فتاوی رضویہ کی مخالفت خود فتاوی رضویہ سے کی جائے، نام فتاوی رضویہ کا ہی لیا جائے اور عمل فتاوی رضویہ کے خلاف کیا جائے اور وہ یوں کہ بات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر، آگے پیچھے سے قطع وبرید کر کے، سوال وجواب کی مناسبت کو پوشیدہ کر کے اور بات کو توڑ مروڑ کر محض اپنے تاریک موقف کی تائید میں پیش کر کے دعوی کیا جائے کہ اعلیٰ حضرت کے فتاوی کی روشنی میں ہے، تاکہ مخالفت امام کا الزام بھی نہ لگے اور بات مؤید بھی ہو جائے حالاں کہ ان کا اعتراض در حقیقت ہم جیسوں پر نہیں بلکہ اصل اعتراض امام اہل سنت علیہ الرحمہ ہی پر ہے جیسا کہ کچھ تو گزشتہ سطور سے واضح ہوا اور کچھ آیندہ سطور میں روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا۔ اعلیٰ حضرت کی سابقہ عبارت سے واضح ہوا کہ جن کی عبارتوں کو مخالفین اپنا مبلغ استناد و منتہاے استمداد سمجھ رہے ہیں اس کے راقم خود بالتصریح ان جیسوں کا رد بھی فرماتے ہیں اور ان کے شبہات کے قاطع و قامع بھی ہیں، اس کے بعد بھی اس مسئلہ یا اس جیسے دیگر مسائل میں سیاق و سباق سے کاٹ کر اعلیٰ حضرت کی عبارتیں پیش کرنا کیا تدلیس ودھوکا دہی اور توجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل کی قبیل سے نہیں؟ یا معارضین یہ سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت خود اپنی عبارتوں کا مطلب نہیں سمجھتے یا انہوں نے جان بوجھ کر لوگوں کو وہم و تردد میں مبتلا کر دیا یا انہوں نے اپنی عبارتوں کو سمجھنے کے لیے لوگوں کو آپ حضرات کے ذمہ چھوڑا ہے اور ابھی تک نہ صدر الشریعہ سمجھ پا رہے تھے نہ مفتی اعظم اور نہ تاج الشریعہ نہ دیگر اکابرین یہاں تک کہ آپ حضرات جلوہ آراے دنیا ہوئے اور انہی کے کلام سے وہ ساری باتیں استنباط واستخراج کیں جو وہ بھی نہیں جانتے تھے۔ والعیاذ باللہ تعالی من ذلک۔ ے

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

سرکار اعلیٰ حضرت کے صریح وواضح اور محکم فتاوی کو چھوڑ کر ایک ایسے فتوے (جس میں پہلے سے پڑھتے آرہے لوگوں کو منع نہ کیا گیا ہو کہ روایت نوادر میں ان کے لیے صحت بس ہے یا جس مقام کی مصریت میں اشتباہ واقع ہو گیا ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور خاص صورت وضرورت ہو) کو جی جان سے گلے لگانا کسی عاقل کا کام نہیں متبع ہوا کا ہے۔

کیا معترض صاحب فتاوی رضویہ سے کوئی ایک بھی فتوی ایسا لا سکتے ہیں، جس میں اعلیٰ حضرت نے نادر الروایہ کی بنیاد پر جمعہ قائم کرنے کی اجازت دی ہو؟ یا یہ کہا ہو کہ جمعہ اس کا ہمارے نزدیک صحیح ہے۔(بلکہ ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہیں لا سکتے) فتاوی رضویہ چھٹی جلد باب الجمعہ میں جمعہ فی القریٰ کے متعلق چھوٹے بڑے تقریبًا() فتاویٰ ہیں، جن میں سبھی فتوؤں میں جمعہ فی القریٰ کو باطل وناجائز اور غیر صحیح بتایا اور محض دو یا تین فتاویٰ ایسے ہیں جن میں سائل نے سوال میں یا تو یہ ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے گاؤں میں جمعہ پہلے سے پڑھتے آئے ہیں اور دریافت کیا ہے کہ آگے پڑھیں یا نہیں۔(معترض صاحب کے پیش کردہ فتوؤں کا بھی یہی حال ہے)۔اس پر سرکار اعلیٰ حضرت نے پہلے ظاہر مذہب میں اصل حکم بتایا پھر روایت نادرہ ذکر کرکے فرمایا"دربارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتدأً خود انہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا، ایک روایت پر صحت ان کے لیے بس ہے"

پہلے سے پڑھتے آرہے لوگوں کو منع نہ کرنا اور بات ہے اور جمعہ کو قائم کرنے کی اجازت دینا اور بات، تو ان محکمات کو چھوڑ کر متشابہ کے پیچھے پڑنا کیا کجی والے کا کام نہیں؟

(اما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغائ الفتنۃ۔۔۔۔)

عوام کو ایک مصلحت کے پیش نظر منع نہ کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک روایت نادرہ کے مطابق ان کی نماز جمعہ صحیح ہے، بلکہ منع نہ کرنے کا مقصد اپنے آپ کو"أ رایت الذی ینھی عبداً اذا صلی"کی وعید سے بچانا ہے۔

خود اعلیٰ حضرت رد المحتار سے نقل فرماتے ہیں:

"قوله فلا یمنعون افاد ان المستثنیٰ المنع لا الحکم بعدم الصحة عندنا۔ یعنی یہ قول کہ "عوام کو منع نہ کیا جائے" بتلا رہا ہے کہ استثنا "نہ روکنے کا" ہے نہ یہ کہ ہمارے نزدیک عدم صحت کا حکم نہیں۔ آگے فرماتے ہیں:

"ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے۔ وللہ الحمد، یہ عوام کالانعام کے لیے ہے"

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"خود نہ پڑھیں گے، حکم پوچھا جائے گا تو فتویٰ یہی دیں گے، جہاں نہیں ہوتے، قائم نہ کریں گے بایں ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں منع نہ کریں گے"

لیکن منع نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں جو معترض نے سمجھ لیا کہ سرکار اعلیٰ حضرت کے نزدیک نادر روایت پر جمعہ صحیح ہے، بلکہ آپ کے نزدیک حکم عدم صحت کا ہی ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت خود روایت نادرہ پر تعریف مصر کی شناعتیں گنانے کے بعد تصریح فرماتے ہیں:

"یہ تحقیق مسئلہ ہے اور بحمد اللہ تعالی اہل انصاف وعلم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زنہار زنہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں مگر در بارہ عوام فقیر کا طریق عمل ۔۔۔ الی ان قال۔۔۔ ایک روایت نادرہ پر صحت ان کے لیے بس ہے (نہ کہ ہمارے نزدیک) وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے مشاہدہ ہے کہ اس سے روکیں تو وقتی چھوڑ بیٹھیں گے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

"أریت الذی ینهی عبداً اذا صلی" الی ان قال۔ ہاں جب سوال کیا جائے۔۔۔ الخ۔"

کیوں معترض صاحب! اب سمجھ میں آیا کہ کیوں کہا گیا کہ ایک روایت پر ان کے لیے صحت بس ہے؟

کہاں یہ احتیاط اور کہاں وہ سرکشی کہ جہاں ظاہر مذہب پر عمل ہو رہا ہے وہاں دیدہ ودانستہ بند

کرادیا جائے، یہ ہمارے مذہب میں اشد کبیرہ نہیں تو اور کیا ہے؟؟ اعلیٰ حضرت بتا چکے کہ سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے۔

فتاویٰ رضویہ ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، کی ج:۶، ص:۱۹۴، میں ہے:

"جمعہ میں اس کے سبب جو ظہر نہ پڑھیں ان پر تو فرض رہ گیا، ترک فرض اگرچہ ایک ہی بار ہو خود کبیرہ ہے اور جو بزعم خود احتیاطی رکعات پڑھیں تو وہ تارک جماعت تو ضرور ہو گئے اور جماعت مذہب معتمد میں واجب ہے، جس کا ایک بار ترک بھی گناہ ہے اور متعدّد بار ہو کر وہ بھی کبیرہ"

سنا معترض صاحب! کیا اعلیٰ حضرت کو نہ معلوم تھا کہ نادر الروایہ میں جمعہ صحیح ہے تو کیوں کر ظاہر الروایہ پر مرتب کر کے حکم متعدّی کیا جا رہا ہے اور کبیرہ کہا جا رہا ہے؟؟

ہم پر یہ اعتراض کہ اشد کبیرہ کیوں کہا؟ معترض صاحب ذرا آنکھیں پھاڑ کر سرکار اعلیٰ حضرت کی اس چشم کشا تحریر پر ایک بار پھر نظر ڈالیں، فرماتے ہیں:

"ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے۔ وللہ الحمد۔ یہ عوام کالانعام کے لیے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے، تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح و فتویٰ کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوعہ عنھا غیر صحیح کی بنا پر ان جہال کو کوردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں، یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور ان جہلا کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔ نسأل اللہ العفو و العافیۃ۔" (رضویہ: ج:۶، ص:۲۷۳)

غور فرمائیں گاؤں میں نادر الروایہ کے مطابق فتویٰ دینے والوں کو امام اہل سنت فرماتے ہیں:

"کہ وہ نام نہاد عالم ہیں، مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالنے والے ہیں تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح و فتویٰ کو پیٹھ دکھانے والے ہیں، مخالف مذہب ہیں اور ان سب سے بڑھ کر فرمایا جہال کے گنہ کے ذمہ دار ہیں۔

یہ اس کی تعریف و توصیف ہو رہی ہے جو باب الجمعہ فی القریٰ میں ظاہر الروایہ کے خلاف فتویٰ دے کر جمعہ قائم کرائے، نہ کہ اس کی جو جمعہ قائم کرانے کے لیے برسوں سے بلا اختلاف ہو رہی ظہر باجماعت کو بند کرائے، یقیناً جب یہ کبیرہ ہوا تو وہ ضرور اشد کبیرہ ہی ہوگا۔

کیوں معترض صاحب! کیا ان سطور میں اپنا چہرا نظر نہیں آرہا، سچ بتائیں کیا یہ کلمات آپ جیسوں پر صادق نہیں آتے، اس پر پھر امام اہل سنت ہی کی عبارتوں کو اول و آخر سے قطع و برید کر کے اپنے فاسد مقصد برآری کے لیے استعمال کرنا، کیا خیانت اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھوکنا نہیں؟

اسی ایک باب میں ہی یہ معاملہ نہیں بلکہ مسائل جدیدہ کی تحقیق کے نام پر ایسے ایسے گل کھلائے جارہے ہیں کہ الاماں والحفیظ۔

اعلیٰ حضرت کے مذکورہ اقوال سے بلاشک وشبہ واضح ہوگیا کہ مفتی اپنے مذہب کے مطابق حکم دیتا ہے اور وہی اس پر واجب ہے، اگر اس کی رعایت نہ کی جائے تو امان ہی اٹھ جائے جس کو جو من چاہے اور جس کے قول پر خواہش ہو عمل شروع کردے، اسی کو فتوے میں اتباع ہوا سے تعبیر کیا گیا تھا۔ اور یقیناً یہ اتباع ہوا ہی ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ظاہر الروایہ کے بالمقابل نادر الروایہ اور قول راجح کے متوازی قول مرجوح بمنزلہ عدم ہے۔ ایسا ہی امام ابن قطلبوغا نے تصحیح القدوری (ص:۱۳۰) میں، علامہ ابن حجر مکی نے الفتاویٰ الکبریٰ (ج:۴،ص:۳۲۱) میں، شیخ ابراہیم ابن فرحون یعمری مالکی نے تبصرۃ الحکام (ج:۱،ص:۵۲) میں اور امام ابوعمرو ابن الصلاح نے ادب المفتی والمستفتی (ص:۱۲۵) میں فرمایا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

نیز ایسا ہی سرکار اعلیٰ حضرت نے اسی روایت نادرہ پر فتوی دینے کے تناظر میں البحر الرائق، فتاوی خیریہ، رد المحتار اور در مختار کے حوالے سے اسے کالعدم قرار دیا ہے، کہیں فرماتے ہیں وہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ امام کا قول ہی نہیں یعنی کالعدم ہے، کہیں فرماتے ہیں جو ظاہر الروایہ سے خارج وہ نہ امام کا مذہب ہے نہ قول اور کہیں پر اسی تناظر میں فرماتے ہیں کہ قول مرجوح پر فتوی دینا جہالت اور خرق اجماع ہے (فتاوی رضویہ: ج:۶، ص:۲۷۰۔۲۷۱)۔

قولہ: ”کیا اعلیٰ حضرت کے اس فیصلہ کن ارشاد کے بعد بھی کسی اختلاف وانتشار کی حاجت ہے“؟

اقول: بے شک نہیں، لیکن ماسبق تقریرات کو مطالعہ وملاحظہ کرنے کے بعد یہ سوال آپ

خود سے کریں۔

قولہ:"نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے جمعہ فی القریٰ سے متعلق متعدّد سوال ہوئے۔۔الخ"۔

اقول: جتنے بھی سوال ہوئے سب میں فرمایا کہ جمعہ گاؤں میں جائز نہیں اگر پڑھیں گے گنہ گار ہوں گے اور نہ صرف ایک گنہ بلکہ متعدّد، جن میں فرض ظہر باجماعت ترک کرنا بھی شمار کرایا۔ جدالممتار میں فرماتے ہیں:

" اقول: بل فیه خمس کراهات احدها: هذه و الثانیه: الاشتغال بما لا یصح ۔۔و الثالثة: ترك فرض الظهر او جماعته وهي واجبة، الرابعة اعتقاد العوام ان الجمعة فريضة عليهم في القرى و الخامسة صلاتهم الظهر فرادى مجتمعين مع عدم المانع وهذه شنيعة اخرى غير ترك الجماعة فان من صلى في بيته منعزلا عن الجماعة فقد ترك الجماعة و ان صلوا فرادى حاضرين في المسجد في وقت واحد فقد تركوا الجماعة و اتوا بهذه الشنيعة زيادة عليه، فافهم"

(ج:۳،ص:۵۸۱)

کیا یہ ظہر باجماعت ادا کرنے کا کا حکم نہیں دیا جارہا؟؟ جب ظہر باجماعت ترک کرنے پر گنہ کا حکم دیا جارہا ہے تو اس سے صاف مفہوم یہی ہے کہ ظہر باجماعت کو ادا کرنے کا انہیں حکم ہے۔

قولہ: اؤ کان ظاهر الروایة۔۔۔۔اس شعر سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ وہی ظاہر الروایہ واجب الاتباع ہے جس کے خلاف روایت عند الفقہاء مرجح نہ ہو"۔

اقول: یہ خود ساختہ قاعدہ ہے یا ائمہ سے اس کی تائد میں کوئی نص بھی ہے؟ ضابطہ صرف اسی قدر نہیں بلکہ وہ ظاہر الروایہ بھی واجب الاتباع ہے جس کے خلاف روایت بھی مرجح ہو، اور اس ظاہر الروایہ کی بھی ترجیح کی گئ ہو یعنی ترجیح میں اختلاف و تعارض ہو، جیسا کہ البحر الرائق، رد المحتار اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ سے گزرا کہ تصحیح ور ترجیح میں تعارض کے وقت ترجیح ظاہر الروایہ کو ہوگی، اور فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایہ پر عمل واجب، الفتوی متی اختلفت فالمصیر الی ظاهر الروایة۔ معترض صاحب جس روایت کو مرجح کہہ رہے ہیں، امام اہل سنت اسی کو بالتصریح فرماتے ہیں:

"نہ مذہب امام است، نہ قول صاحبین بلکہ روایت نادرہ مرجوحہ است وحاجت باو نیست"

(ص:۳۱۳۰)

مرجوح ہونے کی وجہ کیا ہے جب کہ فقہا سے اس کی ترجیح وتصحیح منقول بلکہ اکثر فقہا کا اس پر فتوی ہونا مذکور؟؟ وجہ وہی ہے کہ "اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاهر الرواية و الرجوع اليه"

قولہ: اے کاش علامہ شامی کی درج ذیل عبارت پر نظر ڈالی گئی ہوتی تو۔۔۔الخ۔

اقول: کاش! علامہ شامی کے اس قاعدے پر بھی نظر ہوتی :

و في سواهما اعتمد ما أخروا
دليله لأنه المحرر
كذا إذا ما واحد قد عللوا
له و تعليل سواه أهملوا

اور اس قاعدے کی رو سے امام شامی کے مؤخر قول مع دلیل کو دیکھا ہوتا اور صاحب شرح منیہ کا قول "هذا هو الاصح" غنیہ شریف میں آیا ہوتا اور قاعدہ مسلمہ کہ "تصحیح وترجیح میں تعارض کے وقت ظاہر الروایہ کو ترجیح ہوگی" کو سمجھا ہوتا تو یہ اعتراض کرنے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑتی۔

نیز امام شامی کے رد المحتار میں روایت نادرہ کے ذکر کے بعد یہ فرمانے ("قال ابو الشجاع: هذا احسن ما قيل فيه وفي الولولاجية۔۔۔الخ") سے معترض صاحب آخر کیا سمجھ رہے ہیں؟ آیا یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ قول، امام شامی کا معتمد یا منقول فی المذہب ہے؟ بر تقدیر اول، وہ صریح خطا پر ہے، (اس کی کچھ وضاحت تو اوپر گزر چکی کہ معتمد، قول اخیر ہے) اس لیے کہ کسی عالم غیر مجتہد کے قول یا بحث کو اس کی طرف منسوب کر کے نقل کر دینے کا مفاد اس کا منقول فی المذہب ہونا یا اس قول پر حکم بالجزم ہونا یا اس کا معتمد ہونا نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ یہ فلاں کی رائے یا بعض کی بحث ہے، (حالاں کہ اس کے برعکس امام قاضی خان نے ظاہر الروایہ والے قول پر جزم و اقتصار کیا ہے کما فی فتاوہ)، سرکار اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

"ہمارے لیے (دلیل شرعی) قول مجتہد، صرف ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اس مسئلے کو یونہی نہیں لکھ جاتے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحۃً بتاتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اسی کے ذمہ رہے۔ ولِّ حارّھا من تولی قارّھا اگر احیانا کوئی اسے بطور جزم لکھ جاتا ہے، تو اس پر گرفت ہوتی کہ ساقھا مساق المنقول فی المذھب، یہ مسئلے کو ایسا لکھ گیا گویا مذہب میں منقول ہے، خود اسی رد المحتار وغیرہ میں مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہو جائے گا۔۔۔" (ج:٦، ص:٣٠٦) یہاں بھی امام شامی نے وہی طریق برتا ہے۔

یا معترض صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارا یہ قول، فلاں فلاں امام وفقیہ کا مختار ہے لہذا ہم اس پر عمل وفتوی دیں گے؟؟ تو اس کو امام ابو عمرو ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان سننا چاہیے:

"اعلم ان من یکتفی بان یکون فتواہ او عملہ موافقا لقول او وجہ فی المسئلۃ ویعمل بما شاء من الاقوال والوجوہ من غیر نظر فی الترجیح فقد جھل وخرق الاجماع"

(ادب المفتی والمستفتی، المسئلۃ الخامسۃ عشرۃ، فصل احکام المفتین، ص:١٢٥)

یعنی جو کوئی کسی مسئلہ میں اس بات کو کافی سمجھتا ہو کہ اس کا فتوی یا عمل کسی قول یا وجہ کے موافق ہو جائے اور وہ سبب ترجیح میں غور وفکر کیے بغیر، اقوال ووجوہ میں سے جس پر چاہے، عمل کرے وہ نرا جاہل اور اجماع کے خلاف کرنے والا ہے۔ لگے ہاتھوں امام شامی کا یہ فرمان بھی سنتے چلیں:

"فاذا نظر قلیل الاطلاع و رای المسئلۃ مسطورۃ فی کتاب او اکثر، یظن ان ھذا ھو المذھب، ویفتی بہ، ویقول: ان ھذہ الکتب للمتاخرین الذین اطلعوا علی کتب من قبلھم و حرروا فیھا ما علیہ العمل ولم یدر ان ذلک اغلبی و انہ یقع منھم خلافہ" (رسم افتاء، ص:٦٢)

قولہ: "روایت نادرہ مرجحہ پر عمل کرنے۔۔۔۔۔۔الخ"۔ یہ محرر کا اپنا نظریہ ہے یا اکابر فقہا کی عبارت سے ماخوذ ہے؟

اقول: ہرگز ہمارا اپنا نظریہ نہیں، لان علینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ۔ اور گزر چکا کہ

ترجیح وتصحیح میں تعارض کے وقت ترجیح ظاہر الروایہ کو ہوگی اور ہم پر ترجیح وتصحیح یافتہ قول کی اتباع لازم، سو وہی کیا اور یہ خود ساختہ نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ جیسے اکبر فقہا کی عبارت سے بے شک ماخوذ ہے، جیسا کہ گزشتہ اوراق میں نقل ہو چکا کہ فرمایا:

"ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے جو اپنا مذہب ہے۔۔۔۔الخ، وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب۔۔۔۔۔۔الخ، یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور ان جہلا کے گنہ کے ذمہ دار ہیں"۔

قولہ: "نیز یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مرکزی دارالافتاء۔۔۔۔۔۔الخ"۔

اقول: مجلس شرعی مبارکپور کے مباحث فقیر کی نگاہ میں نہیں مگر یقین ہے کہ معترض صاحب کا یہ دعویٰ بھی مع قطع وبرید، ادھورا و ناقص ہوگا اس لیے کہ حضرت تاج الشریعہ، فقیہ ملت اور علامہ صاحب نے کہیں اور کبھی اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ میں نادر الروایہ پر فتویٰ نہیں دیا، بلکہ فتاویٰ تاج الشریعہ میں درجنوں فتاویٰ شاہد عدل ہیں کہ آپ نے روز جمعہ بعد رکعتین با جماعت ظہر پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ہے، اسی طرح فتاوی فیض الرسول اور ایسا ہی فتاوی مفتی اعظم میں ہے۔

قولہ: "اس میں نماز جمعہ کے بعد ظہر با جماعت ادا کرنے کا کوئی حکم صادر نہیں کیا"۔

اقول: عدم ذکر، ذکر عدم نہیں، (ضرور ضمنا ہوگا) بلکہ اس سلسلہ میں جب ہم نے، حضرت قاضی شہید عالم صاحب سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے۔

"توضیح مجمل" کے عنوان سے اس بحث کو منقح فرما دیا ہے۔ واللہ تعالی علم۔

قولہ: "ہندوستان میں۔۔۔الخ"۔

اقول: اسی لیے تو جہاں نماز جمعہ پہلے سے ہو رہی وہاں منع نہیں کیا جاتا جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: "دربارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے۔۔۔۔۔۔الخ"۔ لیکن جہاں ظاہر الروایہ پر عمل کیا جا رہا ہو وہاں بند کرانا جائز نہیں۔

قولہ: "غیر ضروری اختلاف کو آگے نہ بڑھایا جائے یہی اس امت کے لیے بہتر ہے۔۔۔"

اقول: بڑھا کر کہتے ہیں نہ بڑھائیں، اس کا مفہوم مخالف یہی ہوا کہ ہماری بات مان لو اسی

میں اس امت کی عافیت اور یہی اس امت کے لیے بہتر ہے۔

قولہ: ”یہ ہمارا موقف تھا۔۔۔۔۔الخ“۔

اقول: بے شک یہ آپ کا ہی موقف ہے مگر اکابر فقہا، محتاطین کے موقف سے کوسوں دور ہے بلکہ اعلیٰ حضرت کے مطابق یہ موقف مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالنے والا ہے، تصحیحات جماہیر ترجیح وفتویٰ کو پیٹھ دکھاتا ہے اور خلاف مذہب ہے۔

قولہ: ”عوام اہل سنت کے قلوب واذہان روشن ہوں گے“۔

اقول: اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ظاہر مذہب کے خلاف آزادانہ فتاوی جاری کرکے امت کو آسانی پہنچانے کے نام پر، تاریک موقف سے انکے قلوب واذہان کو منور کیا جائے گا تو عرض ہے کہ عوام کالانعام جو فی زماننا خواہشات کی پیروی میں لگی ہوئی ہے، اس کے عمل کو سمجھنا کہ ہمارے فتاویٰ پر عمل کرکے ان کے قلوب واذہان روشن ہورہے ہیں، نری جہالت وحماقت ہے۔ آپ کے فتاویٰ پر عمل نہیں ہورہا بلکہ طبیعت پر عمل ہورہا ہے، اتفاق سے آپ کے فتاویٰ ان کی طبیعت کے موافق ہوگئے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ عوام دینی شرعی احکام میں کس قدر کاہل وسست اور بے احتیاط ہوچکی ہے۔ نہ نماز کے قیام کا اہتمام، نہ اسلامی وضع وقطع کا التزام۔ نہ سنت مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کا خیال نہ شرعی احکام کی پرواہ۔

مثال کے طور پر فی زماننا عوام عموماً ایک مشت داڑھی رکھنے سے گریزاں ہے، اب اگر کسی جواز کے قائل کا فتویٰ ان کی نظر سے گزرے گا تو وہ ان کی طبیعت کو بے شک تسکین پہچانے والا ہوگا، اب اس سے یہ سمجھنا کہ عوام ہمارے فتوے پر عمل کرتی ہے، غلط ہے۔ وہ اپنی طبیعت پر عمل کررہی ہے، آپ کا فتویٰ اس کی طبیعت کے مطابق ہوگیا ہے۔ اسی وجہ سے فقہا نے اس کو اتباع شرع نہیں اتباع ہوا کہا ہے۔

قولہ: ”نوٹ۔۔۔الخ“۔

اقول: اول وآخر سے قطع وبرید، سیاق وسباق ولحاق سے غیر مربوط، یہاں وہاں کی عبارتیں اپنے تاریک موقف کی تائد میں جمع کرکے دعویٰ کیا جائے گا کہ فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں ہے جب

کہ وہ اندھیرے میں بھی نہیں ہوگا۔

الحمدللہ حق باحسن وجوہ واضح ہو گیا، امید کرتا ہوں کہ اب نادر الروایہ کی بنیاد پر گاؤں گاؤں قریہ قریہ عام حالت میں نہ نیا جمعہ قائم کرانے کا حکم دیا جائے گا اور نہ ظہر باجماعت بند کرانے کا اور دوسروں کو بھی عام حالت میں ظاہر مذہب کی مخالفت سے باز رہنے کی ہدایت دی جائے گی۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

# تصدیقات ــــــــــــــ علمائے کرام

**حضرت علامہ مولانا مفتی شفیق احمد شریفی صاحب قبلہ مدظلہ العالی** (قاضی شہر الہ باد)

۹۲/۸۶

مخدوم گرامی نازش علم وفن حضرت مفتی ارسلان رضا قادری ازہری زید مجدہٗ !

السلام علیکم والرحمۃ۔ مزاج شریف؟

راقم السطور نے دیہات میں نماز جمعہ کے بعد باجماعت اقامت ظہر سے متعلق دونوں فتاوے بالاستعاب پڑھے مجمل بھی اور مفصل بھی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کے بعد کچھ لوگ اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ اب مرکز اہل سنت بریلی شریف میں کوئی تحقیقی کام کرنے والا نہیں ہے اور وہ لوگ تحقیق جدید کا سہارا لے کر بے لگام سے ہو گئے ہیں، وہابیوں کے فیصلے کو دیکھ کر مرعوب ہو جاتے ہیں اور انہیں کے نقش قدم پر چل کر نئے نئے مسائل میں الفاظ و انداز بدل کر داد تحقیق حاصل کرنا چاہتے ہیں، ان شا اللہ تعالی آپ کا مفصل جواب انہیں آئندہ تحقیق اعلیٰ حضرت کے خلاف قلم اٹھانے سے بار بار سوچنے پر مجبور کرے گا۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالی آپ کی تحقیقات علمیہ کو مستحکم سے مستحکم بنائے اور حضور تحسین ملت و حضور تاج الشریعہ علیہما الرحمۃ والرضوان کے علم کا سچا وارث بنائے۔

آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلی الہ افضل الصلوۃ والتسلیم۔

دعا جو و دعا گو : **مفتی شفیق احمد شریفی**

مرکزی قاضی شہر پریاگ راج۔ ۱۸؍ شعبان المکرم ۱۴۴۳ھ

## حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ناظر اشرف قادری، ناگپور مہاراشٹرا

باسمہٖ وحمدلہٗ ۔

صح الجواب و جواب الجواب ، واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔

مجیب علام نبیرہ اعلیٰ حضرت ، حضرت مفتی محمد ارسلان مدظلہ المنان کا جواب و جواب الجواب شرع مطہرہ کے عین مطابق ہے۔ معترض مصباحی صاحب کے اعتراضات ان کی قلت فہم پر دال، اور جہاں زمانہ دراز سے بعد جمعہ فرض ظہر کی جماعت قائم تھی اس پر قدغن کا مزید وبال، اور ان کا یہ باطل جہال، کہ ہر قری میں صحت جمعہ کے لیے روایت نادرہ پر عمل کرنا بس ہے۔ اور فرض ظہر کا سقوط ہر قری کے ہر کس کے لیے ہے، یہ معترض کا فہم عاطل ہے۔ اور علمی بے بضاعتی کا بین ثبوت ہے۔

جوابات دیتے وقت نبیرہ اعلیٰ حضرت نے مصباحی صاحب کے اعتراضات کی اصل میں قلع قمع فرمایا ہے۔ بادی النظر میں مصباحی صاحب (غلام جیلانی مصباحی) کے اعتراضات کو ملاحظہ کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پڑھے لکھے شخص ہیں، لیکن مجیب علام نے دفع اعتراجات میں وہ درر تحقیق و جواہر دقیق وطرق تفہیم پیش فرمائی ہے اور حتی الوسع مصباحی صاحب کے ذہن وفکر کو حق حقیق کی طرف راغب کرنے کی سعی مطیع فرمائی ہے، یہ نبیرہ اعلیٰ حضرت کا ہی خاص حصہ ہے۔

مولائے کریم کارساز مالک مجیب علام کے علم میں مزید ترقی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوات والتسلیم۔

**محمد ناظر اشرف قادری بریلوی،**

دار العلوم اعلیٰ حضرت، رضانگر، کلنا ناگپور، مہاراشٹر

## حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی، نوری دار الافتاء کاشی پور اتراکھنڈ

باسمہٖ تبارك و تعالی ! نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم !

دیہات میں نماز جمعہ مشروع نہیں، اہل سنت کے یہاں یہ مسئلہ مسلمہ ہے۔ اور جس جگہ دیہات میں نماز جمعہ قائم ہو وہاں نماز ظہر ساقط نہیں ہوگی بلکہ نماز ظہر باجماعت ادا کرنے کا حکم ہوگا۔

۲۳؍ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۶؍ جولائی ۲۰۰۱ء بروز دوشنبہ مبارکہ مرکز اہل سنت بریلی

شریف میں مرکزی دارالافتاء، محلہ سوداگران میں مجلس شرعی بورڈ مبارک پور کے فیصل بورڈ کے زیر اہتمام فقہی سیمینار میں مرشد برحق حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان علیہ الرحمۃ و الرضوان، حضور محدث کبیر دامت معالیہم، فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی، صدر العلماء علامہ تحسین رضا بریلوی، قاضی عبد الرحیم بستوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم، اور دیگر اکابر علماے اہل سنت نے اسی پر جزم فرمایا۔

کچھ سالوں سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ دیہات میں جہاں باقاعدہ نماز جمعہ کے بعد نماز ظہر کا اہتمام ہوتا ہے اور برسوں سے لوگ بغیر اختلاف نماز جمعہ کے ساتھ نماز ظہر پڑھتے آرہے ہیں وہاں امام ابو یوسف کی روایت نادرہ بیان کرکے متفق علیہ مسئلہ کو اختلافی بنانے کی کوشش بے کار کی جارہی ہے۔ اگر اسی طرح شاذ و نادر روایتوں و نصوص کو مستدل بنایا جانے لگا تو شریعت کا مذاق بن کر رہ جائے گا چوں کہ شریعت کے بہت سے مسائل میں شاذ و نادر اقوال اور روایات مرجوحہ، مہجورہ بھی پائی جاتی ہیں تو جس کے جو من میں آئے گا اسی پر عمل کی ضد پر اڑ جائے گا۔ فقہ حنفی میں امام ابو یوسف وغیرہ ائمہ احناف کی بہت سی ایسی روایات ہیں (تفصیل کا مقام نہیں ورنہ بیان کی جاتیں) جو ظاہر مذہب کے خلاف ہیں اب اگر انہیں نادرہ شاذہ پر فتوی دیے جانے لگے تو پھر دین کا خدا ہی حافظ ہے۔

آمدم بر سرِ مطلب: ہمارے سامنے اسی حوالے سے ایک فتوی اور اس فتوے پر بے جا اعتراضات و شبہات پر مشتمل ایک عالم صاحب کی تحریر پھر تحریر کے جواب میں شہزادہ خاندان اعلیٰ حضرت نبیرہ مفسر اعظم، خلیفہ تاج الشریعہ، حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خان حفظہ اللہ الرحمن، سرپرست اعلی رضوی دارالافتاء بریلی شریف، کا مفصل و مدلل مضمون ہے۔

فقیر راقم الحروف تینوں تحریریں بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ مفتی صاحب قبلہ کا اسلوب تحریر اور طرز استدلال، بہت ہی عمدہ اور اپنے جد کریم کی تحریروں کا عکس جمیل ہے۔ موصوف محترم نے اصل مسئلہ کے متعلق شکوک و شبہات کا ازالہ اور استحالات و بے جا اعتراضات کا مسکت و اطمینان بخش جواب دیتے ہوئے امام ابو ایوسف علیہ الرحمہ کی روایت نادرہ، ضعیفہ، شاذہ، مرجوحہ، مہجورہ کے اصل مذہب اور ظاہر الروایۃ کے خلاف ہونے پر جس طرح کلام کیا

ہے اور اصل مسئلہ پر جس طرح دلائل وبراہین کا سہارا لیتے ہوئے توضیح وتشریح پیش کی ہے یقیناً وہ انہیں کا حصہ ہے۔

فقیر راقم الحروف موصوف محترم کی تحریر مستنیر سے متفق اور اصل مسئلہ کا مصدق ومؤید ہے اور ان کے حق میں دعا گو ہے کہ اللہ پاک انہیں اپنے جد کریم کی علمی وراثت عام سے عام تر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو دنیا وآخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے اور ان کے ذریعہ مذہب مسلک کو خوب فروغ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

یکے از گدایان خاندان اعلیٰ حضرت:

**محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی**

نوری دارالافتاء، مدینہ مسجد، محلہ علی خان کاشی پور۔ مورخہ: ۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۴۳ھ

## حضرت علامہ مولانا محمد رابع نورانی بدری صاحب قبلہ، براؤں شریف

۷۸۶ / ۹۲

بعد ماھو المسنون

آپ کا ارسال کردہ نقد ونظر پر مشتمل مقالہ باصرہ نواز ہوا آپ نے معترض کے اعتراضات کے جو جوابات رقم کیے وہ اہل فکر ونگاہ کے لیے لائق مطالعہ مواد ہیں آپ نے معترض کا زبردست تعاقب کیا ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ بہت سی ایسی معلومات بہم کی ہے جو قارئین کے علم میں اضافہ کا باعث ہیں کیونکہ کئی کتابوں کے مطالعہ کے بعد یہ جواب الجواب مرتب کیا گیا ہے جا بجا اشعار نے اس کے حسن کو مزید دوبالا کر دیا مولائے کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کو اعلیٰ حضرت کا سچا جانشین بنائے۔ آمین ثم آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وعلی آلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

**محمد رابع نورانی بدری**

استاذ دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول، براؤں شریف، بڑھیا سدھارتھ نگر

## حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ رضوی قادری

شیخ الحدیث والافتاء الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم، گرسہائے گنج، قنوج

گرامی مرتبت مخدوم ابن مخدوم حضرت علامہ مفتی ارسلان رضا صاحب زید مجدہٗ

مزاج مبارک ؟

آپ کے حکم وایما سے جو فتوی میرے پاس بھیجا گیا اسے دیکھ کر کافی مسرت وشادمانی ہوئی کہ آپ نے نفس سوال کا جواب تعانت و سنجیدگی اور تحقیقی انداز میں تحریر فرمایا ہے ، نیز معترض کے اعتراضات جس سلیقہ بندی سے آپ نے تحریر کیے اور اس کی خبر گیری فرمائی وہ بھی بہت خوب ہے بلکہ اگر اس کو دندان شکن جواب کہا جائے تو بجا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کا دیہات میں جمعہ کے بعد با جماعت ظہر کا حکم فرمانا بھی حق و درست ہے آپ نے اس کے تعلق سے جو بھی لکھا ہے وہ فتاوی رضویہ اور موقف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے عین مطابق ہے ، آپ کی یہ بات میرے دل کی آواز کے موافق معلوم ہوئی کہ جو لوگ آج کل فتاوی رضویہ کے بعض مسائل سے اختلاف کر رہے ہیں وہ اپنی بات اور اپنا موقف فتاوی رضویہ ہی کی بعض عبارات سے ثابت کرنے کی کوشش ودعوی کرتے ہیں ، مثلاً

دیہات میں نماز جمعہ کا جو مسئلہ ہے معترض و مخالف نے اسے اعلیٰ حضرت ہی تحریر سے جائز وروا کر دیا اور خوشی سے جھومنے اچھلنے لگے ۔ اگر یہی بات ہوتی جو معترض کے سمجھ میں آئی تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ عدم جواز کا فتوی کیوں دیتے صرف روایت نادرہ پر جواز جمعی کا فتوی دے کر قل روک لیتے عدم جواز کا قول نہ کرتے نہ اس کی وضاحت و صراحت فرماتے ۔

یوں ہی چلتی ٹرین پر نماز فرض وواجب کا مسئلہ ہے ، اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں نہیں ہوں گی مگر معترض یا مخالف نے اعلیٰ حضرت ہی کی تحریر و تحقیق سے جواز ثابت کرنے کا جو ناخوش گوار فریضہ انجام دیا ہے وہ لائق دید بھی ہے اور قابل حیرت بھی ۔

یوں ہی مزامیر کے ساتھ سماع وقوالی کا مسئلہ ہے ، اعلیٰ حضرت نے مزامیر وغیرہ آلات لہو ولعب کے ساتھ سماع وقوالی کو ناجائز وممنوع لکھا ہے مگر معترض یا مخالف کی ذہانت وفطانت کو داد

دیجیے کہ اس نے بڑی چابک دستی اور کمال عیاری سے اعلیٰ حضرت کی تحریر سے اس کا جائز و مباح ہانا ثابت کیا اور فخر سے دنیا کو بتایا کہ ہم نے اعلیٰ حضرت کے حوالے سے مزامیر والے سماع و قوالی کو جائز وحلال کر دیا ہے۔ اگر یہی بات ہوتی تو اعلیٰ حضرت اسے ناجائز و حرام کیوں لکھتے؟

خدا جانے یہ خود ساختہ محققین اور کس کس مسئلے پر خامہ فرسائی کر کے تحقیق جدید کا فرض ادا کریں گے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ابھی تحقیق جدید کا نشہ کافور نہیں ہوا تو کسی ایسے مسئلے پر اپنا جوہر و فکر و قلم دکھائیں جس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ یا علمائے ہل سنت کی کوئی تحریر و تحقیق موجود نہ ہو۔ پھر یہ کہ اعلیٰ حضرت کی تحقیق و تحریر کو اپنی تحقیق جدید کہہ کر پیش کرنا انصاف و دیانت کا خون نہیں تو اور کیا ہے۔

میرے تاثرات کی تحریر شاید کچھ طویل ہو گئی اس کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔ خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔ فقط والسلام

**محمد عیسیٰ رضوی قادری**

خادم الحدیث والافتاء الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم، گرسہائے گنج، ضلع قنوج یوپی

# مرتبہ اجتہاد کا تعین اور اس کی مشکلات

بمبئی سے ایک صاحب کا مسلسل تقاضا اور اصرار ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت کے درجہ فقہ واجتہاد کا تعین مع دلائل تحریر کردوں، حالاں کہ مجھ جیسا کم علم اس موضوع پر کیا لکھ سکتا ہے، اس پر توفی زمانا بڑے بڑوں کو قلم اٹھانے کی ہمت وجرات ہی نہیں ہونی چاہیے۔

فقہا کی یہ معروف ومشہور تقسیم اور درجہ بندی سب سے پہلے علامہ ابن کمال پاشا رومی (ت ۹۴۰ھ) نے فرمائی تھی، پھر جس نے لیا انہی سے لیا اور بعد والوں میں علما کی ایک بڑی جماعت نے ان کی اتباع کی، مگر بعض محققین کو ابھی اس تقسیم اور بالخصوص اس درجہ بندی میں ہی انتہائی مضبوط دلائل کے ساتھ اختلاف ہے۔ چودھویں صدی ہجری کے حنفی عالم، مفتی الدیار المصریہ علامہ محمد بخیت المطیعی مالکی ثم حنفی (۱۲۷۱ھ-۱۳۵۴ھ) (ہم عصر اعلیٰ حضرت) نے اپنی تصنیف لطیف—"ارشاد اھل الملة الی اثبات الاھلة" کے خاتمے میں طبقات فقہا اور ان کی درجہ بندی پر سیر حاصل تنقید فرمائی ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ یہ طبقات اور تقسیم اور فقہا کی یہ تعیین، ظنی اور اجتہادی نوعیت کی ہے، کسی بھی فقیہ کو کم درجے پر درج کردینا اور کسی کو اعلیٰ درجے پر، یہ تقسیم اور حد بندی کوئی مقطوع یا غیر مبدل نہیں بلکہ علما وفقہا کو اس میں دلائل قاہرہ کے ساتھ کافی اختلاف ہے، لہٰذا مناسب معلوم دیتا ہے کہ پہلے اس تقسیم اور درجہ بندی پر علامہ بخیت المطیعی کی جو تنقیدات وتعرضات ہیں، اس میں سے کچھ ملخص کرکے یہاں نقل کردوں، (اور جسے تفصیل درکار ہو وہ ان کی مذکورہ کتاب کا خاتمہ از ص:۳۶۲ تا ص:۳۰۷، ملاحظہ کرے) پھر اپنے مدعا پر آوں تاکہ قارئین کرام اندازہ لگا سکیں کہ جب پہلے والوں کا اپنے متقدمین کی درجہ بندی کرنا اس قدر مشکل امر ہے اور اس پر قوی ایرادات واعتراضات وارد ہوئے ہیں، تو بعد والے ناقلین محض کو کسی بڑے فقیہ ومجدد کا درجہ متعیّن کرنا کس قدر مشکل اور دشوار گزار ہوگا۔

علامہ بخیت المطیعی اس تقسیم پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقد ذکرہ التمیمی فی طبقاتہ بحروفہ ثم قال وھو تقسیم حسن جدا مع انہ بعید جدا عن الصحۃ فضلا عن الحسن فانہ تحکم محض و لا سلف لہ فی ھذہ الدعوی و ان تابعہ علیھا من جاء بعدہ ممن حذا حذوہ من غیر دلیل یدل علی ذلك و علی فرض تسلیم ان الفقھاء و المتفقھۃ علی ھذہ المراتب السبع لا نسلم الخطا الفاحش الذی وقع فی تعیین رجال الطبقات و ترتیبھم علی ھذہ الدرجات۔" (ص:۳۶۵)

(علامہ تمیمی نے اس تقسیم کو بہت اچھی تقسیم بتایا ہے باوجودیکہ وہ صحت سے بہت دور ہے چہ جاے کہ اچھی ہو (چہ جاے کہ بہت اچھی) اس لیے کہ یہ تقسیم مجرد تصرف ہے اور اسلاف سے اس دعوے پر کوئی دلیل نہیں اگرچہ بعد والوں نے بغیر دلیل اس پر ان کی اتباع و پیروی کی ہے اور بالفرض اگر فقہا کے ان سات مراتب پر منقسم ہونے کو ہم صحیح مان بھی لیں، تاہم رجال طبقات کی اس تعیین اور ان درجات پر ان کی ترتیب میں ان سے جو کھلی غلطی ہوئی ہے، اس کو ہم ہرگز قبول نہیں کرتے۔)

پھر آگے چل کر رقم طراز ہیں:

کہ علامہ ابن کمال پاشا نے ایک جانب تو امام رازی جصاص کو طبقات فقہا میں چوتھے درجے یعنی اصحاب تخریج میں درج کیا اور یہ درجہ ان مقلدین کا ہے جو اجتہاد پر اصلاً قدرت نہیں رکھتے، علامہ مطیعی کے بقول یہ امام رازی کے ارفع و اعلی مقام کو گھٹانا ہے، "فان شانہ فی العلم جلیل و باعہ ممتد فی الفقہ و کعبہ عال فی الاصول و قدمہ فیھا راسخ و وطئتہ شدیدۃ و بطشہ قوی فی معارك النظر و الاستدلال" (ص:۳۷۳)

وہیں دوسری جانب انہوں نے امام شمس الائمہ حلوانی کو تیسرے درجے یعنی مجتہد فی المسائل قرار دیا، جب کہ یہی امام شمس الائمہ حلوائی مجتہد فی المسائل، امام رازی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ھو رجل کبیر معروف فی العلم و انا نقلدہ و ناخذ بقولہ۔ اہ"

توگویاایک مجتہد (امام حلوانی) ایک مقلد (امام رازی) کے بارے میں کہہ رہاہے کہ ہم ان کی تقلید کرتے ہیں اور ان کی آراواقوال سے استدلال کرتے ہیں توصغری، کبری فٹ کر کے نتیجہ یہ نکلا کہ مجتہد مقلد کی تقلید کرتا ہے یااس کے اقوال سے استدلال کرتا ہے اور یہ باطل ہے۔صرف امام شمس الائمہ ہی کی بات نہیں بلکہ کشف کبیر میں امام رازی کے بارے میں وہ بات کہی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام رازی، امام ابومنصور ماتریدی سے زیادہ بڑے فقیہ تھے۔

نیز یہ کہ امام قاضی خان (جنہیں مجتہد فی المسائل کہا گیا ہے) باب توکیل بالخصومہ میں فرماتے ہیں:

"یجوز للمراۃ المخدرۃ ان توکل وھی التی لم تخالط الرجال بکرا کانت اؤثیبا، کذا ذکرہ ابوبکر الرازی وعامۃ المشائخ اخذوا بما ذکرہ ابوبکر الرازی رحمہ اللہ"۔

اور ہدایہ میں ہے:

"ولو وکلت المراۃ المخدرۃ قال الرازی یلزم التوکیل منھا"

پھر آگے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

"وھذا شئی استحبہ المتأخرون"۔

امام ابن ہمام فرماتے ہیں:

"ھو الامام الکبیر ابو بکر الجصاص احمد ابن علی الرازی، یعنی اما علی ظاھر اطلاق الاصل وغیرہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ، انہ لا فرق بین البکر والثیب والمخدرۃ والبرزۃ، والفتوی علی ما اختاروہ من ذلک"۔

آگے صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ امام رازی کا 'مراۃ مخدرہ' کی تخصیص فرمانا پھر متاخرین کا (ان کی تخصیص کی بنیاد پر) تعمیم کرنا، اس بات کا افادہ کر رہا ہے کہ اس مسئلہ کی سب سے پہلے تفریع امام رازی نے فرمائی تھی، باقی سب نے بعد میں انہی کا اتباع کیا۔(فتح القدیر)

مذکورہ بالاعبارات فقہا کو نقل کرنے کے بعد علامہ مطیعی فرماتے ہیں:

قارئین کرام غور فرمائیں علامہ ابن کمال پاشا، امام قاضی خان کو مجتہد فی المسائل کہتے ہیں،

اور جنہیں وہ مجتہد فی المسائل کہہ رہے ہیں، وہ اور ان کے مشائخ عظام، ان امام ابوبکر رازی کے قول کو اخذ کرتے ہیں جنہیں بقول ابن کمال پاشا اجتہاد پر اصلاً قدرت نہیں، حالاں کہ امام رازی ہی نے سب سے پہلے اپنے اجتہاد سے بر خلاف امام اعظم و امام ابو یوسف و محمد و زفر رحمھم اللہ، اس قول کی یوں تفریع کی اور بعد میں متاخرین نے ان کا اتباع بھی کیا اور ان کے قول پر فتوی بھی دیا۔

”و الیك نصه حیث قال :فانظر الی ابن کمال باشا کیف عد قاضی خان من المجتهدین فی المسائل و انظر الی قاضی خان کیف یاخذ هو و مشائخه العظام بقول ابی بکر الرازی الذی جعله ابن کمال باشا مقلدا لایقدر علی الاجتهاد اصلا و هو الذی ابتدا بتفریع هذا القول علی خلاف قول ابی حنیفة، و ابی یوسف و محمد و زفر رحمهم الله و تبعه المتاخرون و افتوا بقوله و آراءه“۔

(ص:۳۷۴)

علامہ مطیعی کہتے ہیں:

شاید کہ علامہ ابن کمال پاشا نے ہمارے علما کے قول: ”کذا فی تخریج الرازی“ سے یہ سمجھ لیا کہ امام رازی کا کام محض تخریج ہے، جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب و تلامذہ نے خود تکبیرات عیدین کے متعلق قول سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی یہ تخریج فرمائی کہ اس عدد پر اسے محمول کر کے وہ تیرہ تکبیرات ہوئیں مگر تکبیرات اصلیہ کے اضافہ کے ساتھ، یوں ہی امام شافعی اور ان کے اصحاب و تلامذہ نے محض زوائد پر محمول کر کے اس کی تخریج فرمائی ہے، اسی طرح امام ابوالحسن کرخی نے امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے تعدیل رکوع و سجود کے بارے میں قول کی تخریج کی ہے اور اسے واجب قرار دیا، اور ابو عبد اللہ جرجانی نے بھی اس قول کی تخریج کی اور اسے سنیت پر محمول کیا۔ تو تخریجات کی ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو ائمہ مجتہدین سے واقع و صادر ہوئی ہیں اور وہ ان کے اجتہاد میں قطعاً مضر نہیں، لہذا امام ابوبکر رازی کا تخریج فرمانا انہیں ان کے مرتبے سے نہیں گرا سکتا۔

(مذکورہ بالا تنقید طبقہ ثالثہ و رابعہ کے متعلق تھی، ذیل میں اب طبقہ خامسہ و سادسہ پر تنقید ملاحظہ ہو:۔)

علامہ ابن کمال پاشانے امام ابوالحسن قدوری اور صاحب ہدایہ کو طبقہ خامسہ وسادسہ میں درج کیا اور امام قاضی خان کو مجتہدین میں سے قرار دیا ہے، جب کہ امام قدوری کا وصال ۴۲۸ھ میں ہوا، اور امام حلوانی کا ۴۵۶ھ میں، امام سرخسی کا ۴۹۰ھ کے حدود میں، اور امام بزدوی کا ۴۸۲ھ میں، اور امام قاضی خان کا ۵۹۳ھ میں۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام قدوری از روے سن کے امام حلوانی، امام سرخسی، امام بزدوی، امام قاضی خان وغیرہ سے متقدم ہیں، یہی نہیں بلکہ وہ ان سب سے از روے علم وفقہ کے بھی ارفع واعلی ہیں، تو کیوں کر انہیں مجتہدین فی المسائل میں شمار نہ کیا گیا؟؟

مزید یہ کہ صاحب ہدایہ اپنے زمانے میں مشار الیہ اور معقود علیہ (انتہائی معتبر ومستند، اور مرجع ومرکز) تھے، جواہر وغیرہ کتب میں ہے کہ ان کے معاصرین نے بالاتفاق ان کے فضل وتقدم کا اقرار واعتراف کیا، جیسے کہ امام قاضی خان، امام زین الدین عتابی وغیرہ، اور ان سب نے ان کی بابت کہا:

"انه فاق على اقرانه بل على شيوخه فى الفقه "یعنی صاحب ہدایہ اپنے معاصرین سے ارفع واعلی بلکہ اپنے شیوخ پر بھی فوقیت رکھتے تھے، ان کے معاصرین کو اس بات کا اذعان ویقین تھا۔ تو آخر کیسے ان کا مرتبہ امام قاضی خان کے مرتبے سے گرایا جا سکتا ہے جب کہ صاحب ہدایہ مجتہد کہے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔

پھر یہ کہ علامہ ابن کمال پاشانے فرمایا کہ طبقہ خامسہ والوں کا کام بعض روایات کی بعض پر تفضیل کرنا ہے اور طبقہ سادسہ والوں کے بارے میں کہا کہ وہ محض قوی، اقوی اور ضعیف کے درمیان تمیز کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ اس سے تو یہ محسوس و معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں طبقوں میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔" (ایضًا، ص:۳۷۶،۳۷۷)

آخر میں علامہ مطیعی، علامہ ابن کمال پاشا پر یوں تنقید کرتے ہیں:

"ابن کمال پاشا سلطنت عثمانیہ کے مفتی اور عالم جلیل تھے لیکن اکثر انہیں فقہا کے احوال میں اشتباہ ہو جایا کرتا تھا، کبھی وہ ایک ہی فقیہ کو دو اور دو الگ الگ فقیہ کو ایک کہہ دیا کرتے تھے،

کبھی مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کر دیتے اور بسا اوقات بہت سی کتب کو ان کے مصنفین کے علاوہ کی طرف منسوب کر دیتے، "والعصمۃ للہ وحدہ ثم لرسولہ بعدہ"۔

آگے کہتے ہیں کہ ہم نے علامہ ابن کمال پاشا کی تقسیم پر تنقید اس اندیشے کے پیش نظر کی کہ کہیں ان کی، کی گئی درجہ و حد بندی کو بعد والے ایک ایسی سرحد نہ سمجھ لیں جس سے تجاوز کو نادرست جانیں، یہاں تک کہ جب ان علمائے کبار کا قول ان کو نقل کیا جائے، جن کا مرتبہ ابن کمال پاشا نے گھٹا دیا، تو یہ کہیں اس سے دھوکے میں نہ پڑ جائیں اور کہتے پھریں کہ فلاں فقیہ، طبقہ مجتہدین فی المسائل سے نہیں (اور ہمارے لیے ان کی بات معتبر نہیں) اس لیے کہ علامہ ابن کمال پاشا نے انہیں مجتہدین سے شمار نہیں کیا۔ حالاں کہ بعد والوں میں بہتوں نے ان کی اس تقسیم میں اتباع کیا، جب کہ یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ابن کمال پاشا نے اپنی تقسیم اور درجہ بندی میں فقہائے حنفیہ سے انتہائی اقل قلیل مثالیں پیش کی ہیں، ساتھ ہی جس کا مرتبہ چاہا بڑھا دیا اور جس کا چاہا گھٹا دیا اور ہر ایک کو ان کے صحیح مقام و مرتبے پر نہ رکھا" انتھی۔ واللہ تعالی اعلم۔

قارئین کرام! غور فرمائیں یہ علامہ بخیت المطیعی کی تقسیم فقہا اور درجہ بندی پر کی گئی تنقید کی چند مثالوں کا خلاصہ ہے، مجھ جیسا قلیل الاستعداد طالب علم ہرگز اس لائق نہیں کہ علامہ ابن کمال پاشا کی تقسیم اور درجہ بندی کو محل نظر یا علامہ مطیعی کی تنقید کو راجح قرار دے سکے، ہاں البتہ اپنے بڑوں سے ان کے مذکورہ بالا قوی اعتراضات کو دفع کرنے کی گزارش اور خواہش ضرور کر سکتا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں اس تنقید کو نقل کر کے ہرگز ہمارا مقصد ان کی تنقید کو مقرر کرنا نہیں، بلکہ اس راہ کی دشواریاں دکھانا مقصد ہے کہ یہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں کہ وہ اکابر علما و فقہا کا علم ناپ تول سکے یا اعلیٰ حضرت جیسے جبل علم کا درجہ کمزور دلائل سے متعیّن کر سکے۔ میری ناقص رائے میں سرکار اعلیٰ حضرت کے درجہ اجتہاد کو متعیّن کرنے اور اس موضوع پر لکھنے کا حق بھی صرف اسے ہی ہونا چاہیے جو خود بھی ممتاز درجہ کا فقیہ ہو (یا بر تقدیر صحت تقسیم ہذا، علی الاقل اصحاب تمیز کے درجے پر ہو)، ورنہ ناقلین محض، فقہا کے علم و فضل کا علو کیسے اور کیوں کر ناپ سکتے ہیں۔ ع

نقل والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

بلا شبہ سرکار اعلیٰ حضرت علم و فضل کا کوہ ہمالہ ہیں مگر جس طرح آپ کی مجددیت ہر ایرے غیرے کے اخبار و اقرار سے مسلم نہیں ہوئی بلکہ ان کے زمانے کے اکابرین و معاصرین کے اعتراف و اعلان اور بعد والوں کے دعوی مع دلیل سے ہوئی، یوں ہی ان کے لیے کسی درجہ و طبقے کی تعیین یا توان کے معاصرین و تلامذہ کرتے یا بعد والوں میں اصحاب تمیز یا محققین مع دلائل کرتے۔

فقیر جیسا قلیل الاطلاع بلا تحقیق اور بغیر کسی سابقہ قول کے، کیسے بتا سکتا ہے کہ کوہ ہمالہ زیادہ بلند ہے کہ کوہ کنچن جنگا، ؟ ہمیں اپنی پستی اور دوری سے دونوں ہی بلند نظر آتے ہیں، یہ حق صحیح طور پر اسی کو ہونا چاہیے جسے کسی طرح اس تک رسائی اور اس کی بلندی کی معرفت حاصل ہو سکے، کیوں کہ اس سے پہلے بھی جن فقہا کی درجہ بندی علمانے کی ہے وہ خود بھی استعداد و لیاقت اور علمی مقام و مرتبے کے لحاظ سے بہت بلند رتبہ تھے، اسی معروف تقسیم کو ہی لے لیں، یہ تقسیم سب سے پہلے سلطنت عثمانیہ کے مشہور فقیہ احمد ابن سلیمان رومی المعروف ابن کمال پاشا نے فرمائی، (جیسا کہ گزرا) آپ کا علمی رتبہ اتنا بلند تھا کہ حکومت کی جانب سے بالاتفاق آپ کو شیخ الاسلام کا لقب و منصب عطا ہوا تھا۔

لہذا یہاں بھی یہ کام ما و شما قلیل الاطلاع ناقلین محض کا نہیں ہو سکتا، یہ کام وہی ذی استعداد، فقہ و اصول فقہ میں ملکہ کاملہ و رسوخ تام رکھنے والا ہی کر سکتا ہے جو اصول و قواعد کی روشنی میں تعیین کر سکے کہ اعلیٰ حضرت سے کتنے ایسے نوادرات و تحقیقات و تنقیحات و تدقیقات و زیادات صادر ہوئے ہیں، جس سے ان کا ایک مخصوص مقام متعیّن ہوتا ہے۔

اور جو حضرات علمائے کرام سرکار اعلیٰ حضرت کو مجتہد فی المسائل کہہ رہے ہیں (اگر چہ مجھے اس سے قطعا اختلاف نہیں لیکن بطور بحث و علمی مکالمہ عرض کرتا ہوں کہ) وہ حضرات صرف اسی قدر پر بس نہ کریں بلکہ ایک معتد بہ مقدار میں ان مسائل کو نقل فرمائیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی قول منقول بھی نہ ہو پھر بھی سرکار اعلیٰ حضرت نے انہی کے قواعد کی روشنی میں ان کا حل پیش فرمایا ہو۔ دو چار مسائل بطور نمونہ پیش کرنا اس لیے بھی ناکافی ہے کہ یوں تو ہر بڑے فقیہ

سے اپنے زمانے کے لحاظ سے نوپید وجدید مسائل کا حل اور تحقیق ضرور صادر وواقع ہوئی ہے، بایں ہمہ ان تمام فقہا کو ان چند مسائل کی تحلیل وتنقیح کی بدولت طبقہ مجتہدین فی المسائل میں نہیں شمار کیا گیا، یوں ہی فی زماننا چند مسائل کو بطور نمونہ پیش کرکے اقناعی اعتبار سے سرکار اعلیٰ حضرت کا درجہ متعیّن نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ جب ہم امام احمد رضا کا مرتبہ امام رازی، امام قدوری، صاحب ہدایہ، صاحب کنز، صاحب مختار، صاحب وقایہ وغیرہ سے بھی بلند کہہ رہے ہیں تو اپنی بات کی تائید میں دلائل بھی پھر اسی درجے کے ہونے چاہیے، عقیدت مند تو بلا دلیل بھی مان لے گا مگر غیر عقیدت مند، ناآشنا (بشرطیکہ متعصب نہ ہو) کو منوانے کے لیے دلائل قاہرہ کی ضرورت ہے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان۔

اس سلسلے میں فقیر کے استاذ گرامی علیہ الرحمہ کا ایک عندیہ بھی بالکلیہ نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں ہے کہ ایک موقع پر آپ نے دوران بحث فرمایا کہ:

سرکار اعلیٰ حضرت کی صلاحیت کی طرف نظر کرتے ہوئے حقیقت تو یہی ہے کہ آپ اجتہاد کے درجے پر فائز تھے مگر ادباً اس کا طلاق نہیں کیا جائے، حضرت علیہ الرحمہ کی اس بات میں کافی دم نظر آتا ہے کیوں کہ اگر علامہ ابن کمال پاشا کی اس مشہور تقسیم کو صحیح اور تنقید سے محفوظ مان کر سرکار اعلیٰ حضرت کو ان کی استعداد کی بنیاد پر مجتہد فی المسائل کہا جائے، تو گویا بعبارۃ اخری یہ کہا جارہا ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت امام قدوری، امام مرغینانی، امام رازی، امام حصکفی وغیرہ سے بہت فائق ہیں، کسی سے ایک درجہ، کسی سے دو درجہ اور کسی سے تین درجے اوپر ہیں، کیوں کہ علامہ ابن کمال پاشا نے امام قدوری، صاحب ہدایہ اور امام رازی کو کوئی درجہ اجتہاد ہی نہیں دیا ہے بلکہ غیر مجتہد مقلد کہا ہے جو صرف تمیز یا ترجیح یا تخریج پر قادر ہیں۔ اس مقام پر سرکار اعلیٰ حضرت کو بلا دلیل ان سے افضل واعلی کہنا نفس الامر میں کتنا ہی صحیح کیوں نہ ہو مگر ہم جیسوں کا کھلے بندوں اس کا اطلاق کرنا غالباً ادب کے خلاف بھی ہوگا اور ــ "یہ منہ اور مسور کی دال" کے مترادف بھی۔ کیوں کہ سرکار اعلیٰ حضرت خود فتاوی رضویہ میں جابجا انہی کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں، اور صاف فرماتے ہیں کہ "ان علینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ"۔

یہاں یہ بات بھی بھلانے کے قابل نہیں کہ کسی کے از روے زمانہ متقدم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ از روے علم وفضل بھی متقدم ہو، بے شک فقہا میں تقدم و تاخر زمانی کی قید نہیں کہ فضل الٰہی بہت وسیع ہے، وہ کسی زمان ومکان کے ساتھ نہ مقید ہے نہ اشخاص کے ساتھ مخصوص جیساکہ فرمان باری تعالی اس طرف اشارہ کرتا ہے:

"و ما نریھم من آیۃ الا ھی اکبر من اختھا"۔

یعنی اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے ہیں وہ پہلے سے بڑی ہوتی ہے۔

(اس آیت کریمہ کو اس تناظر میں تلاوت کریں کہ بعض نفوس قدسیہ کو بزرگوں نے آیۃ من آیات اللہ قرار دیا ہے جیسے کہ سرکار اعلیٰ حضرت کو علما آیۃ من آیات اللہ اور معجزۃ من معجزات رسول اللہ کہتے ہیں) لہذا امام قدوری یا امام رازی وغیرہ کا اعلیٰ حضرت سے محض پہلے زمانے میں ہونا ہی ان کے فضل و تقدم کی دلیل نہیں، تو آخر اعلیٰ حضرت کی ان پر یا ان کی اعلیٰ حضرت پر فضل و تقدم کی دلیل کیا ہوگی؟

تو میرے خیال سے اس پر اطمینان بخش اور سیر حاصل گفتگو کرنا از حد دشوار ہے، اس پر پیچ وادی کو عبور کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، یہ کام وہی فاضل دقیقہ رس مفتی و فقیہ ہی کر سکتا ہے جس کا علی الاقل باب رضویات میں بالاستیعاب مطالعہ ہو، اعلیٰ حضرت کی تمام تر تحقیقات و تطفلات پیش نگاہ اور مستحضر ہوں، اور نہ صرف اعلیٰ حضرت کی بلکہ جس فقیہ پر بھی فوقیت ثابت کر رہا ہے یا جس درجہ کی بھی وہ تعیین کر رہا ہے، اس درجہ پر جو فقہا بالاتفاق فائز ہیں ان کی کتب و تحقیقات کا مطالعہ بھی مکمل ہو اور پھر وہ دونوں کا موازنہ کرا کر یہ ثابت کر سکے کہ فلاں فقیہ کا فلاں درجہ اس لیے متحقق ہوا کہ ان میں یہ یہ خصوصیات تھیں اور بعینہ یہی خصوصیات سرکار اعلیٰ حضرت کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں اور کثیر مثالوں سے اپنے دعوے کو مزین و موکد بھی کرے، اس مقام پر دو چار مثالوں سے کام نہیں چلے گا بلکہ مفصلاً مع تنقیح و تحقیق و تدقیق بیان کرنا ہوگا کہ یہ مسائل و احکام اسی نوعیت کے ہیں جو صاحب تحقیق کے اس درجے پر فائز ہونے کی غمازی کر رہے ہیں۔

مثلاً علامہ ابن کمال پاشا کے مطابق امام جصاص، امام طحاوی، امام شمس الائمہ حلوانی اور

امام قاضی خان مجتہدین فی المسائل کے درجے پر فائز ہیں، اب سرکار اعلیٰ حضرت کے اس درجے پر تحقق و استحقاق کو ثابت کرنے کے لیے مذکورہ ائمہ کی خصوصیات اور تفقہ کا موازنہ کرانا پڑے گا، تاکہ کوئی اسے محض عقیدت پر مبنی کلام کہہ کر مسترد نہ کردے بلکہ دلائل کی روشنی میں وہ ایک حقیقت بن کر سامنے آئے جس کے آگے ہر انصاف پسند ذی علم اپنا سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جائے، اور بات صرف عقیدت مندوں کے مابین ہی مسلم نہ ہو بلکہ غیروں کے ایوان میں بھی اس کی دھوم ہو۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت نے جابجا(گویا) مدعی اجتہاد حضرت علامہ عبدالحی فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے فتاوی پر قاہر اعتراضات قائم فرمائے، ایک مقام پر لاجواب و مسکت اعتراضات قائم فرماکر تواضعاو تعلیما فرمایا:

"وللہ الحمد بایں ہمہ حاشانہ فقیر مجتہد ہے نہ ائمہ مجتہدین کے غلاموں کا ادنی پاسنگ، ان کی خاک نعل کے برابر بھی منہ نہیں رکھتا، نہ معاذ اللہ شرع الٰہی میں اپنی عقل قاصر کے بھروسے پر کچھ بڑھا سکتا ہے۔ اس فتوی اور ان دونوں رسالوں میں جو کچھ ہے جہد المقل یعنی ایک بے نوا محتاج کی اپنی طاقت بھر کوشش"

(فتاوی رضویہ، ج:۱۲، ص: ط امام احمد رضا اکیڈمی)

ملفوظات و فتاوی اعلیٰ حضرت میں جابجا علامہ عبدالحی فرنگی محلی علیہ الرحمہ کا رد اسی بنیاد پر ملے گا کہ انہیں ادعاے اجتہاد تھا، وہ کہیں فرماتے:

"قال ابو حنيفة كذا و الحق كذا" کہیں کہتے: "استدلوا لابي حنيفة بوجوه و الكل باطل" اور کہیں یوں گویا ہوتے: "ههنا وهم آخر لصاحب الكتاب"۔ جب کہ یہی مدعی اجتہاد (علامہ عبدالحی فرنگی محلی)، مدعی تقلید (امام احمد رضا) کی تقلید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کبھی تو ان کے دلائل اپنے خانے میں ڈال کر هذا ما سنح لی فرماتے دکھتے ہیں۔ اس لطیفہ کو خود سرکار اعلیٰ حضرت کی زبانی سماعت کریں، فرماتے ہیں:

"یہ چمکتی ہوئی دلیل جسے مولوی صاحب نے گل سرسبد بنایا اور آخر میں ھذا ما سنح لی فرمایا، یعنی یہ وہ ہے جو اچانک میرے خیال میں آیا۔ مولوی صاحب کی اپنی سعی بازو نہیں بلکہ اسی فقیر بارگاہ قدیر غفرلہ کے فتوی سے اخذ کی ہے۔۔۔(ایضا:۷۶۲)

پھر کچھ صفحات بعد انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ اس دعوی اجتہاد کارد کرتے ہوئے اور اجتہاد کے ذروہ شامخہ کی بلندی دکھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایسے گراں مایہ اجتہاد پایہ حضرات (مدعیین اجتہاد مثل مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی) کسی مسئلہ میں ابوحنیفہ کے گدایان در کے غلامان غلام کے خاک پا کے زلہ رباوں کے خوشہ چیں (احمد رضا) سے خلاف کریں تو اپنے لیے دلیل اسی (احمد رضا) سے سیکھیں اور وہ بھی جس روش پر اس نے ادا کی ادا نہ کر سکیں، پھر اس نے جو اس کے جواب دیے، ان سے عہدہ برآنہ ہوں، اس کے کلام کے فوائد و مقاصد تک نہ پہنچیں ، اکثر سے سکوت کریں اور بعض کا جواب محض نا صواب دیں، طولانی تقریر فرمائیں جس کا فقرہ فقرہ جملہ جملہ والکل باطل کے رنگ میں رنگا ہوا، ایک ایک لفظ ایک ایک حرف ھھناوھم آخر کا ویرا پڑا ہو۔ یہ امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ مالک الازمہ نائل العلم من الثریا ابو حنیفہ اور ان کے چھوٹے بیٹے امام ربانی محرر المذہب محمد بن حسن الشیبانی رضی اللہ تعالی عنھما کی کرامت نہیں تو اور کیا ہے۔ حاشا مولوی صاحب کی کسر شان نہیں چاہتا، وہ ایک وسیع الباع طویل الذراع فاضل طباع ہیں اور فقیر حقیر ایک غریب طالب علم قاصر القدرہ قلیل المقدار، اپنے مولائے کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کی بشارت عظیم فطوبی للغربی کا بلا استحقاق محض ان کے فضل سے امیدوار، بلکہ مقصود اپنے ائمہ کرام کی کرامت عالیہ کا اظہار ہے وبس۔"

(ایضاص:۷۶۵)

قارئین کرام!

مذکورہ بالا سطور امام کو محض تواضع ومجرد انکساری پر محمول کر کے نظر انداز نہ فرمائیں بلکہ ان کی گہرائیوں میں اترنے کی کوشش کریں، نقل کردہ سطور ایک جلیل القدر فرنگی محلی عالم کے رد میں بطور تواضع تھے، اب ذیل میں دوسرے فرنگی محلی عالم کے رد میں بطور تحدیث نعمت کچھ سطور ملاحظہ

ہوں :

سرکار اعلیٰ حضرت ''الطاری الداری'' حصہ سوم صفحہ ۲۱ اور ۲۲ پر پہلے توصاف فرماتے ہیں کہ نقل محض کا نام کوئی تجدید یا اجتہاد نہیں، فرماتے ہیں:

''مسلمین و علما کے درمیان اہم مسائل پیش کرنے سے اگر یہ مراد کہ علما کی خدمت میں سوال کیے اور مسلمین کے سامنے جواب پیش کر دئے تو یہ کون سی تجدید ہے نہ کہ بڑی نہ کہ بہت بڑی، ایک معمولی لیاقت کا آدمی یہ کام کر سکتا ہے، ضرورت وقت کے مسائل علما سے پوچھے اور مسلمانوں میں شائع کرے اور اگر یہ مقصود کہ نہایت مہم مسائل۔۔۔۔الخ (حصہ:۳،ص:۲۲)

یعنی محض فتاوی نقل یا شائع کر دینا کوئی تجدیدی یا اجتہادی نوعیت کا کام نہیں۔ ہاں البتہ نہایت مہم مسائل جو آج تک لاینحل پڑے تھے ان کا حل کر دینا ایک تجدیدی اور اجتہادی کارنامہ ہے۔ بعدہٗ سرکار اعلیٰ حضرت اس کا تدارک اور بطور تحدیث نعمت فرماتے ہیں:

''اب اس حقیر فقیر کا فتاوی ملاحظہ کیجیے! الحمدللہ، الحمدللہ کتنے کثیر و وافر مسائل پائیے گا کہ مضطر تھے اور میرے مولی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے میرے قلم سے مشرح فرما دیے۔''

یہ خود تسلیم فرمایا کہ نہ صرف دو ایک بلکہ کثیر مسائل بلکہ وافر مقدار میں مسائل مہمہ تھے، جو ان کے زمانے تک پیچیدہ و نامنقح پڑے تھے سرکار اعلیٰ حضرت نے اپنی قوت علم و جودت فہم سے انہیں رنگ تنقیح و تنقید دیا اور علما و مسلمین پر ان جدید مدارک نفیسہ کو ظاہر فرمایا۔ تو کیا یہ خود بطور تحدیث نعمت اپنی تجدید و درجہ اجتہاد کی طرف اشارہ نہ ہوا؟

اس مقام پر اسی وجہ سے برصغیر کے بعض بلکہ اکثر علمائے کرام و فقہائے عظام نے سرکار اعلیٰ حضرت کو مجتہد فی المسائل شمار کیا اور یہی نظر باقوال اکابر و جمہور علما حق و صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اور عموماً عافیت و صحت بھی اکثریت کے ساتھ ہوتی ہے اس لیے ہم بھی اس باب جمہور محتاطین علما سے اختلاف رائے نہیں کرنا چاہیں گے (اگرچہ ان کے صریح اقوال نہ ملتے ہوں مگر ان کے اقوال سے اشارتاً اور دلالتاً یہی کچھ ثابت ہوتا ہے، مثال کے طور پر سرکار اعلیٰ حضرت کے معاصر عالم و فقیہ محافظ کتب حرم، علامہ اسمٰعیل مکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تحقیقات اور آپ کا رسالہ ''کفل الفقیہ الفاہم''

دیکھ کر پکار اٹھے تھے:

"لو رای ابوحنیفة نعمان لقرت عینه و جعل مولفه من جملة الاصحاب"

یہ مقام غور ہے کہ انتہائی عظیم وجلیل معاصر عالم فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا کی ان تحقیقات کو امام اعظم ابو حنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور امام احمد رضا کو اپنے اصحاب و تلامذہ میں شامل فرما لیتے، اب غور فرمائیں کہ بہت بعد والے تو سرکار اعلیٰ حضرت کو تیسرے درجے یعنی مجتہد فی المسائل میں شمار کر رہے ہیں، جب کہ ان کے معاصر جلیل القدر عالم کے قول سے اس طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ آپ مجتہد فی المذہب تھے، جبھی تو کہا کہ امام اعظم انہیں اپنے تلامذہ واصحاب میں شامل فرما لیتے اور ان کے تلامذہ میں امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر وغیرہ رحمھم اللہ ہیں جو مجتہدین فی المذہب ہیں اور اگر ان کے اصحاب کہنے سے مراد بعد کے اصحاب ہیں تو مجتہد فی المسائل کی طرف اشارہ ہوا۔ واللہ تعالی اعلم۔

مگر عرض یہ کرنا ہے کہ ماضی قریب کہ جو بزرگ علما اس حد کو متعیّن کر سکتے تھے، ان کا تو کوئی صریح قول منقول نہیں، بلکہ ان کے اقوال سے اشارتاً و دلالتاً یہ ثابت ہوتا ہے، تو اب بعد والوں کو محض پہلے والوں کے کلام کو نقل کر کے یا دو ایک مثالیں پیش کر کے موضوع کے ساتھ ناانصافی نہیں کرنی چاہیے، میرے خیال سے اتنے بڑے درجے کی تعیین میں بطور مثال دو چار چھ مسائل پیش کرنا نہ موضوع کے ساتھ انصاف ہوگا اور نہ یہ طریقہ غیر عقیدت مند کو مطمئن کر سکے گا۔ جہاں سرکار اعلیٰ حضرت فرما رہے ہیں کہ کثیر ووافر مسائل کی تنقیح کی گئی ہے وہاں دو چار مسائل کا ذکر کرنا ناکافی ہے، اسی لیے میں نے شروع میں عرض کیا کہ یہ مقام، مقام تفصیل اور محتاج دلیل ہے اور اس سے انصاف وہی کر سکتا ہے جو بحر تفقہ امام احمد رضا کی گہرائیوں میں اتر کر وافر مقدار میں فقہی جواہر پارے نکال کر لائے اور پھر دعوی مع دلیل کیا جائے کہ سرکار اعلیٰ حضرت مجتہد فی المسائل کے درجے پر فائز تھے۔ ورنہ ؏

دعوی بلا دلیل قبول خرد نہیں

# اعلیٰ حضرت اور علم جفر

**تقریر بموقعہ ۱۰۱واں عرس رضوی، اسلامیہ انٹر کالج بریلی شریف**

حاضرین محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبر کاتہ۔

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین۔

امابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم باسم اللہ الرحمن الرحیم ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔ (اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود و لکرم و علی آلہ صحبہ اجمعین و بارک و سلم)

حاضرین محترم! ہر سال عرس رضوی کے موقع پر یہاں مائک پر آنے کا مقصد کوئی خطاب نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ علما اور عوام اہل سنت سے روبرو ہونے کا ایک ذریعہ ہے اور ہر سال میں اپنے پیر و مرشد سرکار احسن العلماء کے شہزادگان حضور امین ملت، حضور نجیب ملت اور اپنے تایا ابو حضرت سبحان رضا خاں صاحب قبلہ سبحانی میاں کی دعائیں لے کر کے کچھ باتیں اس بہانے سے آپ حضرات کے گوش گزار کرتا ہوں انتہائی سنجیدگی کے ساتھ تھوڑی دیر گفتگو سماعت فرمائیں۔

حاضرین محترم! یہ حضور سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ایک سو ایکواں (۱۰۱) عرس مبارک ہے یعنی سرکار اعلیٰ حضرت کو وصال فرمائے آج ایک سو ایک برس گزر چکے ہیں، اعلیٰ حضرت کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہوا اور ۱۳۴۰ کے عدد میں جب آپ سو کا عدد ایڈ کریں گے تو چودہ سو چالس ہوگا اور پچھلے سال ۱۴۴۰ھ کو اعلیٰ حضرت کا صد سالہ عرس منایا گیا۔ علمائے کرام جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی ولادت مبارکہ ۱۲۷۲ھ میں ہوئی اور خود اعلیٰ حضرت نے اپنی تاریخ ولادت قرآن پاک کی اس آیت کریم سے استخراج فرمائی: (اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ) اور سن وصال ۱۳۴۰ھ بھی خود اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات ظاہری ہی میں اپنے وصال سے برسوں پہلے بعض علوم سے جان لیا تھا اور اپنے وصال سے چھ سال پہلے اس کا اظہار بھی فرمادیا، بہت توجہ کے ساتھ

گفتگو سماعت کریں اس لیے کہ میں علی وجہ التحقیق اور علی وجہ المطالعہ گفتگو کرتا ہوں، یہاں سے سرقہ کرکے وہاں سے چوری کرکے مضمون پیش نہیں کرتا، یہ میرا اپنا مطالعہ ہوتا ہے۔

حاضرین محترم! جب حضرت وصی احمد محدث سورتی کا وصال، اعلیٰ حضرت کے وصال سے چھ سال پہلے ۱۳۳۴ھ میں ہوا تو اعلیٰ حضرت نے ان کا سن وصال قرآن پاک کی اس آیت کریمہ سے نکالا، 'واو' ہٹاکر "یطاف علیھم" اور اسی وقت فرمادیا تھا کہ اسی آیت کریمہ میں 'واو' لگا لو گے جو اصل آیت ہے تو میرا سن وصال ۱۴۴۰ھ نکل آئے گا، 'واو' کے عدد چوں کہ چھ ہوتے ہیں اور ان کا وصال چوں کہ چھ سال پہلے ہوا تھا تو اعلیٰ حضرت نے ان کا سن وصال اسی آیت کریمہ سے 'واو' کو ہٹاکر نکالا اور اپنا سن وصال 'واو' کے ساتھ ذکر فرمایا۔

حاضرین محترم! یہاں پر بعض ذہنوں میں ایک سوال طلوع ہوگا کہ بھئی سن وصال ۱۲۷۲ھ قرآن پاک کے کسی آیت کریمہ سے استخراج کرلینا یہ کوئی متحیر و پریشان کردینے والی بات نہیں ہے یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے مگر اپنا سن وصال اپنی حیات ظاہری ہی میں قرآن پاک کے کسی آیت سے نکال لینا یقیناً یہ حیرت واستعجاب میں ڈال دینے والی بات ہے، یہ عقل وعادت سے ماورا ہے، یہ علم ظاہر سے نہیں بلکہ علم باطن سے حاصل ہونے والی بات ہے۔

حاضرین محترم! اعلیٰ حضرت کی تو وہ شان ہے کہ اپنے علم ظاہر ہی سے ساری دنیا کو محو حیرت کررکھا ہے تو جب دنیا ان کے علم ظاہر ہی کو نہیں سمجھ پائی تو ان کے علم باطن و کوئی کیا سمجھ پائے گا۔

حاضرین محترم! دنیا حیران و پریشان ہے کہ بھئی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک شخصیت ہر جہت اور ہر سمت میں یک و تنہا اور منفرد و بے مثال کیسے ہوسکتی ہے اور پھر جھنجھلاکر سر پٹک کر آخر میں یہی کہتی ہے کہ بھائی جب مان لیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے تو معجزہ سمجھ میں آنے والا نہیں ہوتا معجزہ سمجھ میں آنے والی شئ نہیں ہوتی لہذا ایک جملہ عرض کرتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت وہ ہوتا ہے جو سمجھ میں نہ آسکے اور جو سمجھ میں آجائے وہ اعلیٰ حضرت نہیں ہوسکتا ہے، اسے عشق رسالت ہی میں تعبیر کرنے ہی میں سکون ملتا ہے۔

حاضرین محترم! یقیناً یہ عشق رسالت کی برکت ہی ہے کہ یہ سارے علوم ظاہری اور علوم باطنی امام احمد رضا کو در رسول سے خود بخود عطا فرما دیے گئے۔ علیہ الصلوۃ والتسلیم۔۔۔ اور آج انہیں علوم کی برکت سے امام احمد رضا نے اپنی حیات ظاہری ہی میں اپنے وصال کا سن، دن، تاریخ، مہینہ، گھنٹے اور منٹ سب بیان کر دیا، سن ۱۳۴۰ھ، ۲۵ تاریخ، ماہ صفر المظفر کو اعلیٰ حضرت کا وصال، ۲، بج کر ۳۸ منٹ پر ہوا اور ان میں سے ہر ایک بات خود اعلیٰ حضرت نے اپنے وصال سے برسوں پہلے اشارۃً وکنایۃً بلکہ صراحتاً بیان فرما دیا، سن وصال تو آیت کریمہ میں بیان کیا اور دن تاریخ مہینہ اپنے دوسرے حج کے موقع پر ایک نعت پاک کے دو شعروں میں صراحتاً بیان کی۔ وہ میں ابھی آپ کو سناؤں گا، صبر رکھیں۔

حاضرین محترم! حیات اعلیٰ حضرت میں ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ایک مرید سادق سید ایوب علی رضوی قسم اٹھا کے یہ بیان کیا کرتے تھے کہ خدا کی قسم اعلیٰ حضرت کو برسوں پہلے روشن تھا کہ اعلیٰ حضرت کس سن میں وصال فرمائیں گے اور نہ صرف سن بلکہ کس دن، کس تاریخ، کس مہینے اور کتنے بج کر کتنے منٹ پر وصال فرمائیں گے۔

حاضرین محترم! یہ اعلیٰ حضرت کی بہت بڑی کرامت ہے۔ مفکر اسلام (علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب) ابھی بیان فرما رہے تھے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کرامت اور ولایت، تفقہ کی چادر میں چھپا رکھی تھی لیکن اس کا موقع بموقع سے اظہار بھی ہو جاتا ہے۔ تو یہ اعلیٰ حضرت کی زندہ جاوید کرامت ہے، میں نے کئی بار یہ کرامت اعلیٰ حضرت بیان کی اور آج عرس رضوی کے موقع پر بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں اور یہ کرامت مرہون منت ہے اس علم کی جو آپ کو بارگاہِ رسالت سے خود بخود عطا ہوا جسے علم جفر کہا جاتا ہے، اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں:

یہ علم سب سے مشکل علم ہے، یہ علم پڑھنے سے نہیں آتا، جن تک صاحب علم، رسول اللہ ﷺ خواب میں تشریف لا کر اجازت نہ مرحمت فرما دیں، اس وقت تک یہ علم نہیں آتا یہ علم ہر خاص وعام کا علم نہیں، یہ علم ہر ایں وآں کا علم نہیں، یہ علم اولیاء اللہ کا علم ہے، یہ علم اہل بیت اطہار کا علم ہے، یہ علم امام جعفر صادق کا علم ہے، یہ علم باب مدینۃ العلم مولی علی شیر خدا کا علم ہے، اس علم مغیبات کا علم ہوتا ہے، پوشیدہ امور کا علم ہوتا ہے جو ہر کسی کو نہیں ملتا۔

حاضرین محترم !توجہ فرمائیں !الملفوظ شریف میں ہے اعلیٰ حضرت سے دریافت ہوا کہ حضرت امام مہدی کب نزول فرمائیں گے ،علمائے کرام توجہ فرمائیں !امام مہدی کے ظہور کا وقت تو مغیبات میں سے ہے ،باطنی علوم میں سے ہے ،مگر جب اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا،امام مہدی کب ظہور فرمائیں گے ،تو اعلیٰ حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم بلکہ فرمایا کہ بعض علوم سے یعنی علم جفر سے مجھے یہ خیال گزرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ تک روز مین پر کوئی سلطنت اسلامیہ باقی نہ رہے گی اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی ظہور فرمائیں گے ،ابھی مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ فرمارہے تھے کہ اعلیٰ حضرت پر سو سال میں دس فیصد کام ہوا ہے اور ابھی ۹۰ فیصد کام باقی ہے اس کے لیے نو سو سال چاہئے ہیں اور یہاں پر تو اعلیٰ حضرت فرمارہے ہیں کہ ساڑھے چار سو سال میں امام مہدی کے ظہور کا وقت آجائے گا،تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت پر پھر بھی کام باقی رہے گا اور دنیا ختم ہو جائے گی۔

حاضرین محترم !یہ جو اعلیٰ حضرت امام مہدی کے ظہور کا وقت ۱۹۰۰ھ بیان کر رہے ہیں یہ اسی علم کا مرہون منت ہے ،اعلیٰ حضرت کو اس علم کی اجازت خود نبی اکرم ﷺ نے خواب میں تشریف لا کر عطا فرمائی اور کمال کی بات تو یہ ہے کہ اس علم میں اعلیٰ حضرت کا کوئی استاذ نہیں ،کوئی شیخ نہیں ۔صرف ایک موقع پر ۱۲۹۴ھ میں حضرت سید ابوالحسین احمد نوری میاں (جن کے سجادہ نشین یہاں موجود ہیں ،حضور امین ملت ،حضور نجیب ملت ،ان کے مورث اعلی سید ابوالحسین احمد نوری میاں ) نے ایک قاعدہ تبرکاً اور تذکرۃً تعلیم فرمادیا تھا پھر اس تعلیم کی برکت کا یہ عالم تھا کہ اس فن کے جو اپنے زمانے کے مصنف اور مجتہد گزرے ہیں وہ چاہے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی ہوں ،وہ چاہے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ہوں ،وہ چاہے عارف باللہ سید عبد الغنی نابلسی ہوں ،وہ چاہے شاہ محمد غوث علی گوالیاری ہوں ،وہ چاہے امام فخر الدین رازی ہوں ،سب کا جلوہ امام احمد رضا کی ذات میں تنہا نظر آتا ہے اور عالم یہ ہے کہ در رسول سے عطا کیے گئے اس علم جفر کی برکت سے امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو !سنو !آج لوگ حضور کے علم پر نکتہ چینی کرتے ہیں ،کہتے ہیں کہ حضور کو بھی نہیں معلوم کہ حضور کب وصال فرمائیں گے ،ارے وہ تو بہت بڑی ذات ہیں ،احمد رضا

توان کے در کا خانہ زاد غلام ہے، ارے ان کے در کے خانہ زاد غلام احمد رضا کے علم کا یہ عالم ہے کہ سن لو بلکہ لکھ لو کہ احمد رضا کی روح قفس عنصری سے جب پرواز کرے گی تو سن ۱۳۴۰ھ ہوگی مہینہ ماہ صفر المظفر کا ہوگا، تاریخ ۲۵ ہوگی، وقت ۲ بج کر ۳۸ منٹ ہو رہے ہوں گے، عرش پر دھومیں مچ رہی ہوں گی، فرش سے ماتم اٹھ رہا ہوگا اور سارے سنی پوری عشق و محبت کے ساتھ بزبان حال یہی کہہ رہے ہوں گے ؎

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
اور فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

حاضرین محترم! توجہ رکھیں علمائے کرام سے بالخصوص گذارش کرتا ہوں، یعنی سن وصال تو وصال سے چھ سال پہلے قرآن پاک کی ایک آیت سے بیان کیا اور تاریخ اور مہینہ وصال سے سولہ سال پہلے، جب دوسرے حج کے موقع پر حرمین شریفین حاضر ہوئے اور مدینہ منورہ کا رخت سفر باندھا تو اس وقت اعلیٰ حضرت نے ایک نعت پاک کہی تھی ؎

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

اس نعت پاک کے دو شعروں میں وصال کا دن، تاریخ، مہینہ سب بیان کر دیا، صراحۃً پہلے حاضرین محترم کچھ باتیں ذہن نشین کر لیں، تاکہ بات سمجھنا آسان ہو جائے۔

حاضرین محترم! آپ پہلے یہ بتائیں کہ اعلیٰ حضرت کا وصال کس مہینے میں ہوا؟، ماہ صفر کے مہینہ میں ہوا، یعنی یہ ماہ جو ابھی رواں ہے اس میں ہوا اور کس تاریخ کو ہوا؟، چوبیس صفر کی رات گزار کر ۲۵ صفر کو دن میں ہوا اور چوبیس کو کو فارسی میں بست و چہارم کہتے ہیں اور یہ نظام قدرت ہے کہ چوبیسوی تاریخ کی رات تاریک ہوتی ہے، وہ جگمگاتی نہیں ہے، وہ روشن نہیں ہوتی ہے کیوں کہ چاند اس میں تھوڑے پہروں کے لیے آتا ہے مگر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ وہ دیکھو احمد رضا کے وصال کی رات کتنی جگمگا رہی ہے، کتنی روشن ہے باوجودیکہ یہ رات چوبیس صفر کی رات ہے اور یہ رات جگمگاتی نہیں ہے مگر مدینے کے چاند کے صدقے میں احمد رضا کے وصال کی رات خوب جگمگا

رہی ہے، خوب روشن ہے، سنیو! اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ؎

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست وچہارم سفر کی ہے
ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

کمال ہے اعلیٰ حضرت کا، پھر بھی کہتے ہیں کہ مجھے بے کمالی میں کمال ہے۔ واہ رے امام احمد رضا آپ کے علم پر قربان جائیں، علم ظاہر کی طرف آپ گئے تو وہاں بھی سکے بٹھادیے اور علم باطن کی طرف آپ گئے تو یہاں بھی سکے بٹھادیے ہیں، یقیناً حق اور سچ کہا گیا ہے کہ ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

تو حاضرین محترم! یہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ کی غلامی ہی کا نتیجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے در کے خانہ زاد امام احمد رضا کو اتنا نوازہ۔ یہ عشق رسالت ہی کی برکت ہے جو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں اور یہ شعر مجھے بہت پسند ہے یعنی اگر سو دفعہ بھی پڑھتا ہوں تو الگ لطف آتا ہے:

میں خانہ زاد کہنہ ہوں صورت لکھی ہوئی

کہتے ہیں: یارسول اللہ! میں آپ کے در کا پرانا غلام ہوں، یارسول اللہ! میں نسلاً بعد نسل آپ کے در کا غلام ہوں، میرے باپ بھی آپ کے غلام تھے، میرے دادا بھی آپ کے غلام تھے، میری ماں بھی آپ کی کنیز تھی، میری دادی بھی آپ کی کنیز تھی، یارسول اللہ! غلامی کی رجسٹر میں ہمارا نام ہی لکھا ہوا نہیں ہے، بلکہ صورتیں تک چھپی ہوئی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ؎

میں خانہ زاد کہنہ ہوں صورت لکھی ہوئی
بندوں کنیزوں میں میرے مادر پدر کی ہے

اور فارسی میں ایک جگہ کہتے ہیں ؎

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا
از اب و جد واقف ز ہر عنواں توئی
مادرم باشد کنیز تو پدر باشد غلام
خانہ زاد کہنہ ام آقائے خان و ماں توئی

اس شعر کو دیکھیں، اور محبت دیکھیں اور غلامی پر اعتماد دیکھیں ؎

میں خانہ زاد کہنہ ہوں صورت لکھی ہوئی
بندوں کنیزوں میں میرے مادر پدر کی ہے

اور فرماتے ہیں ؎

ماں دونوں بھائی بیٹے بھتیجے عزیز دوست
سب تجھ کو سونپے ملک ہی سب تیرے گھر کی ہے

آپ محبت دیکھیں، پورے خاندان کا ذکر فرمادیا، یارسول اللہ یہ پورا خاندان آپ ہی کا تو غلام ہے، آپ ہی کی تو ملک ہے، میں ان سب کو آپ ہی کے سپرد کرتا ہوں، فرماتے ہیں،:ماں دونوں بھائی۔۔۔۔۔باپ کا ذکر نہیں کیا اعلیٰ حضرت نے، ماں کے ذکر میں باپ آگئے، اس لیے کہ ماں اصل ہوتی ہے۔

ماں دونوں بھائی بیٹے عزیز دوست

دونوں بھائی کون؟ استاذ زمن علامہ حسن رضا اور مفتی محمد رضا خان صاحب اور بیٹے کون؟ ساری دنیا جانتی ہے کہ اعلیٰ حضرت کے کون شہزادے تھے، حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا، ایک بات اور سن لیں کہ یہ جو لوگوں میں معروف ہے کہ اعلیٰ حضرت کے یہاں صرف دو ہی شہزادوں کی ولادت ہوئی تھی، یہ غلط ہے، سرکار اعلیٰ حضرت کے یہاں دو شہزادوں کی ولادت نہیں بلکہ تین شہزادوں کی ولادت ہوئی، بڑے شہزادے محمد حامد رضا، پھر ۱۳۹۸ھ کے قریب 'محمد محمود رضا' کی ولادت ہوئی تھی، پھر تیسرے شہزادے مفتی اعظم شاہ مصطفےٰ رضا کی ولادت ہوئی، جامع الصغیر حدیث پاک کی کتاب ہے، اس میں حدیث پاک گزری کہ جس کے گھر میں تین بیٹے پیدا ہوں، ان

میں سے وہ کسی کا نام محمد نہ رکھے تو وہ شخص جاہل اور نادان ہے تو اعلیٰ حضرت نے اس حدیث پاک پر حاشیہ لگایا، اور یہ حاشیہ ۱۳۰۰ھ کے آس پاس کا ہے، اور اس وقت تک حضور مفتی اعظم کی ولادت نہیں ہوئی تھی، حضور مفتی اعظم کی ولادت ۱۳۱۰ھ میں ہوئی، اس حاشیہ میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ فقیر کے یہاں بحمد اللہ اب تک دو بیٹوں کی ولادت ہو چکی ہے اور دونوں کا نام حضور کے نام پاک پر رکھا، کہا حامد رضا باحیات ہیں اور محمود رضا بہت حسین و جمیل تھے، مزید اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جو لوگ ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ میری نگاہوں نے ان سے زیادہ حسین و جمیل کسی کو دیکھا نہیں اور پھر انہیں نظر لگ گئی، آگے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ:

حدیث کے مطابق نظر انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں، تو وہ پانچ ماہ کچھ دن کی عمر میں ان کا وصال ہو گیا اور پھر سن ۱۳۱۰ھ میں تیسرے شہزادے حضور مفتی اعظم کی ولادت ہوئی اور انکا نام صرف محمد نہیں بلکہ مکمل نام رکھا محمد مصطفےٰ رضا، اور یقیناً یہ ساری برکتیں یہ ساری بہاریں اور یہ ساری دھومیں انہی کے نام کا صدقہ ہیں، جن علمائے کرام کی نگاہوں نے مفتی اعظم کی زیارت کی ہے وہ اب یہی کہتے نظر آتے ہیں ؎

اب میری نگاہوں میں جنچتا نہیں کوئی
جیسے میرے حضرت تھے ایسا نہیں کوئی

یہ مفتی اعظم ہند ہی کا صدقہ ہے اور مفتی اعظم کے بعد مفتی اعظم کے جانشین حضور تاج الشریعہ نے پھر ایسی دھوم مچائی ایسی دھوم مچائی کہ ؎

وہی دھوم ان کی ہے ماشاء للہ
مٹ گئے آپ مٹانے والے

اور

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

اور اعلی حضرت کی زبانی سب دعا کریں ؎

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ میرے دھوم مچانے والے

حاضرین محترم! یہ تھے مفتی اعظم اور بڑے صاحب زادے حجۃ الاسلام بھی کسی سے کم نہیں تھے، حجۃ الاسلام کے نام 'محمد حامد رضا' میں کبھی آپ نے غور کیا، اعلیٰ حضرت کا نام تھا 'محمد احمد رضا'، حجۃ الاسلام کا نام تھا 'محمد حامد رضا' جو حروف احمد رضا نام میں ہیں وہی حروف حامد رضا نام میں ہیں، جو اعداد احمد رضا نام کے ہیں وہی اعداد حامد رضا نام کے ہیں، اور میں اس نام میں ایک اعلیٰ حضرت کی پوشیدہ کرامت بتاؤں، حجۃ الاسلام کی ولادت سن ۱۲۹۲ ھ میں ہوئی جب اعلیٰ حضرت کی عمر بیس سال کی تھی، اور حجۃ الاسلام کا وصال ۱۳۶۲ ھ میں ہوا، جب صاحبزادے کی ولادت ہوئی تو اعلیٰ حضرت نے نام رکھا 'محمد حامد رضا'، علمائے کرام توجہ فرمائیں! اسی نام میں حجۃ الاسلام کی سن ولادت کی طرف بھی اشارہ ہے اور سن وصال کی طرف بھی اشارہ ہے، آپ غور فرما رہے ہیں؟ سن ولادت ۱۲۹۲ ھ اور سن وصال ۱۳۶۲ ھ کی طرف اسی نام میں اشارہ ہے، ۱۲۹۲ ھ میں پیدائش ہوئی، 'محمد' کے اعداد ہوتے ہیں ۹۲، اور رواں سال لکھنے کا طریقہ ہے کہ شارٹ فورم میں آخر کے دو عدد لکھ دیے جاتے ہیں، تو جب ولادت ہوئی تو سن ۱۲۹۲ ھ چل رہی تھی تو 'محمد' کے اعداد سے سن ولادت کی طرف اشارہ ہے اور قاعدہ علم الاعداد کے حساب سے 'محمد حامد رضا' کے اعداد جوڑ لیں گے تو ۱۳۶۲ نکل کر آئے گا اور اسی ۱۳۶۲ ھ میں حجۃ الاسلام کا وصال ہوا۔

حاضرین محترم! حجۃ الاسلام کی عظیم شخصیت تھی، امام غزالی کا لقب تھا حجۃ الاسلام، اس کے بعد اگر یہ لقب کسی کو ملا ہے تو یہ اعلیٰ حضرت کے شہزادے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے ایسے ہی نہیں انہیں اپنا جانشین کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک عربی تحریر لکھی ہے، یہ تحریر اعلیٰ حضرت نے اپنے پیر و مرشد کے عرس کے موقع پر عربی میں پیش کی تھی جس کو پڑھ کر حاضرین کو سنایا بھی گیا تھا اس میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ سارے کام تو انجام دے دیئے مگر ایک مسئلہ رہ گیا تھا استخلاف کا، میری جانشینی کا، اس سلسلے میں مجھے رویائے صادقہ دکھائی گئی، خواب دکھایا گیا، اہل خیر و عدالت سے میں نے مشورہ کیا، میں نے استخارہ کیا اور پھر قطب وقت ابوالحسین احمد نوری میاں نے مجھے حکم دیا۔ آج

توہر شخص اپنے بعد اپنے بیٹے کو، چاہے وہ اہل ہو یا نا اہل ہو۔مگر اعلیٰ حضرت کا یہ مزاج نہیں تھا، فرماتے ہیں: میں قیصر و کسری کی سنت پسند نہیں کرتا، میں ابوبکر و عمر کی سنت پسند کرتا ہوں۔ فرمایا کہ میں بیٹے کو اس لیے نہیں بنارہا کہ یہ بیٹا ہے بلکہ اس لیے بنارہا ہوں کہ یہ اہل ہے۔ آپ دیکھیے کتنے مراحل سے گزرے، پہلے تو خواب دکھایا گیا اعلیٰ حضرت کو اور پھر اعلیٰ حضرت یہ خود تحریر کرتے ہیں عربی میں، تحریر موجود ہے کہ پہلے خواب دکھایا گیا غیب سے اور اشارہ تھا کہ مولانا حامد رضا کو جانشین کیجیے۔ پھر اعلیٰ حضرت نے استخارہ کیا تب بھی حجۃ الاسلام کا نام نکلا۔ پھر اہل خیر و عدالت سے مشورہ کیا تب بھی حجۃ الاسلام کا نام نکلا۔ پھر قطب وقت حضرت ابوالحسن احمد نوری میاں نے حکم دیا اور مہر تصدیق ثبت کردی تب جاکر حجۃ الاسلام اعلیٰ حضرت کے جانشین ہوتے ہیں۔

حاضرین محترم! وقت کی قلت ہے، بس یہ آپ حضرات سے گفتگو ہوگئی اور آپ سے روبروئی کا موقعہ مل گیا۔ اللہ تعالی اس عرس رضوی کی بہاروں کو سلامت رکھے اور ہمارے تاجداروں مارہرہ مطہرہ کے تاجداروں اور علماے بریلی کو بھی سلامت رکھے، اور مجھے علم نافع و عمل صالح کی دوت سے مالامال فرمائے۔ آمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

# مغربی تہذیب اور مومن کامل

**(تقریر بموقع صد سالہ عرس رضوی، اسلامیہ انٹر کالج، بریلی شریف، جامعہ ازہر مصر سے واپسی پر)**

حاضرین محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔

امابعد۔۔۔

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔ (اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود ولکرم وعلی آلہ صحبہ اجمعین وبارک وسلم)

یہ ہمارے آقا زادے یعنی حضور سرکار احسن العلماء کے شہزادے گرامی اور سرکار اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد حضور سرکار شاہ آل رسول مارہروی اور ان کے برادر اصغر حضرت اولاد رسول و حضرت غلام محی الدین امیر عالم، حضرت آل برکات اور حضرت شاہ برکت اللہ کے وارث حضور امین ملت تشریف فرماہیں اور آپ کے برادر خورد حضور نوری میاں کے گدی کے وارث جو حضور سرکار مفتی اعظم ہند کے پیر و مرشد تھے، بھی تشریف فرماہیں۔ اور تایا ابو حضرت صاحب سجادہ حضرت مولانا سبحان رضا خان صاحب قبلہ سبحانی میاں دامت برکاتہم القدسیہ تشریف فرماہیں میں ان بزرگوں اور بڑوں سے دعائیں لے کر کچھ باتیں آپ کے گوش گذار کروں گا اور پہلے میں چاہتا ہوں کہ سکون کا ماحول پیدا کریں۔

حاضرین محترم! مائک پر آنے کا مقصد کوئی تقریر کرنا نہیں ہوتا ہے بلکہ لاکھوں کی تعداد میں جو علمائے کرام اور مشائخ عظام اور معتقدین و مریدین تشریف لائے ہیں ان سے ملاقات کرنے کا مقصد ہوتا ہے۔

پچھلے سال میں آپ حضرات سے مخاطب نہ ہوسکا تھا اس لیے کہ میں جامعہ ازہر مصر میں

مصروف تعلیم تھا اور چوں کہ اس سال صد سالہ ہے اس لیے آپ سے دوری گوارانہ کی اور واپس لوٹنے کا پروگرام عرس صد سالہ کے بعد ملتوی کر دیا۔

میں علمائے کرام سے گذارش کروں گا کہ میری گفتگو کو ذرا توجہ کے ساتھ سماعت فرمائیں ۔ اور قرآن پاک کی آیت کریمہ: "انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین "(اور تم ہی غالب رہو گے اگر ایمان رکھتے ہو) قرآن پاک کی اسی آیت کریمہ کی روشنی میں ، میں اپنی گفتگو کروں گا اور ایک خوب صورت تمہید کے ذریعہ آپ کے اذہان کو اپنے مضمون سے قریب کرنے کی کوشش کروں گا۔

آب، ہوا، مٹی اور پانی یہ چار عناصر ہیں جن سے اجسام کی ترکیب ہوتی ہے اور جسم کی صحت مندی اور توانائی کے لیے ان اجزا اور عناصر کا موجود ہونا ضروری ہے بلکہ سب کا باہم متوازن رہنا بھی ضروری ہے اور جس درجہ ان عناصر کا توازن خراب ہوگا اور اسی درجہ جسم کی صحت متاثر ہوگی حتی کہ بالکل غیر متوازن رہنے کی صورت میں موت بھی واقع ہو جانے کا اندیشہ ہے ۔ زندگی کیا ہے ؟ عناصر میں ظہور ترتیب، موت کیا ہے ؟انہیں اجزاء کا پریشان ہونا۔

حاضرین محترم! جس طرح جسم کے چار عناصر ہوتے ہیں آگ، ہوا، مٹی اور پانی۔ اسی طرح بلا تشبیہ و تمثیل ایمان کے بھی بطور علامت چار عناصر ہوتے ہیں، ہر چند کے قول مختار پر ایمان کے اجزا نہیں مگر افعال و اعمال کی بنا پر ایمان کی کمی و زیادتی کا ایک عام تصور ہے ۔ ویسے تو ایمان کی تعریف صرف اتنی سی ہے "التصدیق بما جاء النبی ﷺ "مگر بطور علامت ایمان کی اور بھی تعریفات کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے ایمان و مومن کی تعریف یوں کی کہ کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے، مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق ہے۔ اعلیٰ حضرت ایمان و مومن کی تعریف یوں فرماتے ہیں کہ ؎

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

حاضرین محترم! بتانا یہ ہے کہ ایمان کے بھی جسم کی طرح چار عناصر ہوتے ہیں کہ وہ عناصر بالکل غیر متوازن ہوں تو موت واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح ایمان کے چار عناصر ہوتے ہیں کہ جب

تک وہ عناصر متوازن و معتدل نہ ہوں تو ایمان کا پودھا پھل، پھول نہیں سکتا۔ یہ عناصر در حقیقت اللہ تبارک وتعالی کے صفات کے مظہر ہوتے ہیں مثلاً اللہ تبارک وتعالی کی ایک صفت ہے ”قہاریت“ اور ایک صفت ہے ”غفاریت“ ایک صفت ہے ”قدوسیت“ اور ایک صفت ہے ”جبروتیت“ جب مومن بندہ اللہ تبارک وتعالی کی ان صفات کا مظہر ہو جاتا ہے وہی مومن کامل کہلاتا ہے اور وہی کامل مومن بن جاتا ہے۔ قہاری صفت یہ کہ راہ حق میں باطل پر قہر خدا بندی بن کر ٹوٹ پڑنا، غفاری صفت یہ کہ ایثار و قربانی اور باہم مؤدت و محبت اور رحم دلی کی صفات سے متّصف ہونا، قدوسی صفت یہ کہ عبادت فرشتوں کی مانند کرنا اور جبروتی صفت یہ کہ کبر و غرور، عجب وریا سے پاک رہنا۔ اسی کو یوں سمجھیے کہ مومن کی یہ شان ہوتی ہے کہ ؎

افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
کہتے ہیں فرشتے کہ دل آویز ہے مومن
حوروں کو شکایت ہے کہ دل آمیز ہے مومن
ہو حلقہ یاروں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

توایمان کامل کی بقاو تحفظ کے لیے ان اوصاف کی اجتماعیت ضروری ہے اور ایک مرد مومن ان اوصاف کا آئینہ دار ہوتا ہے اور یہ مختلف صفات در حقیقت اللہ تبارک وتعالی کی صفات کے مظاہر ہوتے ہیں یعنی جس طرح ایک مومن کی پاک دامنی، پاک نفسی، تقوی و طہارت، شرافت و کرامت، اخلاق و مروت یہ اللہ تبارک وتعالی کی صفت قدوسیت کے مظاہر ہیں اسی طرح جذبہ ایمانی کے تحت کفر و باطل پر شدت، فرقہائے باطلہ پر غیظ و غضب، گستاخان رسول پر شدت و غلظت، یہ اللہ تعالی کے صفت قہاریت کے مظاہر ہیں جو علمائے کرام یہاں حدیث پاک:

”تخلقوا باخلاق الله“ کے مفہوم سے آشنا ہوں گے وہ میری گفتگو سے ضرور محظوظ ہو رہے ہوں گے۔

حاضرین محترم! قہاریت و غفاریت، قدوسیت و جبرویت، یہ باری تعالیٰ کی ایسی صفات ہیں کہ جو مومن بندہ ان صفات کا مظہر ہو جاتا ہے وہی مومن کامل کہلاتا ہے، وہی کامل مومن بن جاتا ہے اور جب اسی تناظر میں ہم امام عشق و محبت، امام المتّقین، امام العاشقین، غیظ المنافقین، امام احمد رضا کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان اوصاف کے جلوے آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھے، امام احمد رضا اگر صفت قہاریت کے مظہر تھے تو صفت غفاریت کے بھی مظہر تھے، وہ اگر "اشداء علی الکفار" کی عملی تفسیر تھے تو "رحماء بینھم" کی بھی تفسیر تھے وہ اگر صفت قدوسیت کے مظہر تھے تو صفت جبرویت کے بھی مظہر تھے اور ان کی شان تو یہ تھی کہ ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

بلکہ اس کو تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ یوں کہئے کہ ؎

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو تو بنتا ہے رضاخان

تو حاضرین محترم! اگر اعلیٰ حضرت صفت غفاریت کا مظہر تھے تو صفت قہاریت کا بھی مظہر تھے وہ اگر "اشداء علی الکفار" کی عملی تفسیر تھے تو "رحماء بینھم" کی بھی تفسیر تھے۔

کسی نے اعلیٰ حضرت کے بارے میں کہا بلکہ انہوں نے ہی کہا تھا جن کے اشعار میں پڑھ رہا ہوں کہ اعلیٰ حضرت کے مزاج میں قدر شدت تھی۔ مولانا احمد رضا کے مزاج میں قدر شدت تھی۔ ارے میں کہتا ہوں کہ امام احمد رضا کی مؤمنانہ شان کو قدر شدت سے تعبیر کرنا، یہ امام عشق و محبت کی کمال عشق رسالت کی توہین کے مترادف ہوگا اس لیے کہ امام احمد رضا کے مزاج میں قدر شدت

نہیں تھی۔ تھوڑی سی شدت نہیں تھی بلکہ "اشداء علی الکفار" کے تقاضے کے مطابق آبروئے عشق رسالت کے تحفظ کے لیے جتنی شدت ہونی چاہئے تھی وہ میرے امام کے اندر بدرجہ اتم موجود تھی اور ان کا مزاج تو یہ تھا کہ ؎

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے

توحاضرین محترم! یہ تمہید جو مضمون بیان کرنے کے لیے پیش کی تھی وہ یہ کہ اگر "اشداء علی الکفار" اور "رحماء بینھم" کے مطابق ایک مرد مومن میں سختی اور نرمی کا ہی توازن خراب ہوجائے تو دینی اور تبلیغی مفاد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آج عالمی منظر نامے پر نظر ڈالی جائے تو آخر کیا وجہ ہے کہ عقائد و اعمال پر سختی سے کاربند رہ کر اپنوں سے نرمی اور گستاخان بارگاہ رسالت کے ساتھ سختی کا جو تیور ہند و پاک میں موجود ہے وہ آخر اسلامی ممالک کہے جانے والے ملکوں میں کیوں نہیں مثلاً یہاں کا کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کسی بدمذہب کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتا جب کہ عالمی تناظر میں یہ چیز لائق اعتنا نہیں سمجھی جاتی کیوں یہاں کا کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کسی فاسق و فاجر کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا جب کہ بیرون ممالک میں یہ وبا عام ہے، آخر کیا وجہ ہے کہ آج اگر عرب ممالک چلے جائیں تو بحمد اللہ تعالی جمہور مسلمانوں کے عقائد تو درست ہیں مگر اعمال درست نہیں، وہ دینی غیرت و حمیت نہیں جو برصغیر کے مسلمانوں میں نظر آتی ہے وہ جذبہ ایمانی نہیں جو برصغیر کے مومنین میں ہے وہاں کے لوگ ظاہری شکل و صورت، وضع و قطع، عادات و معاملات، ثقافت و کلچر میں مغرب زدہ ہو چکے ہیں اور عماماً و مطلقاً عوام و خواص تقریباً سبھی اس میں ملوث نظر آتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ الحمد للہ ہندوستان اور برصغیر اس بلا سے پاک ہے، علما کا ظاہر سنتوں سے روشن ہوتا ہے، عمل درست ہوتے ہیں، ایمان و عقیدے میں تصلب اور پختگی ہوتی ہے، دینی حمیت و غیرت ہوتی ہے، گستاخان خدا اور سول پر شدت و غلاظت ہوتی ہے مگر

کیا وجہ ہے کہ عالم عرب میں عقیدہ تو جمہور کا درست نظر آتا ہے مگر وہ پختگی نہیں کہ ابن تیمیہ جیسے گمراہ شخص کو شیخ الاسلام کہہ دیتے ہیں اور ابن عبد الوہاب نجدی کو صرف شیخ الخاطی کہہ کر گزر جاتے ہیں۔

حرمین شریفین حاضر ہوتے ہیں تو انہیں نجدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ آکر کیا وجہ ہے کہ عقیدے درست ہونے کے بعد بھی عمل میں لچک ہے اور ایمان و عقیدے کی سلامتی کے بعد بھی وہ دینی غیرت و حمیت نہیں، لباس میں مغربی کلچر ہے، وضع قطع میں مغربی کلچر ہے، عورتوں اور مردوں میں بے حیائی ہے، علما کے اندر آزاد خیالی ہے، آوار گئی فکر ہے، اور وہ تصلب نہیں جو ایک مومن کامل کی پہچان ہوتی ہے، وہ دینی غیریت و حمیت نہیں جو ایک مومن کی شان ہوتی ہے، باوجودیکہ وہ مملک اکابر علما و فقہا کا مسکن رہے ہیں، اسلاف کا وطن رہے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی بھی وہاں موجود ہیں امام بیضاوی بھی وہاں موجود ہیں، امام ابو جعفر طحاوی بھی موجود ہیں، امام بدر الدین عینی بھی موجود ہیں، امام عبد الوہاب شعرانی بھی موجود ہیں، امام ابن حجر عسقلانی بھی موجود ہیں ہزاروں علما و فقہا موجود ہیں، جب بھی ان عرب کے اندر اتنی لچک اور برصغیر کے سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کے ایمان و عقیدے میں اتنی پختگی جبکہ وہ عرب ہیں اور ہم عجم، وہ صاحب زبان ہیں اور ہم گویا بے زبان، اس کی وجہ کیا ہے اور اس کا سبب کیا ہے؟

حاضرین محترم! اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں سب کچھ ہے مگر امام جلال الدین سیوطی کی تصنیفات کی صحیح معانی و مفاہیم سے آشنا کرانے والا، امام بیضاوی تفسیر کی لطافتوں سے محظوظ کرانے والا، امام ابو جعفر طحاوی کی شرح کی شرح کرنے والا، امام بدر الدین عینی کے مقصود کو بتلانے والا، امام عبد الوہاب شعرانی کے مقصود کو بتلانے والا، ان کے مفہوم کی صحیح وضاحت کرنے والا اور علما و فقہا کا سچا وارث، ہندوستان کے چھوٹے سے شہر بریلی کے محلہ سوداگران کا رہنے والا کوئی "احمد رضا" نہیں ہے وہاں سب ہے مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نہیں۔

حاضرین محترم! وہاں سب ہے، علم ہے، علما ہیں، فقہا ہیں، مدارس ہیں، مکاتب ہیں، جامعات، تصنیفات، تالیفات ہیں مگر ہزاروں علماء کا سچا وارث، محدثین، مفسرین، محققین، مجددین، کا سچا وارث کوئی بریلی کا احمد رضا نہیں ہے ۔

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

ارے اسی شعلہ مقالی کا نام ہے احمد رضا، اسی برق طبعی کا نام ہے احمد رضا، اسی پختہ خیالی کا نام ہے احمد رضا، ارے روح بلالی اور عشق بلالی کا نام ہے احمد رضا، تلقین غزالی کا نام ہے احمد رضا۔

معاذ اللہ۔ معاذ اللہ! صد بار معاذ اللہ! کسی کے ذہن میں یہ گمان نہ گزرے کہ میں ان اکابر علما و فقہا اور اسلاف کی خدمات سے صرف نظر کر رہا ہوں، کسی کے ذہن میں یہ ظن نہ آئے، میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ امام جلال الدین سیوطی کی تصنیف لطیف ''الاتقان فی علوم القرآن'' آج بھی اسلامیان عالم کے لیے رہنما ہے، امام عبد الوہاب شعرانی کی ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' آج بھی اسلامیان عالم کے لیے رہنما ہے امام ابو جعفر طحاوی کی ''شرح معانی الآثار'' آج بھی اسلامیان عالم کے لیے رہنما ہے، امام بیضاوی کی تفسیر ''انوار التنزیل و اسرار التاویل'' آج بھی اسلامیان عالم کے لیے رہنما ہے مگر یہ ساری کتابیں ہمیں تنہا نہیں چاہیے بلکہ ان کتابوں کے صحیح معانی و مفاہیم کو بتلانے کے لیے ایک نبی کی عطا ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' کی ضرورت ہے۔

ایک اعلیٰ حضرت کی فتاوی رضویہ چاہیے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

شعر کہنا ہے اقبال اپنی جگہ
نعت کہنے کو احمد رضا چاہیے

جس طرح نعت کہنے کو احمد رضا چاہیے اسی طرح ہزاروں علما و فقہا کی تصنیفات کے صحیح معانی و مفاہیم کو بتلانے کے لیے بھی احمد رضا چاہیے۔ اب وہ شعر پڑھیے اور میرے مضمون کی روشنی میں اس کے معانی کو سمجھیے، کچھ لوگوں کو اعتراض ہوا تھا اس شعر پر، اب میرے مضمون کی روشنی میں یہ اشعار پڑھیں ؎

اگلوں نے بھی لکھا ہے بہت علم دین پر
جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے
اور جو لکھ دیا ہے اس نے سند ہے وہ دین میں
اہل علم کی آبرو نقطہ رضا کا ہے
اس دورپر فتن میں نظر خوش عقیدگی
سرکار کا کرم ہے وسیلہ رضا کا ہے

اور

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھیے وہ علاقہ رضا کا ہے

حاضرین محترم! میں عرض کررہاتھا کہ اعلیٰ حضرت اسی شعلہ مقالی کا نام ہے، اسی برق طبعی کا نام ہے، اسی پختہ خیالی کا نام ہے، اسی روح بلالی اور تلقین غزالی کا نام ہے۔ علمائے کرام توجہ فرمائیں یہی وجہ ہے آج جب اعلیٰ حضرت سے انحراف ہوتا ہے تو پختہ خیالی جاتی ہے اور آزاد خیالی آتی ہے، جب امام احمد رضا سے انحراف ہوتا ہے تو شعلہ مقالی جاتی ہے اور اکابر علما و فقہا پر زبان درازی آتی ہے، جب امام اہل سنت سے روگردانی ہوتی ہے تو روح بلالی جاتی ہے اور بے راہ روی آتی ہے، آج جب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے اختلاف ہوتا ہے تو تلقین غزالی جاتی ہے اور روشن خیالی کے نام پر آوارگئ فکر آتی ہے، آج مصر میں بے راہ روی نظر آرہی ہے، آج لیبیا میں بے راہ روی نظر آرہی ہے، شام میں بے راہ روی نظر آتی ہے، آج عالم عرب میں بے راہ روی نظر آرہی ہے یہی وجہ ہے حاضرین محترم! آج کچھ لوگ وہاں جاتے ہیں تو پختہ خیالی کے بجائے آزاد خیالی لے کر آتے ہیں، تلقین غزالی کے بجائے روشن خیالی کے نام پر آوارگئ فکر لے کر آتے ہیں، شعلہ مقالی کے بجائے اکابر علما و فقہا پر زبان درازی لے کر آتے ہیں، روح بلالی کے بجائے روح مغربی اور فکر معتزلی لے کر آتے ہیں، ارے کچھ لوگ جاتے ہیں تو آزاد خیالی لے کر آتے ہیں، کچھ لوگ جاتے ہیں تو آوارگئ فکر لے کر آتے ہیں، کچھ لوگ جاتے ہیں تو مغربی تہذیب لے کر آتے ہیں، مگر ان

جانے والوں میں ایک امام احمد رضا کے علوم کا سچا وارث، مفتی اعظم کی آنکھوں کا تارا، حجۃ الاسلام کا دلارا، ایک میرا تاج الشریعہ بھی گیا تھا اور جب لوٹ کر آیا تو پورے جاہ و جلال کے ساتھ، پورے فضل و کمال کے ساتھ، پورے جود و نوال کے ساتھ، پورے حسن و جمال کے ساتھ، مکمل پختہ خیالی کے ساتھ، پوری شعلہ مقالی کے ساتھ، مکمل تلقین غزالی کے ساتھ، پوری روح بلالی کے ساتھ لوٹا اور قوم مسلم کو یہ پیغام دیا کہ ؎

طوق تہذیب فرنگی توڑ ڈالو مومنو!
تیرگی انجام ہے یہ روشنی اچھی نہیں

اور

جو پیا کو بھائے اختر وہ سہانہ راگ ہے
جس سے نا خوش ہوں پیا وہ راگنی اچھی نہیں

حاضرین محترم! کچھ لوگ جاتے ہیں تو آزد خیالی لے کر آتے ہیں، کچھ لوگ جاتے ہیں تو مغربی تہذیب لے کر آتے ہیں، فکر معتزلی لے کر آتے ہیں اور ایک ہمارے حضرت گئے تھے اور جب وہاں مغربی تہذیب ملاحظہ کی تو قوم مسلم کو یہ پیغام دیا: ؎

طوق تہذیب فرنگی توڑ ڈالو مومنو!
تیرگی انجام ہے یہ روشنی اچھی نہیں

اس مغربی تہذیب کا انجام ظلمت ہے، یہ روشنی نہیں، تیرگی ہے یہ ظلمت ہے یہ اندھیر ہے۔ اے مومنو! اپنے گلوں سے اس مغربی تہذیب کا طوق نکال کر پھینک دو۔

اچھا! مغربی تہذیب کا راگ نہ الاپیں تو کون سا راگ الاپیں؟ تو فرماتے ہیں: ؎

جو پیا کو بھائے اختر وہ سہانہ راگ ہے
جس سے نا خوش ہوں پیا وہ راگنی اچھی نہیں

حاضرین محترم! حضرت نے جب مغربیت محسوس کی تو یوں پیغام دیا (نعروں کا وقت نہیں ہے۔)

حضرت نے جب مغربیت محسوس کی تو اس کا یوں پیغام دیا، علماے کرام توجہ فرمائیں، اسی طرح جب حضور ریحان ملت یورپ تشریف لے گئے اور یورپی تہذیب اور مغربی تہذیب کو قریب سے دیکھا تو یورپی تہذیب اور مغربی کلچر کی منظرکشی یوں فرمائی : ؎

میں نے دیکھے ہیں یورپ کے چال و چلن
ان کو سب کچھ روا ہے بعنوان فن
جگمگاتی ہوئی شب تھرکتے بدن
رقص نغمات میخانے توبہ شکن
حیف اس قوم کا قومی کلچر ہے یہ
دوسروں پر رہی جو قوم خندہ زن
کس قدر حسن یورپ کا بےباک ہے
بے حیا ،بے وفا، بے ادب، بد چلن
نام عورت کی عریانیت کا ہے فن
نسل یورپ کی ساری ہے پراز فتن
ہر طرف آدمیت ہے نوحہ کناں
اور ابلیس ہے جابجا خندہ زن
بقعہ نور یورپ کے سب شہر ہیں
پر نہیں ان میں ایماں کی نوری کرن
قوم مسلم کو ریحاں یہ پیغام دے
اے مسلماں تو یورپ کو اسلام دے

حاضرین محترم! مسلمانوں کی تو یہ ذمہ داری تھی کہ وہ یورپ کو اسلام کا پیغام دیتے، مغرب کو اسلامی کلچر میں رنگتے نہ یہ کہ خود مغربی تہذیب میں رنگ جائیں۔

حاضرین محترم! مسلمانوں کی تو یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے ملکوں کو اسلامی تہذیب میں رنگ کر یوروپ کو اسلامی تہذیب میں رنگتے، مگر افسوس کہ آج اسلامی ممالک کہے جانے والے ملکوں میں اسلامی تہذیب کے بجائے مغربی تہذیب نظر آرہی ہے، فرنگی تخیلات نظر آرہے ہیں، میں یہاں پر دادا حضور سے تھوڑی سی اجازت چاہوں گا کہ ان کے اشعار میں ہلکی سی ترمیم کرکے پڑھنے کی، جہاں یورپ ہے وہاں میں عرب لگاؤں گا اور عرب کی منظر کشی آپ کے سامنے پیش کروں گا ؎

میں نے دیکھے ہیں، عرب' کے چال و چلن
ان کو سب کچھ روا ہے باعنوان فن
جگمگاتی ہوئی شب تھرکتے بدن
رقص نغمات میخانے توبہ شکن
کس قدر حسن عرب کا بے باک ہے
بے حیا بے وفا بے ادب، بد چلن
ہر طرف آدمیت ہے نوحہ کناں
اور ابلیس ہے جابجا خندہ زن
قوم مسلم کو ریحاں یہ پیغام دے
اے مسلماں تو 'عرب' کو اسلام دے

حاضرین محترم! یہ اسلامی ممالک سے روح اسلامی کھینچ کر اور مغربی تہذیب دے کر، فرنگی تخیلات دے کر مسلمانوں کے بدن سے روح اسلامی نکالنے کی سازش ہے، وہ شاعر مشرق علامہ اقبال نے دشمنان اسلام کی پردہ دری اور ان کی سازش کو یوں چاک کیا، کیا خوب کہا ؎

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

یہ اسلام کو حجاز یمن سے نکالنے کی سازش ہے اور مسلمانوں کو فرنگی تخیلات دے کر، مغربی تہذیب کا دل دادہ بنا کر روح محمدی ان کے بدن سے کھینچ لینے کی سازش ہے۔

یہ حوریان فرنگی دل و نظر کا حجاب
بہشت مغربیاں ، جلوہ ہائے پا بہ رکاب
سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشہ سیماب
وہ سجدہ روئے زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

حضرات گرامی! اسی طرح حضور مفتی اعظم کی نگاہ بھی جب عالمی منظر نامہ پر پڑی، تو بے قرار ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور حضور مفتی اعظم ہند نے بھی یہی فرمایا کہ ۔

یہی اندھیر اگر اور بھی کچھ روز رہا
تو مسلماں کا نشاں بھی نہ نمایاں ہوگا
زخم پر زخم یہی کھائے یہی قتل بھی ہو
خون مسلم اس سے بھی کیا ارزاں ہوگا
ظلم پر ظلم سہے اور سزائیں بھگتے
اور اف کی تو تو تہ خنجر براں ہوگا

اے سنی مسلمانوں اعلیٰ حضرت کی صد سالہ میں آئے ہو، بریلی تشریف لائے ہو تو بریلی شریف کا پیغام لے کر جاؤ، حجۃ الاسلام و مفتی اعظم کا پیغام لے کر جاؤ، حضور مفسر اعظم اور ریحان ملت کا پیغام لے کر جاؤ اور تاج الشریعہ کا پیغام لے کر جاؤ اور وہ کیا پیغام ہے، وہ یہی ہے کہ ۔

طوق تہذیب فرنگی توڑ ڈالو مومنو!
تیرگی انجام ہے یہ روشنی اچھی نہیں
جو پیا کو بھائے اختر وہ سہانہ راگ ہے
جس سے نا خوش ہوں پیا وہ راگنی اچھی نہیں

# تذکرہ تاج الشریعہ

**(عرس تاج الشریعہ کے موقع پر مظہر حجۃ الاسلام، شہزادہ خانوادہ رضویہ، حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خان صاحب قبلہ کی تقریر پر تنویر بعض احباب و معتقدین کی گزارش پر، قالب تحریر میں حاضر ہے۔ بتاریخ ۷ ذوالقعدہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۷ جون ۲۰۲۱ء بروز جمعہ، بمقام اعظم نگر شہر بریلی شریف)**

السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالی و برکاتہ!

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علی الہ و اصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الرحمین، اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیماً،

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود و الکرم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

حاضرین مسجد کئی ہفتوں سے اس مسجد میں آنے کی دعوت و درخواست کی جا رہی تھی، مگر عدم فرصتی کی وجہ سے نہ آسکا لیکن آج حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے عرس کے دوسرے دن آپ حضرات کی مسجد آنے کا موقع ملا،

حاضرین محترم، آپ جانتے ہیں کہ آج سات ذوالقعدہ کی تاریخ ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ حضور سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال چھ اور سات ذوالقعدہ کے درمیان، مغرب کے وقت ہوا، یعنی جس وقت مسجد سے موذن آذان میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر رہا تھا اس وقت حضور تاج الشریعہ اللہ اللہ کی صدائیں بلند کر کے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر رہے تھے، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر حضور سرکار تاج الشریعہ کا تذکرہ کر لیا جائے اور ان کی یاد سے اپنے قلوب و اذہان کو روشن و منور کر لیا جائے، حضرات جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت کا وصال چھ ذوالقعدہ کو مغرب کے وقت ہوا، موذن کہہ رہا تھا حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، کامیابی کی

طرف چلے آؤ، کامیابی کی طرف چلے آاؤ، اور ادھر حضور تاج الشریعہ کی روح اللہ اللہ کی صدائیں بلند کرتے ہوئے قفص عنصری سے پرواز کررہی تھی، اور حاضرین محترم !در حقیقت اصل کامیابی یہی ہے کہ انسان کا خاتمہ ایمان پر ہوجائے، سب سے بڑی کامیابی یہی ہے، حضور سرکار تاج الشریعہ نے خود اپنی حیات میں اپنے ایک عربی قصیدہ میں یوں فرمایا تھا:۔

اللہ اللہ اللہ اللہ | ما لی رب الا ھو
من کان لربی دنیاہ | عاش سعیدا اخراہ
من مات یقول اللہ | ذاک الخالد محیاہ

حضرت نے فرمایا جس کی دنیا اللہ کے لیے ہوجاتی ہے پھر وہ آخرت میں سعادت مندر ہتا ہے اور جو اللہ اللہ کہتے ہوئے مرتا ہے، وہ در حقیقت مرتا نہیں زندہ جاوید ہوجاتا ہے۔ حاضرین محترم، تو حضور سرکار تاج الشریعہ نے یہ دعا فرمائی تھی اور اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا قبول ہوئی اور جب آپ نے وصال فرمایا تو زبان پر اللہ اللہ کی صدائیں بلند تھیں اور مکمل ایمان کامل کے ساتھ حضرت اس دنیا سے رخصت ہوئے، اللہ تعالی نے انہیں یہاں بھی کامیاب فرمایا اور وہاں بھی کامیاب فرمایا۔

حاضرین محترم، بار بار ایک بات عرض کرتا ہوں، ایک سائنس دان جس نے اپنی پوری زندگی تحقیق و تفتیش میں گزار دی، اور ستاروں کی گزر گاہوں میں دریافت کرتا رہا، اس کی عقل اتنی بلند ہے، اس کے افکار اتنے اعلی ہیں کہ سورج کی شعاوں تک کو وہ گرفتار کرلے رہا ہے مگر اللہ کی معرفت اگر اسے نصیب نہیں ہوئی تو وہ ہرگز کامیاب نہیں ہے اس کے مقابلے میں وہ شخص کامیاب ہے جو اللہ ورسول پر یمان رکھتا تھا، بھلے ہی دنیا میں وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہو، بھلے ہی اس کی عقل میں وہ پرواز نہ ہو، بھلے ہی اس کی نظر میں وہ گہرائی وگیرائی نہ ہو مگر یہ کامیاب ہے اور وہ ناکام ہے، ڈاکٹر اقبال نے کیا کہا ؂

ڈھونڈ نے والا ستاروں کی گذر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاؤں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

حاضرین محترم، اصل کامیابی یہ نہیں کہ انسان بہت بڑا سائینس داں ہوجائے، اصل کامیابی یہی کہ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو تو ایمان کی دولت کے ساتھ رخصت ہو، حاضرین محترم ، قرآن میں اللہ تعالی نے دو لوگوں کا بیان فرمایا، ایک وہ جو صرف دنیا مانگتا ہے اور ایک وہ جو دین و دنیا اور دین و آخرت دونوں میں کامیابی مانگتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا و ماله فی الآخرۃ من خلاق و منهم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرۃ حسنة وقنا عذاب النار۔

دو قسمیں فرمائی، ایک تو وہ ہے، وہ کافر، جو کہتا ہے، اے اللہ مجھے دنیا دے دے، مجھے دنیا میں عطا فرما، اللہ تعالی فرماتا ہے:

و ماله فی الآخرۃ من خلاق

اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور مؤمن کی شان کیا ہے، مومن کی شان یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ

"ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرۃ حسنة وقنا عذاب النار۔"

اے میرے رب مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور جہنم کی آگ سے مجھے محفوظ فرما۔ حاضرین محترم! یہ مومن کی شان ہے، وہ دین و دنیا مین کامیابی مانگتا ہے۔ ویسے تو دنیا کی مذمت ہمارے بزرگوں سے وارد ہوئی ہے دنیا کو برا کہا دنیا طلبی کو برا کہا۔ (ہمارے علمائے کرام نے) ہمارے مفتی اعظم فرماتے ہیں: ؎

دنیا بنے یا بگڑے دنیا رہے یا جائے
تو دین بنا پیارے دنیا کا ہے کیا کرنا

کھایا پیا اور پہنا اچھوں سے رہا اچھا
کچھ دین کا بھی کر لے دنیا کا ہے کیا کرنا
قسمت میں غم دنیا جنت کا قبالہ ہو
تقدیر میں لکھا ہو جنت کا مزا کرنا
دنیا میں جو روتے ہیں عقبی میں وہ ہنستے ہیں
دنیا میں جو ہنستے ہیں ہے ان کو کڑھا کرنا

حاضرین محترم!: تو دنیا کو حاصل کرنا دنیا کے لیے، یہ برا ہے، دنیا برائے دنیا، اسی کی مذمت وارد ہوئی اس لیے کہ کافر کے نزدیک تو دنیا کے علاوہ آخرت کا تو کوئی خاص تصور ہے ہی نہیں ہے، دنیا برائے دنیا اسی کی مذمت ہمارے بذرگوں سے وارد ہوئی ہے، مگر دنیا برائے آخرت اس کی مذمت نہیں یہ تو مطلوب ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"الدنیا مزرعۃ الآخرۃ" دنیا، یہ آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ یہاں بوؤ گے، وہاں وہ پاؤ گے۔، نیک عمل کروگے اسکی جزا پاوگے، بداعمالی کروگے اس کی سزا پاؤ گے، دنیا آخرت کی کھیتی ہے، تو ہمارے بزرگوں نے دنیا برائے دنیا کی مذمت کی، دنیا برائے آخرت کی نہیں بلکہ یہ تو مطلوب ہے۔ ہمیں سکھایا گیا کہ یوں دعا کرو، اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما۔

تو حاضرین محترم! اللہ تعالی نے حضرت تاج الشریعہ کو دنیا میں بھی کامیابی عطا فرمائی اور آخرت میں بھی کامیابی عطا فرمائی اور آیت کریمہ: انتم اعلون ان کنتم مومنین۔۔۔۔۔ مسلمان تم ہی کامیاب ہو اگر ایمان رکھتے ہو۔ یہ آیت کریمہ حضور تاج الشریعہ (علیہ الرحمہ) پر مکمل طور پر صادق آتی ہے، ان کا ایمان کامل تھا، وہ مومن کامل تھے، اور مومن کامل بن کر وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اللہ تعالی نے انہیں دنیا میں بھی کامیابی عطا فرمائی اور آخرت میں بھی کامیابی عطا فرمائی۔ حاضرین محترم یہ دنیا کیا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

انما الحیاۃ الدنیا لعب و لھو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال و الاولاد۔۔۔۔

دنیا، یہ تو پانچ چیزوں کا مجموعہ ہے: دنیا کھیل کود ہے، دنیا زینت ہے، دنیا تفاخر ہے، (میں بڑا

وہ چھوٹا،ایک دوسرے سے بڑائی ظاہر کرنا ہے،فخر کرنا ہے)اور کیا ہے۔،تکاثر فی الاموال والاولاد، مال دولت اور اولاد میں ایک دوسرے سے مقابلہ وکثرت ظاہر کرنا ہے۔حاضرین محترم:یہ دنیادھوکا ہے، حقیقت نہیں ، اللہ فرماتا ہے: وما الحیاۃ الدنیا الا متاع الغرور۔کہ نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا مال، یہ ایک دھوکا ہے جو دنیا کو دنیا کے لیے حاصل کرتا ہے،وہ کافر ہے،وہ کافر کا کام کرتا ہے، کافر کہتا ہے اے اللہ مجھے صرف دنیامین عطافرما، آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں مومن کی شان یہ ہے کہ وہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ ہمیں دنیامیں بھی عطافرمااور آخرت میں بھی عطافرما،مگر دنیا میں برائے دنیانہیں،دنیامیں برائے آخرت عطافرما۔

حاضرین محترم: حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان کو اللہ تعالی نے دنیا میں بھی کامیاب فرمایااور آخرت میں بھی کامیاب فرمایااور جو دنیااور آخرت میں کامیاب ہوجاتا ہے،فرشتے اس سے کہتے ہیں ”نم کنومۃ العروس“سوجا جیسے دلہن سوجاتی ہے،”عروس“کامعنی جہاں دلہن کے ہیں وہیں دولہے کے بھی آتے ہیں،توسوجا جیسے دولہا سوجاتا ہے حاضرین محترم:آپ غور فرمائیں کہ دولہا جو ہوتا ہے،وہ دولہا کب بنتا ہے؟،دولہا بننے کا دن تو شادی کا دن ہے ناں؟،تو یہ جو آپ ”عرس“کہتے ہیں اس کالغوی معنی شادی ہوتا ہے اور شادی کس کی ہوتی ہے؟،دولہے کی ہوتی ہے، دولہا کون بنتا ہے؟،آخرت میں؟،قبر میں؟ وہ بنتا ہے جو مومن کامل ہوتا ہے،اور تاج الشریعہ مومن کامل کا نام ہے اس لیے ان کا عرس منایا جارہا ہے۔

حاضرین محترم:عرس منانے کے جہاں بہت سے دینی وروحانی فوائد ہیں ،وہیں ایک فائدہ اس کے علاوہ جو فطری اور طبعی طور پر میرے سمجھ میں آتا ہے وہ یہ کہ اگر کوئی دنیوی مفکر اور کوئی دنیوی فلاسفر کچھ کہہ یا لکھ جاتا ہے کوئی فکر دے جاتا ہے،تو اس کے کارنامے،اس کے افکار ونظریات اور اس کے خیالات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دیمک کی نظر ہوجاتے ہیں مگر ایک دینی بذرگ کی یہ شان ہوتی ہے کہ جب مرور زمانہ کے سبب اس کے افکار وخیالات ماند پڑنے لگتے ہیں،امتداد زمانہ کے ساتھ اس کی عظیم شخصیت کے نقوش مٹنے لگتے ہیں اور دھیرے دھیرے اس عظیم شخصیت کی تصویر دل ودماغ کے آئینے سے مٹنے لگتی ہے یا دھندلی ہونے لگتی ہے تو اس وقت ان کا عرس آکر انکے

افکار وخیالات کو زندہ کر دیتا ہے، ان کے مٹ رہے نقوش کو دوبارہ تابندہ کر دیتا ہے، اور ان کی دھندلی ہو رہی تصویر کو پھر سے ہمارے دل و دماغ کے آئینے پر صاف و شفاف کر دیتا ہے اور پھر عالم یہ ہوتا ہے کہ ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اور پھر کم از کم سال بھر کے لیے حال یہ ہوتا ہے کہ ؎

اب کہاں جائے گا نقشہ ترا مرے دل سے
تہ میں رکھا ہے اسے دل نے گمانے نہ دیا

حاضرین محترم: حضور سرکار تاج الشریعہ کو ہم اس لیے نہیں مانتے کہ حضرت کے کروڑوں مرید تھے یا دنیا ان کے آگے جھکا کرتی تھی آج کل تو لوگوں کا حال یہ ہے کہ اتنا لچک دار مزاج واقع ہوا ہے کہ جہاں دس لوگ یا بیس لوگ دیکھے جمع ہوئے ہیں تو وہیں سب لوگ بھیڑ لگانے لگتے ہیں۔ مگر جن کی نظر گہری ہوتی ہے جو گہری نگاہ رکھتے ہیں اور صاحب الرائے ہوتے ہیں وہ ایسے ہی کسی کو نہیں مان لیتے ہیں۔ ان کو جلدی کوئی متاثر نہیں کر پاتا، صاحب الرائے لوگوں نے تاج الشریعہ کو اس لیے نہیں مانا کہ وہ حجۃ الاسلام کے پوتے تھے، یا سرکار مفتی اعظم کے نواسے تھے بلکہ میں خود حضرت تاج الشریعہ کو اس لیے نہیں مانتا کہ حضرت میرے خاندان کے بزرگ ہیں یا ان کے کروڑوں مرید ہیں یا دنیا ان کے آگے جھکا کرتی ہے: ارے اور ہوں گے جن کو تجھ سے لالچ ہو کچھ۔ تیرے اختر کو کافی ہے تیری رضا۔

ہم تاج الشریعہ کو اس لیے مانتے ہیں کہ وہ شریعت کا نور، طریقت کا سرور اور اعلیٰ حضرت کے سچے پرتو اور عکس اور مجدد اعظم کے سچے جانشین اور سچے نائب تھے۔۔۔۔۔۔۔

حاضرین محترم: آپ، حضور سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے زمانے میں جو آزاد خیال مولوی اور سیاسی علما تھے ان کے افکار وخیالات پڑھ لیں اور آج کے زمانے کے، تاج الشریعہ کے زمانے کے، جو آزاد خیال علماء ہیں، آزاد خیال مولوی ہیں ان کے افکار وخیالات پڑھ لیں، دونوں

کے افکار و خیالات ایک ہی نظر آئیں گے۔ جو پہلے وہ کہا کرتے تھے، وہی کچھ آج یہ کہتے ہیں۔ اور آپ اعلیٰ حضرت کی تحقیقات و مواقف پڑھ لیجیے کہ انہوں نے کیا موقف اختیار کیا تھا اور ان کی تعلیمات پڑھ لیجیے اور اس کے بعد تاج الشریعہ کے مواقف کو، ان کی تعلیمات کو پڑھ لیجیے، یہاں بھی آپ کو کوئی فرق نظر نہیں آئے گا، نہ وہاں کوئی فرق نظر آئے گا، نہ یہاں کوئی فرق نظر آئے گا۔ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا عبد الماجد بدایونی اور مسٹر ابوالکلام آزاد، شبلی نعمانی وغیرہ اس طرح کے آزاد خیال اور سیاسی مولوی تھے، یہ دین کو مصلحت کے حساب سے موڑا کرتے تھے، اقبال نے کیا کہا۔۔۔۔۔

ہند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذت کردار نہ افکار عمیق
خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

مگر سرکار اعلیٰ حضرت کا مزاج یہ نہیں تھا، کہ دنیوی مصلحت یا ذاتی غرض و مفاد میں قرآن کے احکام کو تاویل فاسد کر کے بدل دیں (معاذ اللہ) جب تک ضرورت، حاجت، عرف، تعامل، عموم بلوی، دینی ضروری مصلحت اور ازالہ فساد۔ ان چھ اسباب کی زد میں کوئی مسئلہ نہ آجائے، حکم میں کسی طرح نرمی نہیں آسکتی۔ اور یہ بھی فروع میں، غیر منصوص مسائل میں ہے، اصول میں نہیں تو آپ، اعلیٰ حضرت کا موقف پڑھ لیجیے، اس کے بعد تاج الشریعہ کا موقف پڑھ لیجیے اس میں آپ کو سر مو انحراف نظر نہیں آئے گا۔

حاضرین محترم: اسی لیے میں کہتا ہوں کہ سرکار تاج الشریعہ اپنے زمانے میں ایک مجدد کے سچے نائب تھے۔ مجدد کا کام کیا ہوتا ہے؟، ایک ہوتا ہے "تجدید" اور ایک ہوتا "تجدد"۔ تجدید باب تفعیل سے ہے، تجدد باب تفعل سے، تجدید یعنی اصل پر پھر لوٹا دینا۔ دین میں جو باتیں گھس آئی ہیں جو دین میں نہیں تھیں اس کو ہٹا کر اصل پر لوٹا دینا، اس کا نام ہے تجدید اور ایک ہوتا ہے تجدد یعنی، دین میں جو باتیں نہیں، اس کو دین میں داخل کر دینا، آج کل یہ جتنے آپ کو مجددیت کا دعویٰ کرتے ہوئے نظر آئیں گے، ہندوستان سے لے کر پاکستان تک، ان میں اکثر مجدد نہیں بلکہ متجدد

ہیں۔ اور تاج الشریعہ نائب مجدد اعظم تھے نہ صرف ایک مجدد بلکہ دو مجدد کے نائب تھے۔ حضرت نے کبھی مجددیت کا دعویٰ نہیں فرمایا، ورنہ اگر کوئی شخص ان کی خدمات کو دیکھتا اور غور کر کے اعلان کر دیتا اور تمام علما کا اتفاق ہو جاتا تو سبھی شرائط تو پائی ہی جا رہی ہیں، دو صدیاں بھی ملی تھیں، اور ان دو صدیوں میں حضرت مرجع علما و مرجع خلائق اور مرجع فتاوی رہے، اشہر مشاہیر تھے، خوب شہرت حاصل تھی، تو کوئی دعوی کر دیتا اور علما اتفاق کر لیتے تو مجدد کی یہی تعریف ہے، مگر حضرت نے کبھی مجددیت کا دعوی نہیں کیا۔

پندرہویں صدی کا مجدد علمائے کرام نے مفتی اعظم کو تسلیم کیا ہے، ہاں مگر حضرت نے دو مجددوں کا نائب بن کر انہی کے منہج و طریقے پر کام کیا یعنی مجدد دین کا جو طریقہ تھا، اصل دین پر لوٹانا، وہی کام حضرت نے انجام دیا اور متجددین کا مقابلہ کیا، جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنے زمانے میں متجددین کا مقابلہ کیا، مگر حضرت کے زمانے میں مصیبت یہ تھی کہ یہ متجددین آج اعلیٰ حضرت کا نام بھی لیتے ہیں، ان کو مجدد بھی تسلیم کرتے ہیں کیوں کہ ساری دنیا نے کیا، مگر افکار و نظریات مجدد برحق کے نہیں بلکہ انہی متجددین کے تھے جن کا اعلیٰ حضرت نے رد کیا تو یہاں تاج الشریعہ نے مجدد اعظم کی نیابت کا حق ادا کیا اور ان متجددین اور سیاسی مولویوں سے برسرپیکار رہے، اسی لیے میں نے عرض کیا کہ نائب مجدد دین کا نام تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا ازہری رحمہ اللہ ہے، (نماز کا وقت قریب ہو گیا ہے، اس لیے گفتگو کو ختم کرتا ہوں) اللہ تعالی ہمیں حضرت کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، حضرت کے نقش قدم پر چلائے اور ان کی تعلیمات کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ان کی تعلیم کیا تھی؟ ان کی تعلیم یہی تھی کہ ؎

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کر دیں
پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کر دیں

وما علینا الا البلاغ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

# حضور تاج الشریعہ اور شرح قصیدہ بردہ

امام شرف الدین بوصیری (۶۰۸ ھ۔۶۹۶ ھ) کے مبارک و مسعود قصیدے کے متعدّد نام ہیں، کوئی اسے 'قصیدہ میمیہ' کہتا تو کوئی 'قصیدۃ البراۃ'، کوئی ''الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ'' نام سے موسوم کرتا تو کوئی 'قصیدۃ البردۃ' سے، مگر مؤخر الذکر اسم سے وہ زبان زد خواص و عوام ہوا، اس مشہور زمانہ قصیدے کو قصیدہ بردہ کے نام سے سے اس لیے شہرت ملی کہ عربی زبان میں 'بردہ' ردا (یعنی چادر) کو کہتے ہیں اور اس چادر (بردہ) کا حضور علیہ السلام کی مدح و ثنا میں کہے جانے والے قصائد و مدائح کے ساتھ بڑا گہرا ربط رہا ہے۔ صحابی رسول حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان میں جب اپنا قصیدہ لامیہ (بانت سعاد) پیش کر کے اپنے کلام کو حسن و زینت بخشی اور گویا بزبان حال یہ کہتے ہوئے کہ:

ما ان مدحت محمدا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

اپنا قصیدہ لے کر بار گاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو کونین کی زیب و زینت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سماعت فرما کر انہیں بطور تحفہ اپنی ردائے مبارک یعنی اپنی بردہ شریف عطا فرمائی، اسی وجہ سے ان کے قصیدہ، بانت سعاد کو بھی قصیدہ البردۃ کہا جاتا ہے وجہ تسمیہ جاننے کے لیے ایک یہ حدیث پاک بھی ملاحظہ فرمالیں، جسے امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں نقل فرمایا ہے:

''عن ابی عمرو بن العلاء ان کعب بن زهیر رضی الله تعالیٰ عنه لما انشد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قصیدته بانت سعاد رمی الیه ببردة کانت علیه فلما کان زمن معاویة رضی الله تعالیٰ عنه کتب الی کعب بعنا بردة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعشرة آلاف درهم، فابیٰ علیه فلما مات کعب بعث معاویة الی اولاده بعشرین الف درهم واخذ منهم البردة التی هی عند الخلفاء آل العباس وهکذا قال خلائق آخرون۔''

[تاریخ الخلفا، ص:۲۱]

**ترجمہ:۔** حضرت ابو عمرو سے مروی ہے کہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا قصیدہ بانت سعاد سنایا تو اس وقت حضور کے جسم اطہر پر جو چادر مبارک تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن زہیر کو بطور تحفہ عطا فرمادی پھر جب حضرت امیر معاویہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے حضرت کعب کو پیغام بھیجا کہ حضور کی وہ چادر مبارک تم مجھے دس ہزار درہم میں بیچ کردو، انہوں نے حضرت امیر معاویہ کی اس پیش کش کو قبول نہ فرمایا مگر جب ان کا وصال ہوگیا تو حضرت امیر معاویہ نے ان کی اولادوں کے پاس بیس ہزار درہم بھجوا کر وہ ردائے مبارک حاصل کرلی جو عباسی خلفا کے پاس تھی۔

اسی سے ملتا جھلتا ایک واقعہ امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ کے ساتھ عالم رویا میں پیش آیا جس کی وجہ سے ان کے قصیدے کا نام بھی قصیدہ بردہ شریف پڑا، عصیدۃ الشہداء شرح قصیدۃ البردۃ میں ہے:

کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام شرف الدین بوصیری کے قصیدے کو عالم خواب میں سماعت فرمایا اور خوش ہوکر اپنی ردائے مبارک (بردہ شریف) ان کے بیمار جسم پر ڈالی اور اپنا دست شفا پھیرا جس کی برکت سے وہ فوراً شفایاب ہوگئے (سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب آہ عیسی اگر دوا نہ کرے)

خود امام شرف الدین بوصیری اسی قصیدے کے ایک شعر میں اس طرف یوں اشارہ کرتے ہیں:

كم أبرأت وصبا باللمس راحته
وأطلقت أربا من ربقة اللمم

**ترجمہ:۔** حضور علیہ السلام کے کف مبارک نے نہ جانے کتنے بیماروں کو چھوکر اور مسح فرماکر شفا بخشی ہے اور نہ جانے کتنے محتاجوں کو پریشانی اور گناہوں کے پھندے سے نجات دی ہے۔)

لہٰذا اس چادر مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے اس قصیدہ کا نام بھی قصیدہ بردہ شریف مشہور ہوا۔

یہ قصیدہ میمیہ ہے وہ قصیدہ لامیہ ہے، نام دونوں کا ہی قصیدہ بردہ ہے فرق یہ ہے کہ صاحب قصیدہ لامیہ (حضرت کعب بن زہیر) کو حضور علیہ السلام کی ردائے مبارک (بردہ شریف) عالم بیداری میں ملی اور صاحب قصیدہ میمیہ (امام بوصیری) کو چادر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا عالم رویا میں نصیب ہوئی۔

حضور کی اس چادر مبارک کی برکت سے امام شرف الدین بوصیری کے اس قصیدے کو اتنی مقبولیت نصیب ہوئی کہ آج اسلامیان عالم کے سینوں میں عشق رسالت کی جوت جگانے کے لیے دنیا کے گوشے گوشے سے ان کے قصیدے کے اشعار کی صدا سنائی دیتی ہے :

مولای صل وسلم دائماً ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم
هو الحبیب الذی ترجی شفاعته
لکل هول من الاهوال مقتحم
محمد سید الکونین والثقلین
والفریقین من عرب ومن عجم

عشق رسالت کی ہر درسگاہ میں اسے شامل نصاب رکھا گیا ہے، اسے عشق رسالت کی تکمیل کا ذریعہ تصور کیا گیا بلکہ عشق رسالت کی سند مانا گیا۔

قصیدہ بردہ شریف جو عربی زبان میں مدح نبوی ﷺ پر مشتمل، علوم وفنون کا جامع، عربی ادب کا شاہکار اور زبان وبیان کے لحاظ سے انتہائی فصیح وبلیغ قصیدہ ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ قصیدہ بارگاہ رسالت میں مقبول اور اتنا مقبول ہے کہ اس کے اشعار دربار خداوندی میں مستجاب اور روحانی فوائد کا خزینہ ہیں، اس قصیدہ مبارکہ کی اتنی ساری خصوصیات کی وجہ سے اکابر علما وائمہ نے اس کی عربی زبان میں شرح فرمائی ہے جن میں سر فہرست، ملا علی قاری (المتوفیٰ ۱۰۱۴ھ) کی "زبدۃ"، علامہ عمر بن آفندی خرپوتی (م ۱۲۹۹ھ) کی "عصیدۃ الشھدۃ"، علامہ ابراہیم بیجوری (م ۱۲۷۶ھ) کی "شرح بردہ"، علامہ شیخ زادہ (م ۹۵۱ھ) کا "حاشیہ بردہ"، امام ابن حجر مکی

(م۷۹۴ھ) کی "عمدۃ"، امام قسطلانی (م۹۲۳ھ) کی "الانوار المضیۃ فی شرح الکواکب الدریۃ"، علامہ ابن ھشام (م۷۶۱ھ) کی "الکواکب الدریۃ"، امام زکریا انصاری (م۹۲۶ھ) کی "الزبدۃ الرائقۃ فی شرح البردۃ الفائقۃ"، علامہ ابن علان صدیقی مکی کی "الذخر والعدۃ فی شرح البردۃ" ہیں۔ اور ان علمائے کبار کے علاوہ جن عظمائے اسلام کا نام بطور شارح بردہ آتا ہے مگر ان کی شروح دستیاب نہ ہوسکیں، ان میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں:

امام جلال الدین محلی (م۸۶۴ھ) (صاحب تفسیر جلالین)، امام زرکشی (م۷۹۴ھ) (صاحب کتاب "البرہان فی علوم القرآن")، علامہ ابن العماد حنبلی (م۸۰۸ھ) (صاحب کتاب "شذرات الذھب") محمد بن عبداللہ بن مرزوق مالکی (م۷۸۱ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

لیکن ان میں سے اکثر شروح میں یا تو محض فنی گفتگو ہے یا محض لفظی و معنوی اور پھر یہ کہ یہ تمام شروح آج سے کئی کئی سو سال پہلے کی ہیں جو شارح کے اپنے زمانے کے حالات و مقتضیات کے مطابق ہیں اور اس دور کے تناظر میں لکھی گئی ہیں، اس زمانے میں ایسی عربی شرح کی ضرورت تھی جو اس زمانے اور اس دور کے حالات اور تقاضوں کے مطابق ہو جس میں اشعار کی شرح کے ساتھ ساتھ عقائد و معلومات اہل سنت کا کامل بیان اور فرقہائے باطلہ کی تردید بھی ہو، نیز علوم متداولہ کی جامع ہونے کے ساتھ سابقہ تمام شروح کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے بھی ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں جد کریم وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم شارح قصیدہ بردہ حضور تاج الشریعہ کی قبر انور پر کہ آپ نے اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے قصیدہ بردہ کی ایک ایسی عربی شرح فرمائی جو یقینا علما و طلبہ کے لیے یکساں مفید ہے، جس میں علمی و فنی گفتگو بھی ہے، اور علوم متداولہ مثلاً نحو و صرف، معانی و بیان، ادب و منطق، علم کلام و حدیث اور علم فقہ و اصول فقہ کی اصطلاحات اور ان کی تعریفات بھی ہیں اور اکابر علمائے اہل سنت کی کتابوں سے عقائد اہل سنت کا اثبات بھی، خصوصاً جابجا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تصنیفات سے معمولات اہل سنت کی وضاحت بھی ہے اور دیگر شارحین کے تسامحات پر تنبیہ بھی، گویا حضور تاج الشریعہ کی شرح "الفردہ فی شرح البردۃ" سابقہ تمام شروح کی جامع اور قاری کی تشنگی کو دور کرنے والی ہے۔

قصیدہ بردہ شریف میں کل دس فصلیں ہیں۔ پہلی فصل غزلیات میں ہے:

اس فصل میں حضرت تاج الشریعہ نے علم نحو وصرف اور علم معانی وبیان کے اعتبار سے شرح فرمائی ہے اور نحوی وصرفی ادوات وحروف کی جگہ جگہ مکمل تحقیق بیان فرمائی ہے مثلاً فصل اول کا یہ شعر:

نعم سری طیف من أهوی فأرقني
والحب یعترض اللذات بالألم

**ترجمہ:۔** ہاں ہاں (میں اقرار کرتا ہوں کہ) مجھے اپنے محبوب کی یاد اور اس کا خیال خواب میں آیا جس نے مجھے بے چین اور بے خواب کر دیا اور محبت ایسی چیز ہی ہوتی ہے جو خوشی میں رکاوٹ بن جاتی ہے (حائل ہو جاتی ہے) درد والم کے ساتھ۔)

اس شعر کے تحت حضور تاج الشریعہ لفظ "نعم" اور "بلی" کے درمیان فرق واضح فرماتے ہیں اور شارح کے ایک تسامح پر تنبیہ بھی فرماتے ہیں اور پھر حاصل کلام کے طور پر امام جلال الدین سیوطی کی کتاب "ھمع الھوامع" سے اپنے دعوے کو مدلل ومبرہن کر کے تحریر فرماتے ہیں:

"ہم نے مختصر الفاظ میں زیادہ معانی ومفاہیم کے ساتھ "ھمع الھوامع" سے کچھ مباحث قارئین کرام کے گوش گزار کیے اور جو کچھ مقاصد ومطالب کی توضیح اور ابہام کا انکشاف اس میں کیا گیا تھا، ہم نے یہاں بیان کر دیا نیز (شارح قصیدہ بردہ) علامہ خرپوتی نے جو شعر 'نعم' کے متعلق نقل کیا تھا اس کی درست صورت یوں ہو سکتی ہے، جو میں عرض کر رہا ہوں:

بعد نفی قل نعم او عند اعلام کذا
بعد ایجاب نعم لابعد ایجاب بلی

شعر کی اس صورت کو تسلیم کر لینے سے علامہ خرپوتی نے جو وجہیں "نعم" کے متعلق شروع میں بیان کیں وہ صحیح و درست ہو جائیں گی.........الخ

(ترجمہ از الوردۃ فی شرح الفردہ مصنفہ فقیر راقم الحروف، ص ۹۱،۹۲)

المختصر حضور تاج الشریعہ نے فصل اول میں علم نحو وصرف، علم بدیع، معانی وبیان کی اعلی بحثیں اور ائمہ علوم وفنون کی کتابوں سے نقول پیش فرمائے ہیں۔

دوسری فصل نفس امارہ کے بیان میں ہے:

چوں کہ نفس امارہ تصوف کا ایک اہم باب ہے لہذا اس فصل کی شرح میں حضرت نے مذکورہ علوم وفنون کے ساتھ ساتھ علم تصوف وروحانیت سے بھی کلام کیا ہے مثلا یہ شعر ملاحظہ ہو:

وراعها وهي في الأعمال سائمة
وإن هي استحلت المرعى فلا تسم

**ترجمہ:۔** (تونفس کی نگرانی کر اس حال میں کہ وہ چرنے میں مصروف ہو اور اگر وہ اس چراگاہ عمل کو لذیذ جانے تو اس کو تو چرنے نہ دے۔)

حضور تاج الشریعہ اس شعر کی صوفیانہ تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے عارف باللہ! اپنے نفس کو معرفت الٰہی اور اللہ کی محبت میں فنا کردے اور اس کی رضا حاصل کر اور اعمال کی تعداد گننے میں نہ رہ اس لیے کہ اعمال میں باقی رہنا صلحا اور زہاد کا مرتبہ ہوتا ہے بلکہ تو ملاحظہ واجب الوجود میں مستغرق ہوجا اور اپنے قعود وسجود پر نظر کرنا چھوڑ دے اس لیے کہ اگر کہ تو گنتیوں میں پھنسا رہا تو محجوب ہوجائے گا اور اگر تو اس کو چھوڑ کر اس سے بالاتر منزل کو پہنچ جائے گا تو تو مطلوب ہوجائے گا، کیوں کہ اعمال واستدلال سے ماوراء اصول کمال کی منزل ہوتی ہے اور یہی حقیقت وصال ہے، تو نفس اپنی خباثت کی وجہ سے ذکر وفکر میں پڑا رہنا چاہتا ہے فعلیک بالتحول ولو بالتحمل۔"

(ترجمہ از: الوردہ ص۱۳۱)

تیسری فصل مدح نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مشتمل ہے:

اس میں جد کریم حضور تاج الشریعہ نے اپنے جد کریم سیدنا اعلیٰ حضرت اور دیگر اکابر علمائے اہل سنت کی کتب سے عشق رسالت کا درس دینے کے ساتھ عقائد ومعمولات اہل سنت کا واضح بیان فرمایا ہے اور احادیث مبارکہ سے حضور علیہ السلام کے فضائل وشمائل بیان فرمائے ہیں اور حضور کے حسن صورت وسیرت کا نقشہ کھینچتے ہوئے، حضور علیہ السلام کے جمال طلعت کا

احادیث سے تفصیلی بیان فرمایا ہے ۔مثال کے طور پر قصیدہ بردہ شریف کا انتہائی معروف شعر ملاحظہ ہو:

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته
لكل هول من الأهوال مقتحم

**ترجمہ:۔** (وہی اللہ کے حبیب ہیں جن کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے اور جن کی شفاعت ہی سے تمام سختیوں اور ہولناکیوں کے آپڑنے کے وقت توقع ہے)

اس شعر کی شرح میں حضرت تاج الشریعہ پہلے حضور علیہ السلام کے حبیب اللہ ہونے پر قران و حدیث سے شواہد پیش فرماتے ہیں پھر آپ ﷺ کے محبوبیت کے ساتھ آپ کی شفاعت کے معانی و مفاہیم کی وضاحت، المعتقد المنتقد اور المعتمد المستند سے کرکے، شفاعت کے اقسام بیان فرماتے ہیں اور چوں کہ اقسام شفاعت میں سے بعض کفار کے اوپر سے تخفیف عذاب کی شفاعت بھی ہے اور اس کی مثال میں ابوطالب ہیں لہذا یہاں سے ابوطالب کے کفر و ایمان کی بحث چل پڑتی ہے تو شرح المطالب فی مبحث ابی طالب کے مباحث لائے جاتے ہیں اور اس ایک شعر کی شرح تقریبا بارہ تیرہ صفحات میں جاکر مکمل ہوتی ہے، اس فصل میں ایک مقام پر حضرت تاج الشریعہ حبیب و خلیل کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے علامہ ابوبکر بن فورک کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

"اس کلام میں متکلّمین بیان فرماتے ہیں کہ "خلیل" بالواسطہ واصل حق ہوتا ہے، فرمان باری تعالیٰ کے بموجب {وكذالك نري ابراهيم ملكوت السمٰوٰت والارض} (الانعام۷۵)

لیکن اس کے برعکس حبیب اپنے رب کی بارگاہ میں بغیر کسی واسطے کے پہنچتا ہے اس فرمان باری تعالیٰ کے بموجب {فكان قاب قوسين او ادنىٰ} (النجم۹)

اور بعض علما کا کہنا ہے کہ خلیل وہ ہوتا ہے جس کی مغفرت حد طمع میں ہوتی ہے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے {والذي اطمع ان يغفرلي خطيئتي يوم الدين} (الشعراء۸۲)

اور حبیب وہ ہوتا ہے جس کی مغفرت حد یقین میں ہوتی ہے بوجہ ایں فرمان باری تعالیٰ

{لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تأخر}(الآیۃ الفتح:۲)

خلیل نے کہا{ولا تحزنی یوم یبعثون}(الشعراء۸۷)اور حبیب سے کہا گیا{یوم لایجزی الله النبی}(التحریم:۸) یعنی مانگنے سے پہلے ہی بشارت سنا کر آغاز کیا گیا۔ خلیل نے آزمائش میں کہا{حسبی الله}اور حبیب سے کہا گیا{یایها النبی حسبك الله}(الانفال:۶۴)خلیل نے عرض کیا{واجعل لی لسان صدق فی الآخرین}(الشعراء: ۸۴) اور حبیب سے فرمایا گیا {ورفعنالك ذكرك}(الانشراح:۴)یعنی بغیر مانگے عطا کیا گیا، خلیل نے دعا کی{واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام}اور حبیب کو بشارت سنائی گئی{انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت}(الاحزاب:۳۳)

(ترجمہ از الوردہ، ص ۲۷۱،۲۷۰)

مذکورہ بالا سطور میں ایک جگہ علماء کا یہ قول نقل ہوا کہ حضرت خلیل کی مغفرت حد طمع میں ہیں، حضور تاج الشریعہ اس قول پر یوں تنبیہ فرماتے ہیں:

”تنبیہ: قارئین کرام کو طمع کے معنی پر آگاہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں جس کا ذکر ابھی ماسبق میں گزرا!

یہ بات جاننا انتہائی ضروری ہے کہ کسی بھی نبی کا طمع کرنا(خواہش اور تمنا کرنا)(صلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی سائر النبیین)درجہ یقین سے نہیں گرتا اس لیے کہ انبیاے کرام کی امید و رجا وہ پایہ ثبوت اور یقین کی منزل میں ہوتی ہے اور آیت پاک کے دوسرے پہلو کے متعلق قارئین کرام کا متفکر اور فکر مند ہونا لازمی ہے کہ تمام انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو معصوم عن الخطاء ہیں تو آیت پاک میں 'خطیئۃ' مؤول ہے اور اپنے ظاہری معنیٰ میں نہیں ہے اور معاملہ تواضع پر محمول ہے یا پھر خطایا خطیئۃ سے حضرت ابراہیم کے اصحاب و خواص کی خطائیں مراد ہیں جیسا کہ اس فرمان کے متعلق کہا گیا ہے{واستغفر لذنبك وللمومنین}

تو اب معنیٰ یہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بارے میں خبر دی کہ ان کو اس مغفرت کا یقین ہے جو مغفرت کہ انبیاے کرام کے ساتھ مختص ہے اور قربیٰ کی مغفرت سے جدا اور الگ ہے یا پھر وہ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ وہ مرتبہ شفاعت کے خواہاں اور متمنّی

ہیں جوکہ سید الانبیاء کے وسیلے اور وساطت سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ اور حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ، حضور سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے بایں طور ممتاز اور منفرد ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور کو یہ فرماکر بشارت دی {لیغفر لك}

یعنی اس کو حضور کے سپرد اور حضور کے ذمے پہ باقی نہ چھوڑا بر خلاف حضرت خلیل کے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(وردہ شرح فردہ، ص ۲۷۲،۲۷۱)

چوتھی فصل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں ہے: اس میں میلاد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا منانے کی مشروعیت پہ بحث کی گئی ہے اور دلائل وبراھین سے ثابت فرمایا ہے کہ میلاد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا منانا ایک ایسا نیک عمل ہے جس کی بنیاد قران وسنت اور سلف صالحین کا تواتر عملی ہے اور جسے مسلمانوں نے اپنے آبا واجداد اور اسلاف سے ورثے میں پایا ہے۔ آغاز فصل میں حضرت تاج الشریعہ یوں رقم طراز ہیں:

”شاعر ذی فہم اس شعر میں جشن میلاد النبی ﷺ منا رہے ہیں اسی وجہ سے وہ بہت ہی عمدہ اور نرالے طریقے سے جشن میلاد النبی منانے کی مشروعیت پر تنبیہ کر رہے ہیں کہ وہ ایسی سنت جمیلہ ہے کہ مسلمانوں نے اسے اپنے آباو اجداد سے ورثے میں پایا ہے اور ہر زمانے وعصر میں نسلاً بعد نسل مسلمانوں میں جاری وساری رہی ہے۔ لہذا قارئین کرام کے لیے امام بوصیری جیسی شخصیت بحیثیت امام ومقتدا کافی ہے کہ ان کی بات مانی جائے۔!!

جیسا کہ اس سے قبل ناظم نے حضور کے نسب شریف کی شرف وبزرگی اور شرک کی نجاست سے اس کے پاکی وطہارت پر تنبیہ کی تھی! تو حضور کے آباو اجداد اور امہات میں حضرت آدم وحوّا سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما تک کوئی بھی مشرک نہ تھا بلکہ سب موحد تھے اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر مزید فضل پر فضل فرمایا کہ اس نے آپ کے والدین کریمین کو دوبارہ زندہ فرمایا اور پھر وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے تو انہیں توحید کی فضیلت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ پر ایمان لانے کی بھی فضیلت نصیب ہوئی، جد کریم

امام ہمام شیخ احمد رضا قدس سرہ کا اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ہے جس کا نام "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے اس کی تعریب و تحقیق اور اس پر اہم تقریرات کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے، فالحمد للہ علی ذالك۔"

(وردہ، ص۳۳۷، ۳۳۸)

پانچویں فصل حضور اکرم ﷺ کے معجزات کے بیان میں ہے:

اس فصل کی شرح میں کثرت کے ساتھ حضور کے معجزات، آیات و احادیث کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں، ایک مثال ملاحظہ ہو:

أقسمت بالقمر المنشق إن له
من قلبه نسبة مبرورة القسم

**ترجمہ:۔** میں شق ہونے والے چاند کی سچی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک اس شق قمر کو آپ ﷺ کے قلب شریف سے ایک مشابہت و مناسبت ہے)

اس شعر کے تحت حضور کے معجزہ شق القمر کی ایک روایت غریبہ ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

"علامہ خرپوتی نے شق قمر کے متعلق ایک حکایت نقل کی ہے جس میں غرابت ہے مگر ان کی روایت پر بھروسہ واعتماد کرتے ہوئے ہم اسے یہاں نقل کیے دیتے ہیں"

مذکورہ شعر میں امام شرف الدین بوصیری نے چاند کی قسم اٹھائی ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ رقم طراز ہیں:

"یہ قسم جو امام شرف الدین بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے صادر ہوئی بتا رہی ہے کہ مومن سے جب، اللہ تبارک وتعالیٰ کے شعائر اور نشانیوں کی تعظیم واجلال کے طور پر قسم صادر ہو، مشرکوں کے طریقے اور بے تکی باتیں کرنے والوں سے بچتے ہوئے اور تفاخر ممنوع سے دور رہتے ہوئے، تو یہ قسم اس قسم میں سے نہیں جو ہر طرح ممنوع ہے اور اس طرح قسم کھانا کیوں کر ممنوع

ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

(و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب) اور فرماتا ہے:

(و من یعظم حرمٰت اللہ)، تو ان شعائر کی تعظیم رب تعالیٰ کی تعظیم ہے۔"

(الوردہ، ص ۴۰۷)

چھٹی فصل شرف قرآن کے بیان میں ہے: اس کے اشعار کی شرح میں علم عقائد کی مشہور معرکہ الآرا بحث، کلام باری تعالی کے تعلق سے انتہائی فاضلانہ اور پر مغز بحث کی ہے اور کلام نفسی و کلام لفظی کی بحث میں اعلیٰ حضرت کے رسالہ "انوار المنان فی توحید القرآن" سے نقول پیش کیے ہیں اور شرف قرآن کے متعلق بحث امام اہل سنت کی تصنیف لطیف "انباء الحی بان کلامہ المصون تبیان لکل شئ" سے پیش فرمائی ہے۔ خوف طوالت سے مثالیں پیش کرنے سے گریز کرتے ہوئے کلام کو سمیٹنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر حضور تاج الشریعہ کی شرح بردہ کے تعارف میں مذکورہ بالا سطور کافی ہیں، فقس علی ھذا الباقیات۔

الغرض حضور تاج الشریعہ کی یہ عربی شرح "الفردہ" یقینا اسم بامسمیٰ ہے اور قصیدہ بردہ شریف کی ایک منفرد و بے مثال شرح ہے جو پڑھے پڑھائے جانے کے لائق ہے۔

جس طرح عالم عرب کی محافل مولد وقیام میں قصیدہ بردہ کی تلاوت نہایت محبت سے کی جاتی ہے بالکل اسی طرح یہاں برصغیر ہند و پاک میں اہل سنت کی کوئی محفل حدائق بخشش کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، امام شرف الدین بوصیری اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے مابین جو چیز مشترک تھی اسے عشق رسالت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عشق رسالت ہی کا صدقہ ہے کہ اس مبارک و مسعود قصیدے کی بزبان عربی شرح کرنے کی سعادت سرخیل خانوادہ اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے حصے میں آئی، عشق رسالت کی جس شاہ راہ پر امام شرف الدین بوصیری اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت چلے اسی پر حضور تاج الشریعہ نے رواں دواں رہتے ہوئے یہ شرح فرمائی۔

اور حضور تاج الشریعہ کی ایک عادت کریمہ یہ بھی تھی کہ آپ اس مبارک و مسعود قصیدے کی خلوت و جلوت میں کثرت کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے، محافل میں ترنم سے گنگنا کر اہل دل کے قلب وروح کو کیف و سرور کی لذتوں سے آشنا کر دیتے۔

بڑے بڑے علما، حضرت سے قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی اجازت طلب کرتے اور حضرت انہیں اجازت سے مشرف بھی فرماتے، حضرت مولانا افروز قادری چریا کوٹی اپنا واقعہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

"کسی موقع پر میں نے حضرت سے قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی اجازت طلب کی تو حضرت نے زبانی عنایت فرمادی۔ میں نے عرض کیا حضور! تحریری درکار ہے۔ فرمایا تب لکھیے میں اس پر دستخط کیے دیتا ہوں، میں نے لکھنا شروع کیا، حضرت نے فی البدیہ ایسا مقفیٰ اور مسجع اجازت نامہ املا کروایا کہ میں تو عش عش کر اٹھا۔ ذرا جملوں کے زیر و بم دیکھیں بلکہ سیاق و سباق کی تفہیم کے لیے پورا اجازت نامہ ہی نقل کیے دیتا ہوں۔:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الملک المنعام، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد النعمۃ المھداۃ رحمۃ للانام، علی آلہ الکرام وصحبہ العظام، ومن تبعھم باحسان الی قیام الساعۃ وساعۃ القیام وبعد!

قد استجزت لقراۃ بردۃ المدیح فھا انا ذا اجیز المستجیز......بھا وبکل اما اجزت من مشائخی الکرام رحمھم اللہ تعالیٰ، اسئل اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان یسدد خطای وخطاہ ویوفقنا بما یحبہ ویرضاہ اوصیہ بملازمۃ السنۃ و مصباحۃ اھلھا ومجانبۃ البدعۃ ومفارقۃ اھل الھویٰ والاستقامۃ علی نھج الھدیٰ "

(تجلیات تاج الشریعہ ص ۲۱۱، ۲۱۲)

اس شرح کی انفرادیت وخصوصیت قارئین کرام مذکورہ بالا سطور میں ملاحظہ فرما چکے، اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر فقیر راقم الحروف کے ذہن میں زمانہ طالب علمی ہی میں یہ خیال آتا تھا کہ کیوں نہ اس کا اردو زبان میں ترجمہ اور کہیں کہیں مناسب تشریح کردی جائے، اللہ تبارک وتعالی نے فقیر راقم الحروف کو توفیق مرحمت فرمائی اور فقیر نے اپنے دور طالب علمی ہی میں الفردہ کا ترجمہ اور اس کی شرح بنام 'الوردہ فی شرح الفردہ' بحول اللہ تعالی مکمل کردی جو پچھلے سال عرس رضوی کے موقعے پر چھپ کر شائع بھی ہوگئی، فقیر نے حضور تاج الشریعہ سے اس بات کا جب ذکر کیا تو حضرت نے مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا تھا۔

اس کام کا آغاز راقم الحروف نے ہدایہ، حسامی اور مدارک وغیرہ (یعنی جماعت سادسہ کی کتابوں) کا درس لینے کے وقت کردیا تھا اور اختتام توضیح وتنقیح، بخاری، مسلم وغیرہ یعنی جماعت ثامنہ کی کتابوں کا درس لینے کے وقت کردیا اور مقصد صرف یہ تھا کہ فقیر کو بھی قصیدہ بردہ شریف کے فیوض وبرکات نصیب ہوں، اللہ تعالی فقیر کی اس کاوش کو قبول فرمائے اس کے لکھنے میں میری نیت وارادے میں خلوص کی کوئی کمی رہ گئی ہو تو معاف فرمائے، اور پنے حبیب کے ثناخوانوں میں فقیر راقم الحروف کا نام بھی قصیدہ بردہ شریف کے شارح ومترجم کی حیثیت سے قبول فرمائے۔ نیز شارح قصیدہ بردہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی قبر انور اور مرقد منیف پر صبح وشام انوار وتجلیات کی بارش نازل فرمائے۔

تیرے دامن کرم میں جسے نیند آگئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے
ترا دل شکستہ اخترؔ اسی انتظار میں ہے
کہ ابھی نوید وصلت تیرے در سے آرہی ہے

# بشر اختر ہو جائے تو ہرگز مرتا نہیں

یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان جب کسی شخصیت سے متاثر ہوتا ہے، اس کا عقیدت مند ہو جاتا ہے اور اس کی یہ عقیدت اس وقت تک سلامت رہتی ہے جب تک وہ اس شخصیت سے دور رہتا ہے اور جب قریب ہوتا ہے تو بشری کمزوریاں نظر آتی ہیں تو اس کی عقیدت میں نسبتاً کمی آنے لگتی ہے اسی طرح کوئی بھی بارعب وقار انسان اپنا رعب وو قار پہلی دوسری یا کبھی کبھی کی ملاقات میں تو سلامت رکھ پاتا ہے مگر مسلسل ساتھ رہنے والوں اور اکثر ملتے رہنے والوں پر اس کا وہ رعب نہیں رہتا جو پہلے تھا لیکن میں نے ساری دنیا میں صرف ایک ہی شخصیت، اپنے حضرت کی ایسی دیکھی کہ جو ان سے جتنا قریب ہوتا گیا، اتنا عقیدت مند بنتا گیا، اور جس نے جتنا اور جس زاویے سے دیکھا اتنا ہی متاثر و مرعوب ہوا۔ کسی بھی شخصیت کے ساتھ یہ عقیدت اسی صورت میں قائم رہ پاتی ہے جب انسان اس کے صبح و شام، رات و دن، خلوت و جلوت، سفر حضر کو دیکھنے کے بعد اس کا کوئی عمل شریعت مصطفے علیہ التحیۃ والثنا کے خلاف نہیں پاتا، اس شخصیت کو مختلف زاویے سے ملاحظہ کرنے اور اس کی حیات کے گوشوں کو گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد، اس کا کوئی قدم خلاف سنت اٹھتے ہوئے نہیں پاتا۔

ماضی قریب میں یہ بات حضور مفتی اعظم ہند کے بارے میں کہی جاتی تھی کہ جو ان سے جتنا قریب ہوتا اتنا ان کا معتقد ہو جاتا، دید مفتی اعظم تو فقیر کو میسر نہیں ہاں مگر ایک ایسی شخصیت کو قریب و بعید سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا جو اسی متقی اعظم مفتی اعظم کا محبوب نظر تھا، علم و عمل کا سمندر تھا، خلوص کا پیکر تھا، وفا کا مصدر تھا، گمرہوں کا رہبر تھا، ہادیوں کا سرور تھا، محبت کا خوگر تھا، شفقت کا جوہر تھا، اپنے عہد میں فائق و برتر تھا، صاحب ممتاز فکر و نظر تھا، مفسر اعظم ہند کا پسر تھا، اہل سنت کا تاجور تھا، برج ہدیٰ کا اختر تھا جسے کبھی اسماعیل رضا بن ابراہیم رضا کہا گیا، کبھی اختر میاں کہہ کر پکارا گیا، کبھی ازہری نسبت سے یاد کیا گیا، کبھی تاج الاسلام، تاج العلماء، قاضی القضاۃ فی الھند جیسے عظیم القاب سے ملقب کیا گیا اور پھر آخر میں لقب تاج الشریعہ زبان زد خواص و عوم ہوا جو علم، کنیت اور

القاب سب پر ایسا غالب ہوا کہ جیسے یہ لقب فی زمانناہمارے حضرت کی ذات پر ہی جچتا ہو۔

راقم الحروف نے حضرت کے رات و دن دیکھے، صبح و شام دیکھی، خلوت و جلوت دیکھی، سفر و حضر دیکھے، مگر کوئی عمل شریعت مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کے خلاف نہ دیکھا، کوئی قدم خلاف سنت اٹھتے نہ پایا، اپنے مرشد کے رنگ میں ایسا رنگے کہ 'من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری' کی عملی تفسیر نظر آتی ہے۔

سیرت مفتئ اعظم کا عملی زندگی میں مشاہدہ کرنا ہو تو حضور تاج الشریعہ کی زندگی کو ملاحظہ کریں، یقیناً ہمارے حضرت، اپنے حضرت مفتئ اعظم ہند کی خَلقاً وخُلقاً صورتاً و سیرتاً سچی تصویر تھے، وہ کون سی ایسی صفت تھی، جس میں ہمارے حضرت اپنے حضرت کے سچے عکس و مظہر نہ ہوں؟ تقوی وطہارت، زہد وقناعت، شرافت و کرامت، مجاہدہ وریاضت، اصابت واستقامت، ذکاوت وفراست، صورت وسیرت کی کون سی ایسی شاہ راہ ہے جہاں ہمارے حضرت اپنے حضرت کے نقش قدم پر نہ چلے ہوں؟ الولد سر لابیہ کی ایسی بے داغ تفسیر آسانی سے دیکھنے کو نہیں ملتی، فقہ وافتا میں مفتئ اعظم کے راز سربستہ، رشد وہدات میں مفتئ اعظم کے سرمکنون، صورت وسیرت میں مفتئ اعظم کے عکس ومظہر الغرض مفتئ اعظم کے ہر اطوار واعتبار سے سچے جانشین و قائم مقام ہیں۔

منقبت مفتئ اعظم میں جد کریم حضور ریحان ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ادائے مصطفٰی تم ہو رضائے مصطفٰی تم ہو
ہر اک اطوار سے اے مقتدا احمد رضا تم ہو

ہر اطوار سے مصطفٰے رضا اگر احمد رضا ہے تو ہر اعتبار سے اختر رضا مصطفٰے رضا ہے، تو اب ہم اپنے حضرت کی شان میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے:

ادائے مصطفٰی تم ہو رضائے مصطفٰی تم ہو
ہر اک اطوار سے اے مقتدا مصطفٰی تم ہو

اور صغریٰ کبریٰ فٹ کر کے شکل اول بدیہی الانتاج سے اگر نتیجہ نکالا جائے تو اس طرح نکلے گا: ؎

تمہاری ذات میں جلوے رضا نوری میاں کے ہیں
میرے نوری میاں تم ہو میرے احمد رضا تم ہو
شبیہ احمد و حامد رضا نوری پیا تم ہو
رضا و حامد و نوری شہا تم ہو

ابھی تو ہمارے حضرت کو اس دنیاے فانی سے کوچ کیے چالیس دن بھی نہ ہوئے ہیں مگر یہ بات یقین کی حد تک کہی جاسکتی ہے کہ سوسال گزرنے کے بعد بھی ان کی یادوں کا چراغ گل نہ ہوگا، امتداد زمانہ کے باوجود ان کی یادوں کی شمع دلوں کی محراب اور تصورات کے منبر پر روشن رہے گی کیوں کہ 'بشر اگر اختر ہو جائے تو ہر گز مرتا نہیں' جن لوگوں نے ان کا جلوہ زیبا دیکھا ہے، کوئی حسین سے حسین تر جلوہ ان کی آنکھوں کو نہیں بھا سکتا، اس جلوے کو خوب دیکھنے کے بعد اب اپنی آنکھوں کا خیال بھی یہی ہے کہ ؎

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
جیسے میرے حضرت ہیں ایسا نہیں کوئی

میں نے جب سے ہوش کی آنکھیں کھولیں ہیں تب سے حضرت تاج الشریعہ کو اختر برج ہدیٰ کی حیثیت سے دیکھا، دل کی نہاں خانے میں نہ جانے کتنے واقعات محفوظ ہیں، سمجھ نہیں آرہا کہاں سے آغاز کلام کروں، حضرت سے ایام طفولیت میں ہماری ملاقات روزانہ رضا مسجد میں ہوتی تھی، حضرت جب بریلی شریف میں تشریف فرما ہوتے پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرانے کے لیے مسجد تشریف لاتے اور نماز کے بعد جب سب لوگ حضرت سے مصافحہ ودست بوسی کررہے ہوتے، ہم بھی سب کی طرح صف میں لگ کر حضرت کی دست بوسی کرتے اور حضرت بکمال شفقت سر پر ہاتھ پھیرتے، محبت فرماتے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت باصحت وتوانا اور حاسہ بصر سے باوجود کمزوری کے، مشاہدہ فرماتے تھے مگر جب حضرت کی بظاہر نگاہوں کی روشنی تقریباً معدوم ہوگئی تو حضرت پنج وقتہ حاضری سے معذور ہوگئے مگر حد درجہ ضعف نقاہت اور عدم بصارت کے باوجود حضرت نماز جمعہ کے لیے مسجد میں تشریف لاتے اور امامت فرماتے حالاں کہ اس حالت

میں بھی حضرت پر جمعہ فرض نہ تھا اور رخصت تھی مگر عزیمت پر عمل کا یہ عالم کہ آخر وقت تک فرض نمازیں کھڑے ہو کر ادا فرماتے اور حالت یہ ہوتی تھی کہ سجدے سے حالت قیام میں آنے کے لیے ضعف و نقاہت کی وجہ سے پیروں میں لرزش طاری ہو جاتی۔ مسجد سے مزار اعلیٰ حضرت پر حاضر ہوتے چار ہاتھ دور کھڑے ہو کر تلاوت قرآن پاک کر کے ایصال ثواب فرماتے، کبھی مزار کو جھک کر بوسہ نہ دیتے بایں ہمہ اکثر دیکھا جاتا کہ اعلیٰ حضرت و مفتیٔ اعظم کے مزار کی پائینتی کو خادم کے سہارے ہاتھ لگاتے اور پھر واپس لوٹ جاتے، آٹھ دس سال پہلے تک تو یہ معمول تھا کہ بلاناغہ روزانہ مزار اعلیٰ حضرت پر حاضر ہوتے مگر جب عذر لاحق ہوا تو یہ حاضری ہفتے میں ایک دن یعنی روز جمعہ کو متعیّن ہو گئی، فقیر راقم الحروف بھی اکثر حضرت کے پیچھے پیچھے نماز جمعہ کے بعد حاضر ہوتا اور اس کے علاوہ جب بھی حضرت کو مزار پر آتے دیکھتا تو ساتھ ہو لیتا کہ فیوض و برکات کی اس موسلا دھار بارش کے کچھ چھینٹے مجھ پر بھی پڑ جائیں، اور آج فقیر مزار اعلیٰ حضرت پہ بالکل انہیں آداب کو ملحوظ رکھتا ہے جیسا حضرت کو کرتے دیکھا۔ مزار پر حاضری کے جو آداب اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائے ہیں ہمارے حضرت اس پر پورے طور پر عمل فرماتے۔

حضرت اپنے روزانہ کے معمولات کے بہت پابند تھے، مولانا یونس رضا مونس اویسی، حضرت کے رات و دن کے معمولات پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ہفتہ: بعد نماز فجر تلاوتِ قران۔ وظائف، ناشتہ سے فراغت کے بعد کتابیں سنتے ہیں یا فتاوی تحریر کرواتے ہیں یا فتاوی سن کر تصدیق فرماتے ہیں، دوپہر ایک بجے تک ڈرائنگ روم میں تشریف رکھتے ہیں، تخصص فی الفقہ کے طلبہ کو ۱۱ یا ۱۲ بجے کے بعد درس دیتے ہیں، کھانہ تناول فرما کر قیلولہ فرماتے ہیں، بعد نماز ظہر پھر کتابیں سنتے یا کتابیں لکھواتے ہیں، بعد نماز عصر دلائل الخیرات شریف پڑھتے ہیں۔ بعد نماز مغرب وظائف سے فارغ ہو کر پھر کتابیں سننا یا لکھوانا پھر بعد نماز عشاء کھانا تناول فرماتے ہیں بعدہ تھوڑی دیر ٹہلتے ہیں پھر کتابیں سنتے ہیں یا لکھواتے ہیں، ۱۱، ۱۲ بجے رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اسی دوران ملاقاتی ملاقات بھی کرتے ہیں، مرید ہونے والے داخل سلسلہ ہوتے ہیں، پھر حضرت فجر میں اگر فجر سے پیشتر جاگتے ہیں تو تہجد پڑھتے ہیں ورنہ نماز فجر ادا فرمانے کے بعد معمولات حسب سطور بالا انجام دیتے ہیں۔ (فیضان مارہرہ و بریلی، ص ۳۲۱، ۳۲۲)

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اپنے معمولات اور وقت کا جتنا پابند حضرت کو دیکھا کسی کو نہ دیکھا، ویسے تو ہر کامیاب آدمی کی ظفریابی اور سرفرازی کا راز وقت کی قدر وقیمت میں پوشیدہ ہوتا ہے، مگر ضعف و نقاہت و پیرانہ سالی میں معمولات اور اوقات کی پابندی کرنا مشکل امر ہے لیکن اس سلسلے میں بھی ایک حضرت کی ذات منفرد و ممتاز دیکھی کہ بایں ہمہ پیرانہ سالی، ضعف و نقاہت روازانہ کے کاموں کو اتنا وقت کی پابندی کے ساتھ ادا فرماتے کہ جیسے کوئی آگاہ کر رہا ہو، ایک ایک منٹ کا خیال فرماتے اور بار بار خادم سے وقت دریافت فرماتے، اقامت صلاۃ، تلاوت قرآن، اوراد و وظائف، اشغال واعمال، مطالعہ کتب، تصنیف و تالیف، فتوی نویسی، درس ور تدریس، تعلیم و تعلم، بیعت و ارادت، رشد وہدایت، دعوت و تبلیغ، سوال و جواب۔ اتنے سارے کام ایک ذات (وہ بھی جس کی بظاہر آنکھوں کی روشنی متاثر ہے) روزانہ بلاناغہ کیسے ادا کرتی ہوگی سمجھ سے بالاتر ہے۔ یقیناً اگر ہم خواجہ تاشان در اختر رضا صرف ان کی زندگی سے وقت کی قدر وقیمت کرنے کا ہی سبق حاصل کر لیں تو کامیابی نصیب ہو۔

حضرت کے روزانہ کے معمولات کی ایک جھلک اور دکھاتا چلوں:

حضرت کا پہلے یہ معمول تھا کہ عوام کی رشد وہدایت کے لیے ازہری گیسٹ ہاؤس میں جلوہ افروز ہوا کرتے تھے مگر جب ضعف وکمزوری میں اضافہ ہوا تو دولت کدے کے بیرونی حصے میں تشریف فرما ہوتے۔ عوام سے ملاقات کا وقت متعیّن ہوتا، صبح ۱۰ سے ۱ بجے اور شام مغرب سے عشاء کے بعد تک عام ملاقات فرماتے، طالبین صادق کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل فرماتے، عصر کے بعد مسلسل پابندی کے ساتھ دلائل الخیرات شریف ورد فرماتے اثنائے معمولات اور ان اوقات کے علاوہ دینی کتابوں کو سماعت فرماتے، کسی مضمون کو احاطہ تحریر میں لانے کا طریقہ یہ ہوتا کہ کسی موجودہ عالم کو املا کراتے، فقہی سوالات کے جوابات زبانی دیتے، آٹھ دس سال پہلے کا معمول یہ تھا کہ جمعرات کو فقہی سوالات و جوابات کی ایک محفل ازہری گیسٹ ہاؤس (عقب مزار اعلیٰ حضرت، جہاں اب حضرت کی قبر انور ہے) میں منعقد ہوتی حضرت اس فقہی مجلس میں رونق افروز ہوتے اور شہر بریلی کی عوام کے دینی سوالات کے جواب عنایت فرماتے، اسی طرح ایک دوسری

محفل شہر کہنہ کی حبیبیہ مسجد میں منعقد ہوتی وہاں بھی حضرت برجستہ لوگوں کے سوالات کا جواب عنایت فرماتے۔ اس کے علاوہ ہفتے میں ایک دن پوری دنیا سے آئے ہوئے آن لائن سوالات کے جواب انٹرنیٹ کے ذریعہ عطا فرماتے، انہی ایام میں انٹرنیٹ پر حضرت کا درس حدیث بھی بہت معروف تھا جس کی آواز آج بھی محفوظ ہے۔

ایک دفعہ جب میں اپنی تعطیل کو مکمل کرنے کے بعد مادر علمی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف واپس لوٹ رہا تھا تو حضرت سے اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا، حضرت نے مجھے اس درس حدیث میں شامل ہونے کی تلقین فرمائی تھی۔ جامعۃ الرضا کے طلبہ بھی ہفتے میں ایک دن حصول برکت کے لیے حضرت سے درس حدیث لینے آتے، یہ تو تھی حضرت کے معمولات کی ایک ہلکی سی جھلک جو میری آنکھوں نے مشاہدہ کی ہے۔ اس کے علاوہ حضور تاج الشریعہ کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں اور آپ کے سفر و حضر کے معمولات کے متعلق متعدّد کتابیں ضخیم جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں جس کے مطالعے سے آپ اپنے قلب وروح میں بالیدگی پیدا کر سکتے ہیں۔

اصاغر پر شفقت: بچپن میں جب فقیر نے یاد کرکے عرس رضوی کے موقعہ پر پہلی تقریر کی، اور اس تقریری کی ریکارڈنگ، مولانا جمیل رضوی صاحب نے حضرت کو سنائی تو حضرت نے فقیر راقم الحروف کو اپنے خادم (یوسف رضوی) کے ذریعہ بارگاہ میں طلب فرمایا، یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضرت ازہری گیسٹ ہاؤس میں تشریف فرما ہوتے تھے، پیغام سنتے ہی نہایت نیاز مندی کے ساتھ دوڑا دوڑا حاضر ہوا، حضرت ایک عالیشان کرسی پر تشریف فرما تھے، مریدین و معتقدین باادب سامنے بیٹھے اپنے پیر و مرشد کی زیارت میں محو تھے، خادم نے عرض کیا حضور! یہ آگئے ارسلان بھیا، میں نے سلام و دست بوسی کی، حضرت نے فرمایا تمہاری تقریر میں نے سنی، اللہ تمہیں کامیاب فرمائے اور مبلغ سو روپے کا نوٹ بڑھاتے ہوئے فرمایا یہ لو تمہارا انعام، یہ تھی حضرت کی شفقت و عنایت اور کرم نوازی کی ایک جھلک، اس کے علاوہ حضرت کی فقیر پر سینکڑوں عنایات ہیں جو آج تک نہاں خانۂ دل میں امتداد زمانہ کے باوجود موجود ہیں۔

اس واقعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ

چھوٹوں پر کیسی شفقت ورحمت فرماتے اور حضرت کی عظمت وبڑائی کا راز بھی اسی میں پوشیدہ ہے کہ حضرت اپنے لوگوں کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک رکھنے کے روادار تھے، اس میں چھوٹے، بڑے جوان بوڑھے کا کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا۔ اس طرح کے سینکڑوں واقعات ملتے ہیں، کہ حضرت اپنے اصاغر پر کس درجہ شفقتیں اور عنایتیں فرماتے ہیں۔

جن دنوں میں مادر علمی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں مصروف تعلیم تھا، ان ایام میں میرا مدرسے سے آمد ورفت کا معمول یہ تھا کہ جب مدرسے کو جانے کے لیے روانہ ہوتا تو حضرت سے اجازت لے کر جاتا اور تعطیل میں گھر آتا تو سب سے پہلے حضرت کی بارگاہ میں سلام ودست بوسی کے لیے حاضر ہو کر عرض کرتا حضرت میں ارسلان، آج مدرسے سے آیا ہوں، حضرت دست کرم سر پر پھیرتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ یہاں پر میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ میں براؤں شریف حصول علم کی غرض سے حضرت کے ہی حکم سے حاضر ہوا تھا، ہوا یوں کہ براؤں شریف حصول علم دین کی غرض سے ایک سال قیام کرنے کے بعد جب میں مصر جامعہ ازہر روانہ ہوا اور وہاں ملک کے حالات خراب ہوجانے کی وجہ سے مجھے لوٹنا پڑا تو میں حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت میں اپنی تعلیم کہاں مکمل کروں حضرت کے زبان سے جو کلمات اس وقت نکلے، وہ یہ تھے کہ براؤں چلے جاؤ اور محنت سے پڑھو!

حضرت کا حکم پاتے ہی میں گلشن براؤں شریف میں خوشہ چینی کے لیے حاضر ہو گیا اور خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ نے میرے قیام وطعام کا جو معقول انتظام ہوسکا، کیا۔ میں کئی سال اس گلشن علم میں خوشہ چینی کرتا رہا اور ادھر بریلی شریف میں یادگار اعلیٰ حضرت منظر اسلام کا نظم ونسق درست ہونے لگا اور حضرت مولانا عاقل صاحب کے آنے سے تعلیمی معیار خوب سے خوب تر ہو گیا، ایک موقعہ پر مدرسے سے بریلی شریف آیا حضرت سے شرف ملاقات ودست بوسی ہوئی تو فرمایا اب تم یہیں پڑھو (منظر اسلام میں) میں نے عرض کیا حضرت وہاں ذمہ داران خانقاہ نے میری تعلم وتعلیم کے لیے بہتر انتظام کردیا ہے اور مخصوص اساتذہ کے پاس درس متعیّن کردیا ہے اب وہاں سے آنا مناسب نہیں، یہ بات سن کر حضرت نے سکوت فرمایا

اور میں سکوت کو رضا جان کر واپس براؤں شریف حاضر ہوگیا۔ مادر علمی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف پر حضرت کی نظر شفقت کا یہ عالم تھا کہ دارالعلوم کے چار اساتذہ کو حضرت نے اپنی اجازت و خلافت سے نوازا، جن میں سے ایک خود خانقاہ کے ولی عہد حضرت مولانا آصف علوی ازہری ہیں دوسرے حضرت مفتی نظام الدین احمد نوری، تیسرے شہزادہ خلیفہ مفتی اعظم حضرت مولانا رابع نورانی صدیقی بدری اور چوتھے حضرت مفتی شہاب الدین نوری صاحب قبلہ ہیں۔ یہی وہ ادارہ جس میں حضور مفتی اعظم بغیر کسی دعوت کے اپنا محبوب ادارہ سمجھ کر اور اس ادارے کی علمی کارکردگی، اس کے طلبہ واساتذہ کی محنت وجاں فشانی دیکھ کر تشریف لائے اور اپنی مخصوص دعاؤں سے نوازا اور اپنے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے اس کو شرف عطا کیا، حضرت ریحان ملت نے اپنے تین صاحب زادوں کو یہاں حصول تعلیم کی غرض سے بھیجا اور برادر زادہ اعلیٰ حضرت حضور حسنین میاں اور حضور مفسر اعظم جیلانی میاں نے دار لعلوم کی کارکردگی سے متاثر ہوکر اپنے تاثرات سے نوازا۔ جب حضور مفتی اعظم ہند، حضور حسنین میاں ، حضور مفسر اعظم جیلانی میاں ، حضور ریحان ملت رحمانی میاں اس ادارے کو اپنا محبوب ادارہ سمجھتے ہوں تو بھلا حضور تاج الشریعہ اسے اپنا محبوب وپسندیدہ ادارہ کیوں نہ مانتے؟۔

براؤں شریف کے سجادہ نشین حضرت غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ جب حضرت سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، تو حضرت نے خوب شفقت ومحبت پیش فرمائی، ضعف ونقاہت کے باوجود حضرت علوی صاحب کی فرمائش پر ان کے خلف اصغر کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر داخل سلسلہ فرمایا۔ حضرت نے ان کے خلف اصغر کو داخل سلسلہ فرما کر اور خلف اکبر کو اجازت وخلافت عطا فرما کر اہل براؤں شریف کو اپنی محبت وشفقت اور اپنے وثوق واعتماد کی سند عطا فرما دی۔

اسلاف اور سادات مارہرہ مطہرہ کا احترام: مارہرہ مطہرہ کے دست کرم میں ہاتھ دینے کی اپنی خاندانی رسم کے مطابق مجھے بھی تاجدار مسند برکاتیت حضور احسن العلماء مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان کی وساطت سے یہ شرف دو ڈھائی سال کی عمر میں حاصل ہوا، بیعت ہونے کے کچھ ہی مہینوں بعد پیر ومرشد کا وصال ہوگیا، ہوش کے ناخن لیے تو دل میں یہ تمنا جوش مارنے لگی کہ کسی

ایسی شخصیت سے طلب بیعت کرلی جائے جو بیک وقت حضرت پیر و مرشد کا بھی اجازت یافتہ ہو اور حضور مفتی اعظم کا بھی، گویا مجھے ایسی مبارک ذات کی تلاش تھی جس کا سینہ رضوی بر کاتی نہروں سے مجمع البحرین ہو گیا ہو، یہ خواہش لے کر ایک دن حضور تاج الشریعہ کی بار گاہ میں حاضر ہوا، دل میں پوشیدہ آرزو کو ان الفاظ سے تعبیر کیا کہ حضرت میں آپ سے طالب ہونا چاہتا ہوں، حضرت نے معًا دریافت فرمایا کس سے مرید ہو؟ عرض کیا: حضور احسن العلماء کا، اس وقت کمرے میں حضرت اور حضرت کے خادم اور میرے سوا کوئی چوتھا نہ تھا، حضرت نے یہ سنتے ہی کہ میں حضور احسن العلماء کا مرید ہوں فرمایا: تب پھر کیا ضرورت ہے ؟، ہم سب تو وہاں کے غلام ہیں ہی، اور بہت دیر تک مارہرہ مطہرہ کے مشائخ کا ذکر جمیل فرماتے رہے۔ بہر حال حضرت نے بیعت تو نہ فرمایا مگر فیضان سلسلہ مفتی اعظم سے محروم بھی نہ ہونے دیا اور زمانہ طالب علمی ہی میں فراغت سے تین سال پہلے ۹۶ عرس رضوی کے موقعے پر ۲۲ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ کو علماء و عمائدین شہر اور روزانہ کے حاضر باشوں کی موجودگی میں اپنی اجازت و خلافت سے سر فراز فرمایا۔

مذکورہ بالا واقعے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت اپنے مشائخ کرام، سادات کرام اور خصوصا مارہرہ مطہرہ کے سادات کرام کا کس درجہ احترام فرماتے ہیں کہ ان کے مرید کو انہی کے سلسلے میں طالب کرنا بھی بے ادبی تصور کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ اور حریص پیروں کے بر عکس ہمارے حضرت کا دامن، حرص وطمع سے کتنا پاک ہے، کہتے ہیں کہ پیر وہ جس کو مریدوں کی تلاش و جستجو نہ ہو بلکہ مریدوں کو اس کی جستجو ہو، ہمارے حضرت ہمیشہ اس سے اعراض فرماتے مگر معتقدین و مریدین کا میلہ لگا رہتا، بیعت ہونے کے لیے لمبی لمبی قطاریں لگی رہتیں، ایک جھلک پانے کو لوگوں کے دل بے قرار رہتے، مرید ہونے والا اپنی قسمت کی معراج تصور کرتا۔ یااللہ! ایسی مقبولیت ایسی ہر دل عزیز شخصیت جس کو دیکھنے کے بعد بس یہی زبان پہ آتا ہے کہ یہ قبولیت عامہ کسبی نہیں ہو سکتی، بلکہ عطائے ربانی سے ہی اسے تعبیر کرنے میں دل کو اطمینان ہوگا، یقینا جو اللہ ورسول کا ہو جاتا ہے ساری مخلوق پھر اس کی ہو جاتی ہے، فرشتہ آسمانوں میں ندا کرتا ہے کہ فلاں بندے سے اللہ محبت فرماتا ہے، اے اہل آسمان تم بھی اس سے محبت کرو اور پھر زمین میں بھی اس کی مقبولیت

ہو جاتی ہے، اس مضمون کی حدیث پاک بخاری شریف میں موجود ہے۔ نیز اللہ تبارک وتعالی، قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمان ودا (سورہ مریم، آیت ۹۶)

اسی فلسفے کی طرف ڈاکٹر اقبال بھی یوں اشارہ کرتے ہیں:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہیں مرد خلیق

**جلال و جمال کا سنگم:** حضرت کو جلال فرماتے بھی دیکھا اور جمال فرماتے بھی، مگر ایک موقعے پر حضرت کے جلال فرمانے کا منظر جب بھی یاد آجاتا ہے، مجھ پہ جلال مومن کی ہیبت سی طاری ہو جاتی ہے، کئی دفعہ خواب میں بھی حضرت کو کسی چیز پر جلال فرماتے دیکھا اور جمال فرماتے بھی، حضرت جلال و جمال کا سنگم تھے لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا جب جمال پر جلال غالب آیا ہو، اور اگر ایسا ہوتا بھی تو وہ لمحہ آنی فانی ہوتا، پھر اس کے بعد وہی نرمی وہی رحمت و شفقت، وہی ملائمت۔ کچھ امور ایسے تھے جس کے کرنے پر حضرت اکثر جلال فرماتے مثلاً اگر کوئی پیر چوم لیتا، یا ہجوم حد سے زیادہ پریشان کرنے لگتا، یا جم غفیر حضرت سے ملنے کے لیے دھکا مکی کرتا۔

حضرت کے جلال فرمانے کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے، ایک دفعہ جامعہ ازہر کے قدیم فاضل مولانا تاج محمد ازہری صاحب بریلی شریف حاضر ہوئے، حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب اور مولانا فضل حق صاحب کے ساتھ انہوں نے فقیر سے ملاقات کی، بعد میں حضرت سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، معلوم کروایا تو پتہ چلا کہ حضرت رات کا کھانا تناول فرما کر اور غالباً فقہی مجلس سے فارغ ہو کر گلی میں چہل قدمی فرما رہے ہیں اور جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت کے داماد مولانا شعیب رضا نعیمی صاحب مرحوم، حضرت کو پکڑ کر ٹہلا رہے ہیں، اور کچھ علمی نکات پر چلتے چلتے گفتگو بھی چل رہی ہے، کثیر تعداد میں معتقدین ہاتھ باندھے گلی کے حاشیہ پر کھڑے ہیں، مگر کسی کو ملنے کی جسارت نہیں ہو رہی (وہ حضرت کے عام ملاقات کا وقت نہ تھا)، اسی اثنا میں، میں حضرت سے ملنے کے لیے آگے بڑھا، سلام و دست و بوسی کر کے عرض کیا، حضرت میں ارسلان، حضرت کے چہرے پر

خفگی کے آثار نمایاں تھے مگر ضبط فرما گئے، مگر پھر میرے بعد جب مولانا مذکور ملاقات کے لیے آگے بڑھے، حضرت نے جلال فرمانا شروع کر دیا: کیا ہے یہ سب، پریشان کر کے رکھ دیا، کسی موضوع پر بات کر رہا ہوں اور آپ کو ملنے کی پڑی ہے (اسی طرح کے کچھ کلمات کہے)، کافی دیر تک جلال فرماتے رہے، مگر جب جلال پر جمال غالب آیا تو مفتی شعیب صاحب سے فون کروا کر انہیں بلوایا اور معذرت خواہانہ انداز میں فرمایا کہ میں کسی علمی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا، اس دوران، ملاقات سے وہ مسئلہ میرے ذہن سے نکل جاتا، آپ پر ناراض ہوا معذرت خواہ ہوں، اسی طرح کے کئی شفقت و رحمت کے کلمات کہے، تاج صاحب جن کے دل میں بیعت ہونے کا پہلے سے کوئی ارادہ نہ تھا، اسی وقت دامن سے منسلک ہو گئے۔

اسی طرح حضرت جب جمال فرماتے تو بذرگوں، خصوصا مفتی اعظم کے واقعات انتہائی دل چسپی سے سناتے۔

میں کیا کیا لکھوں، نہاں خانہ دل سے کون کون سے واقعات نکال کر لاؤں، کہاں تک کئی سال پہلے کی بکھری کڑیوں کو سمیٹوں، حاصل و خلاصہ یہ کہ ان کا سایہ ایک تجلی تھا، ان کا نقش پا اک سراغ تھا وہ جدھر چل دیتے روشنی ہی روشنی ہو جاتی تھی۔ ماضیِ قریب کے بذرگوں میں، میں نے حضور مفتی اعظم اور تاج الشریعہ کے علاوہ کسی کے بارے میں ایسا سنا پڑھا نہیں کہ وہ جہاں چلے گئے میلا لگ گیا ہو، عقیدت مندوں کا سیلاب امنڈ آیا ہو، ایک جھلک پانے کو لوگ بے قرار ہوں۔ حضور مفتی اعظم کے بارے میں تو صرف سنا اور پڑھا، حضرت کی یہ مقبولیت آنکھوں دیکھی، جدھر چلے جاتے، دیوانوں کی بارات اتر پڑتی، جہاں قدم رکھ دیتے جلووں کی برسات ہو جاتی، جو دیکھ لیتا اس کی عید ہو جاتی۔

ان کے وجود مسعود کی طراوٹ سے ماحول کی پلکیں ایسی بھیگ جاتی تھیں کہ دیر تک ان سے شریعت کی لطافت کا خمار ٹپکتا تھا اور اس کی نکہت ریزی پکار اٹھتی کہ روح چمن یہاں ہے، مخزن علم و فن یہاں ہے، تاج دار اہل سنن یہاں ہے، سنیت کا رخ روشن یہاں ہے، شریعت کا در عدن یہاں ہے، طریقت کا لعل یمن یہاں ہے، حقیقت و معرفت کا مشک ختن یہاں ہے، بس پھر کیا ہوتا

لوگ دیوانہ وار مچلنے لگتے، پروانہ وار نثار ہونے لگتے، بلبلیں چہچہانے لگتیں، بہاریں نغمہ گانے لگتیں۔

دنیا انہیں عقیدت میں حضور ازہری میاں کہتی ہے مگر حقیقت انہیں تاج الشریعہ کہہ کر بھی اہتمام ذوق کی تشنگی محسوس کرتی ہے، فقیر ان سے نسبت ارادت کو اپنی دنیوی و اخروی سعادت کی ضمانت سمجھتا ہے۔ ان کی بارگاہ میں یہ عریضہ پیش کرکے گفتگو ختم کرتا ہوں کہ ؎

میری دنیائے دیں کا ماحصل الفت تمہاری ہے
قیامت میں مرے ماوا و ملجا آسرا تم ہو

# میرا تعلیمی سفر، بریلی سے براؤں تک

## براؤں شریف آمد:

ہم نے جس گھرانے اور خاندان میں آنکھ کھولی وہ بالکل روحانی اور علمی تھا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فیضان سے لبریز سوداگران کی روحانی آب و ہوا، خوش گوار اور مسحور کن تھی مزار اعلیٰ حضرت پر زائرین کا ہجوم، طلبہ علوم دینیہ کا ازدحام، مشائخ و پیران عظام کا مجمع اور علماے کرام و مفتیان عظام کا جم غفیر ہمیشہ لگا رہا کرتا تھا جس سے گلستان قلب وروح سرسبز و شاداب رہتا ہے اور اعراس کے پربہار ایام کا تو کیا کہنا ہر طرف علما و طلبہ اور عاشقان اعلیٰ حضرت کی بھیڑ ہی بھیڑ۔ عرس رضوی کے موقع پر جہاں ہم اپنی کم سنی میں بہت ساری خانقاہوں اور درسگاہوں کا نام سنا کرتے تھے وہیں ایک خانقاہ کا ذکر خوب سنتے تھے وہ خانقاہ ہے ”خانقاہ فیض الرسول براؤں شریف“

براؤں شریف کا ذکر ہم نے اپنی کم سنی میں بارہا سنا تھا لیکن سال میں ایک مرتبہ ضرور سنا کرتے تھے، عرس رضوی کے موقع پر جب شہزادہ شعیب الاولیاء حضرت علامہ غلام عبدالقادر علوی صاحب عرس میں شرکت کے لیے بریلی شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ والد محترم سے حد درجہ قرب و رفاقت کی بنا پر ان کا قیام ہمارے ہی غریب خانے پر ہوا کرتا تھا ہم سنتے تھے کہ براؤں شریف سے والد ماجد کے عزیز دوست حضرت علوی صاحب تشریف لائے ہیں۔ اس وقت ہمارا ننھا سا ذہن یہ تو نہیں جان سکا کہ براؤں شریف کیا اور کہاں ہے، لیکن یہ ضرور جان گیا کہ یہ صاحب بہت اہم اور والد ماجد کے خاص دوست ہیں ورنہ ان کا قیام گھر میں نہیں بلکہ مہمان خانہ میں ہوتا کیوں کہ سب مہمانوں کا قیام مہمان خانے میں ہوا کرتا تھا لیکن حضرت کا قیام گھر کے بیرونی حصہ میں ہوتا دھیرے دھیرے ہماری عمر اور معلومات میں اضافہ ہوتا گیا تب ہمیں معلوم ہوا کہ براؤں شریف میں دنیاے سنیت کا ایک عظیم ادارہ ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت کا بہت بڑا قلعہ ہے جہاں پر ہمارے اجداد اکثر جایا کرتے تھے۔ ادھر ہماری عصری تعلیم حد معینہ تک تقریباً مکمل ہوگئی اب ہمارے والد ماجد نے ہمیں حضرت علوی صاحب قبلہ کے سپرد کر دیا اور ہم براؤں شریف کے

گلشن علم میں خوشہ اور کلیاں چننے کے لیے حاضر ہو گئے۔ ہم نے جس جگہ اپنی تعلیم کا آغاز کیا اسے ساری دنیا براؤں شریف کے نام سے جانتی ہے وہ براؤں شریف جو اک مرکز ہے علم وفکر وفن کا، وہ جو مسکن ہے فقہا اور علماے دیں کا ہاں وہی براؤں شریف جو ٹھکانہ ہے شاہ یار علی کا جہاں بٹتا ہے باڑا شاہ عبداللطیف ستھنوی کا جہاں پر قادری چشتی خانقاہ ہے، جہاں برکاتی رضوی میکدہ ہے ہاں وہیں علوی خانوادہ ہے جو حب نبی سے سرشار ہے، ناموس رسالت کا پاس دار ہے مسلک اعلیٰ حضرت کا علم بردار ہے ہاں ہاں وہی براؤں شریف جو شعیب الاولیاء کی یادگار ہے اور جس براؤں شریف کا ایک علمی فرزند ہونا راقم الحروف کے لیے باعث صد افتخار ہے۔ براؤں شریف میں چھ سات سالہ متعلمانہ قیام میں ہم نے اب تک جو کچھ بھی پڑھا، لکھا اور حاصل کیا وہ ہمارے اسلاف و اجداد خصوصاً حضور مفتی اعظم اور حضرت شعیب الاولیاء کے فیضان کا نتیجہ ہے اس لیے کہ اپنے گھر کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے حضور مفتی اعظم ہند کے روحانی انتخاب کا نام براؤں شریف ہے۔

## بریلی شریف اور براؤں شریف کا روحانی تعلق:

زیر نظر مضمون میں ہمیں بریلی شریف اور براؤں شریف کے عمیق رشتوں کی عظیم داستاں کا جائزہ لینا ہے لیکن اس داستاں کے تمام واقعات کے اندراج کے لیے یہ چند صفحات ناکافی ثابت ہوں ہوگے اس لیے کہ یہ داستاں دو چار سال کی نہیں بلکہ نصف صدی پر مشتمل ہے۔ بریلی شریف سے براؤں شریف کے والہانہ لگاؤ کی نصف صدی پر مشتمل داستاں سننے سے پہلے ایک ایمان افروز اور نتیجہ خیز تعبیری خواب کا منظر نگاہوں کے سامنے لائیے جس خواب سے براؤں، براؤں سے عالم گیر براؤں شریف ہوا یہ خواب نہ آتا تو شاید دنیاے سنیت کو ایک عظیم دینی درسگاہ نہ ملتی۔ حضور شعیب الاولیاء خواب میں دیکھتے ہیں:

"اسی خانقاہ میں جہاں مکتب فیض الرسول تھا اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان اپنی تمام تر شان مجددیت کے ساتھ جلوہ افروز ہیں اور ان کے ساتھ ان کے ہم عصر و ہم نشیں قطب الاقطاب حضرت شاہ عبداللطیف ستھنوی بھی رونق افروز ہیں اور کچھ طلبہ حاضر خدمت ہیں، دونوں بزرگ ایک دوسرے کو اشارہ فرما رہے ہیں کہ بچوں کو پڑھائیں"

بس کیا تھا بیدار ہوتے ہی حضور شعیب الاولیاء نے دونوں بزرگوں کی طرف سے جن میں سے ایک ان کے مرشد ہیں تو دوسرے ان کے روحانی مرشد و مجدد ہیں دینی مدرسے کے قیام کے لیے حکم سمجھ کر براؤں شریف میں ایک مدرسے کی بنیاد ڈالی یہ ہی مدرسہ حضور شعیب الاولیاء کے اس خواب کی حسین تعبیر ہے جسے ساری دنیا دارالعلوم فیض الرسول کے نام سے جانتی ہے بس یہیں سے شروع ہوتی ہے بریلی اور براؤں کی داستان الفت و محبت۔

یوں تو حضور شعیب الاولیاء کو اعلیٰ حضرت سے براہ راست کوئی شرف تلمذ یا شرف بیعت نہیں تھی حتی کہ حضور شعیب الاولیاء نے اعلیٰ حضرت کی صحبت بھی نہ پائی مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے عقیدت و نیاز مندی کا یہ عالم کہ خلوت و جلوت میں اعلیٰ حضرت کا ذکر فرماتے، اپنے مریدوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر کاربند رہنے کی تلقین فرماتے، خاص طور پر بیعت کرتے وقت تعلیمات اعلیٰ حضرت پر ثابت رہنے کا عہد لیتے، اس کے برخلاف جو مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی کے ساتھ کاربند نہ ہو تو اس کے اپنی بیعت سے خارج ہونے کا اعلان فرماتے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ حضرت شعیب الاولیاء کو اعلیٰ حضرت سے اتنی عقیدت و محبت تھی جب کہ اعلیٰ حضرت نہ تو ان کے استاذ تھے، نہ تو ان کے پیر اور نہ ہی ان کے مرشد اجازت تھے، اسی بات کو ایک مرتبہ میں نے براؤں شریف میں عرس شعیب الاولیاء کے موقع پر اپنی تقریر میں یوں بیان کیا تھا کہ بات صحیح ہے کہ آدمی اپنے اساتذہ و پیران عظام کا ذکر اور ان سے محبت کرتا ہے مگر سب سے بڑی نعمت وہ علم نہیں جو استاذ سے ملتا ہے، سب سے بڑی دولت وہ سلسلہ و بیعت نہیں جو پیران عظام سے ملتا ہے بلکہ سب سے بڑی دولت وہ ایمان کی حلاوت اور چاشنی ہے جو بریلی کے احمد رضا سے ملی ہے اسی لیے حضور شعیب الاولیاء کو ان سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔

## اعلیٰ حضرت اور شعیب الاولیاء کے مرشد حضرت ستھنوی:

حضرت شعیب الاولیاء کی سرکار اعلیٰ حضرت سے ملاقات تو نہ ہوئی لیکن حضرت شعیب الاولیاء کے مرشد قطب الاقطاب حضرت شاہ عبد اللطیف ستھنوی علیہ الرحمہ، سرکار اعلیٰ

حضرت کے خالص مخلص دوست تھے، حضرت شاہ عبد اللطیف ستھنوی علیہ الرحمہ اس دور کے مسلم بزرگوں میں سے تھے، جن کی روحانیت اور استقامت کا ڈنکا پورے اودھ میں بج رہا تھا، اس زمانے میں اودھ میں تین بزرگ مرجع عوام و خواص تھے، ایک ہم شبیہ غوث اعظم حضرت سید علی حسین اشرفی میاں، دوسرے حضرت پیر وارث علی شاہ اور تیسرے قطب الاقطاب حضرت شاہ عبد اللطیف ستھنوی علیہم الرحمۃ والرضوان۔

پورے خطے میں زیادہ تر انہی مشائخ کے مریدین کا حلقہ تھا، اور ان تینوں بزرگوں کا سرکار اعلیٰ حضرت سے انتہائی گہری وابستگی تھی اور روحانی تعلقات تھے، یہ تینوں بزرگ سرکار اعلیٰ حضرت کی مذہبی و مسلکی خدمات کے خوب قدر داں و مدح سرا تھے، کون نہیں جانتا کہ شیخ المشائخ حضرت علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ اور امام احمد رضا کے درمیان کس قدر الفت و محبت تھی، اور حضرت وارث پاک سے بھی سرکار اعلیٰ حضرت کی ملاقات کا ذکر ملتا ہے بلکہ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے پچپیس سالہ امام احمد رضا کو اعلیٰ حضرت کہہ کر پکارا تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

ان دونوں بزرگوں کے اعلیٰ حضرت سے مخلصانہ اور محبتانہ تعلقات کی بابت تو قارئین کرام نے کہیں نہ کہیں سنا پڑھا ہوگا، لیکن حضرت شاہ عبد اللطیف ستھنوی علیہ الرحمہ کے بارے میں معلومات کا اثاثہ بہت کم ہوگا، ظاہر سی بات ہے جب ان کی شخصیت کے بارے میں ہی معلومات محدود ہے تو ان کے احباب و متعلقین اور ان سے ان کے ربط و ضبط کی معلومات بھی مختصر ہوگی، حالاں کہ حضرت ستھنوی علیہ الرحمہ سرکار اعلیٰ حضرت کے خالص مخلص اور قریبی حلقہ احباب میں تھے۔ غالبا اس عظیم روحانی شخصیت کے پردہ گمنامی میں چلے جانے کی سب سے بڑی وجہ آپ کا بے اولاد ہونا ہے، آپ کا سلسلہ نسب اگرچہ منقطع ہو گیا تھا مگر سلسلہ روحانی آج بھی جاری و ساری ہے اور آپ کی تمام تر روحانی وراثتوں کا چشمہ براؤں شریف سے جاری ہونے لگا، حضرت شاہ عبد الطیف ستھنوی علیہ الرحمہ کے بہت سارے خلفا تھے لیکن شاید اس وقت قطب الاقطاب کے فیوض و برکات کا چشمہ تنہا براؤں شریف سے بہہ رہا ہے اور یار علی کے ذریعے ہی آپ کے فیض کا دریا آج تک رواں دواں ہے۔ ے

یار علی کے فیض کا دریا رواں ہے آج
ہر تشنہ لب خوشی سے نغمہ خواں ہے آج

حضرت شاہ عبد اللطیف ستھنوی علیہ الرحمہ اور سرکار اعلیٰ حضرت کے ربط و تعلق کی ایک حکایت حضرت شیر بیشہ اہل سنت کی زبانی ملاحظہ فرمائیں جس سے ان دونوں بزرگوں کے رشتوں پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔آپ بیان فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ کچی سرائے بریلی شریف کا وہابی، دیوبندی مولوی یٰسین جو مرتد محمود حسن دیوبندی کا مرید و شاگرد تھا میرے مرشد خلافت و شیخ اجازت حضرت مولانا شاہ عبد اللطیف صاحب چشتی سلیمانی ستھنوی رضی اللہ تعالی عنہ کو دھوکے دے کر براہ تقیہ اپنے آپ کو سنی مسلمان بتا کر اپنے مدرسے کے جلسے میں لے گیا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالی عنہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اپنے صاحب زادہ معظم مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب اپنے بھائی مولانا حسن رضا خان صاحب اپنے بھانجے مولانا شاہد علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہم و رضی اللہ تعالی عنہم کو حفظ الایمان تھانوی و براہین قاطعہ انبیٹھی و فوٹو فتاوے گنگوہی و تحذیر الناس نانوتوی اور کتاب حسام الحرمین شریف دے کر فرمایا کہ کچی سرائے میں وہابیہ کا جلسہ ہو رہا ہے حضرت شاہ عبد اللطیف صاحب کو دھوکے دے کر خبثا نے بلا لیا ہے، تم لوگ ان کے پاس جا کر یہ کتابیں پیش کرو کہ ان لوگوں کے یہ عقیدے ہیں اور ان لوگوں پر مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے علمائے کرام و مفتایان عظام کے یہ فتوے ہیں۔ کہاروں کو یہ حکم دے دو کہ وہ پالکی لے کر تمہارے ہمراہ جائیں، اگر شاہ صاحب ان کتابوں کو دیکھ کر ان سے متنفر ہو کر وہاں سے تشریف لانا چاہیں تو پالکی پر سوار کرا کے اپنے ہمراہ لے آؤ۔

یہ حضرات کرام جب وہاں پہنچے تو سارا جلسہ وہابیہ درہم برہم ہو گیا۔ کوئی وہابی مولوی ادھر بھاگا کوئی ادھر رفو چکر ہوا۔ ان حضرات نے حضرت شاہ صاحب رضی اللہ تعالی عنہ سے ملاقات فرمائی کتابیں پیش کیں۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ رضی اللہ تعالی عنہ نے عبارات کفریہ اور فتاوی حرمین طیبین کو ملاحظہ فرما کر مولوی یٰسین خام سرائی کو کہ وہ بھی اپنے گھر چلا گیا تھا اس کے گھر سے بلوایا بار بار باصرار بلوانے پر بمشکل آیا تو اس سے فرمایا کہ مولوی صاحب ان کتابوں کے لکھنے

والوں کو تم مسلمان جانتے ہو یا کافر؟ اس نے کئی مرتبہ جواب سے پہلو بچانے کے بعد آخر میں مجبوراً کہا کہ ان کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے سب حق ہے اور حسام الحرمین میں جو فتوے ہیں وہ سب علماے حرمین کو رشوتیں دے کر لکھائے گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت شاہ صاحب قبلہ رضی اللہ تعالی عنہ کو جلال آ گیا اور فوراً فرمایا کہ لعنت ہے خدا کی تمہارے مذہب پر اور تمہارے جلسے پر۔ اور ان حضرات اساطین سنیت رضی اللہ تعالی عنہم سے فرمایا یہ تو اعلیٰ حضرت قبلہ کا ہم پر احسان ہے کہ ان عبارات کفریہ پر علماے کرام حرمین طیبین سے بھی فتاوی شرعیہ حاصل فرما کر کتاب حسام الحرمین شریف میں شائع فرما کر ہم سنیوں کے لیے مزید اطمینان کا سامان بھی مہیا فرمادیا ورنہ اگر فتاواے مبارکہ ہمارے سامنے موجود بھی نہ ہوتے تو ہم پر اور ہر ایک سنی مسلمان پر فرض تھا کہ ان عبارات کو دیکھتے ہی ان کی معانی کو سمجھتے ہی فوراً ان کو کفر وارتداد اور ان کے لکھنے والوں کو کافر و مرتد کہتا۔ مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ وہابی دیوبندی کافر و مرتد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں لہذا میں اب ان لوگوں میں ٹھہرنا ان کا مہمان رہنا حرام سمجھتا ہوں، آپ حضرات کوئی سواری منگوا دیں تو میں یہاں سے چلا جاؤں۔ ان حضرات کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے آپ کے لیے پالکی بھیجی ہے، فوراً ہی شاہ صاحب قبلہ رضی اللہ تعالی عنہ کھڑے ہو گئے اندر پالکی میں تشریف فرما ہو کر ان حضرات کے ہمراہ اعلیٰ حضرت کے در دولت پہ آ گئے۔

پالکی سے اتر کر پھاٹک کے اندر آئے اعلیٰ حضرت قبلہ مسہری پر تشریف فرما ہیں، سامنے حقہ حاضر ہے، گرداگرد کرسیاں تپائیاں بچھی ہیں، مسلمانان اہل سنت اپنے اسلام اپنے سنیت کے مجدد اعظم کے چاروں طرف حاضر ہیں۔ شاہ ساحب قبلہ پھاٹک سے داخل ہو کر سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں:

السلام علیکم، اعلی حضرت قبلہ تعظیم کے لیے کھڑے بھی نہیں ہوتے ہیں، سلام کا جواب بھی عطا نہیں فرماتے ہیں بلکہ ارشاد فرماتے ہیں، شاہ صاحب! قیامت کا میدان ہو گا اللہ تبارک و تعالی کے قہر و جلال کا سامنا ہو گا۔ حضور محمد ﷺ بھی تشریف فرما ہوں گے اور ان دشمنان رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق سوال ہو گا۔ اتنا ہی فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں یا

حضرت! میں توبہ کر کے آیا ہوں اتنا سنتے ہی فوراً اعلیٰ حضرت قبلہ بیتابانہ کھڑے ہوکر فرماتے ہیں وعلیکم السلام اور شاہ صاحب قبلہ کی طرف مشتاقانہ بڑھتے ہیں سارا مجمع گھبرا کر کھڑا ہوجاتا ہے، حقہ ایک طرف جاتا ہے چلم دوسری طرف جاتی ہے اور اعلیٰ حضرت قبلہ اور شاہ صاحب قبلہ دونوں باہم بغلگیر ہوتے ہیں ہر ایک دوسرے کی قدم بوسی کرنا چاہتا ہے مجبور ہوکر دونوں حضرات ایک دوسرے کی دست بوسی پر اکتفا فرمالیتے ہیں اور شاہ صاحب قبلہ کو اصرار فرما کر اعلیٰ حضرت قبلہ اپنے پاس مسہری پر بٹھالیتے ہیں۔ یہ واقعہ بیان فرماکر ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالی عنہ کی بے لوث حق گوئی تھی اور یہ میرے مرشد اجازت حضرت شاہ صاحب قبلہ رضی اللہ اللہ تعالی عنہ کی بے مثال حق پسندی تھی۔"

(از: ترجمان اہل سنت جلد دوم حصہ چہارم)

## شعیب الاولیاء اور مسلک اعلیٰ حضرت:

مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت اور دین پر تصلب ہی کی وجہ سے حضرت شیر بیشہ اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ آپ کا بے حد احترام اور تعظیم فرماتے تھے اپنے ایک مضمون بعنوان 'حضرت شاہ یار علی صاحب کا دینی تصلب' میں فرماتے ہیں کہ:

"حضرت شاہ یار علی صاحب قبلہ دام ظلہ اعتقادیات اور عملیات میں حضور پر نور اعلیٰ حضرت کے ارشادات مبارکہ وہدایات متبرکہ ووصایاے مقدسہ ونصائح قدسیہ پر مضبوطی کے ساتھ عامل ہیں اور اعلیٰ حضرت کے ساتھ عقیدت ومحبت کا ظاہر وباطن ہے "

نیز حضرت شعیب الاولیاء نے اپنے دونوں صاحبزادوں (حضرت خلیفہ صاحب اور حضرت علوی صاحب) کو خلافت عطا کرتے وقت خاص طور پر مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق اسلام وسنیت کا متبع بننے اور بنانے کا عہد لیا اور حضرت علوی صاحب کو بایں الفاظ خلافت عطا فرمائی:

"اس عزیز کو سلسلۂ عالیہ قادریہ محبوبیہ وچشتیہ لطیفیہ کی اجازت وخلافت دیتا ہوں کہ جو مرد یا عورت ان کے پاس توبہ وبیعت کے لیے حاضر ہو اس سے توبہ لے کر ان مبارک سلسلوں میں

داخل کریں اور مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے مطابق اسلام وسنیت کا متبع بنائیں اور پرانے مذہب اہل سنت پر جس کی تجدید واحیا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تحریرات مبارکہ، تصانیف مقدسہ میں کی ہے خود مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور سنی مسلمانوں کو عموماً اور اپنے متوسلین ومعتقدین کو خصوصاً اس پر رہنے کی تاکید کرتے رہیں“

**حضرت شعیب الاولیاء اور حضور مفتی اعظم کے باہم روابط (ولی راولی می شناسد):**

حضور شعیب الاولیاء نے اعلیٰ حضرت کی براہ راست صحبت تو نہ پائی لیکن شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند سے ایک زمانے تک قربت رہی۔ حضور مفتی اعظم اور حضور شعیب الاولیاء کو دیکھنے والے لوگ آج بھی موجود ہیں اور وہ لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے حضور مفتی اعظم اور حضور شعیب الاولیاء کو ساتھ دیکھا ہے، حضرت شعیب الاولیاء جب بریلی شریف عرس رضوی کے موقع پر تشریف لائے تھے تو اس وقت بہت سارے حضرات نے حضرت شعیب الاولیاء کی زیارت کی اور مفتی اعظم اور شعیب الاولیاء کی قربت کو بھی ماتھے کی نگاہوں سے ملاحظہ کیا، انہیں حضرات میں جناب رئیس میاں صاحب ہیں، جو حضور مفتی اعظم کے مرید صادق اور حضور ریحان ملت کے محب ومخلص ہیں انہوں نے اپنا آنکھوں دیکھا حال خود مجھ سے بیان کیا کہ

جب حضرت شاہ صاحب ۱۳۸۶ھ کے عرس رضوی میں بریلی شریف تشریف لائے تھے تو حضرت مفتی اعظم نے حضرت شاہ صاحب کے قیام کا خصوصی طور پر انتظام فرمایا تھا اور بار بار بذات خود مفتی اعظم پوچھنے آیا کرتے تھے کہ براؤں شریف سے حضرت شاہ صاحب آنے والے ہیں، ان کے قیام کا انتظام ہوا کہ نہیں؟ حضرت مفتی اعظم کے بار بار پوچھنے کی وجہ سے، بہت سارے لوگ حضرت شعیب الاولیاء کی زیارت کے بہت متمنّی اور منتظر تھے کہ آخر یہ کون صاحب ہیں جن کے بارے میں خود حضور مفتی اعظم بار بار دریافت فرما رہے ہیں پھر حضرت شعیب الاولیاء جب تشریف لائے تو ان حضرات کو حضرت کی صحبت سے اکتساب فیض کا موقعہ بھی ملا۔ حضرت مفتی اعظم نے حضرت شعیب الاولیاء کا قیام اپنے مرید ماسٹر شفیق صاحب کے یہاں کیا اور ماسٹر شفیق صاحب کو تاکید بھی فرمائی کہ یہ براؤں شریف کے شاہ یار علی صاحب ہیں نماز باجماعت کا اہتمام

فرماتے ہیں، ان کی تکبیر اولی بھی فوت نہیں ہوتی ہے لہذ آپ ان کے قیام وطعام اور وضو وغیرہ کے پانی کا خوب انتظام رکھیں ۔ ماسٹر شفیق صاحب اور ان کے اہل خانہ نے حضور مفتی اعظم کے حکم پر حضرت شعیب الاولیاء کی شایان شان خدمت بھی کی ۔ بعد میں جب قل شریف کی تقریب کے لیے محفل میں جانے کے لیے ممبر کی جانب روانہ ہوئے، حضرت مفتی اعظم پہلے ہی سے ممبر رسول پر جلوہ افروز تھے، حضرت شعیب الاولیاء کو قریب آتے دیکھا تو یک بیک حضور مفتی اعظم اٹھے اور حضرت شاہ محمد یار علی کے زندہ بادی کے نعرے بلند فرمانے لگے ۔ تمام علمائے کرام عالم حیرت میں انگشت بدنداں ۔

حضور مفتی اعظم ہند نے حضرت شعیب الاولیاء کو اپنے ساتھ برابر بٹھایا۔ اس وقت کے آگے کے واقعات کو حضرت علوی صاحب قبلہ کی ہی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"تخت پر ان دونوں حضرات گرامی کے بیٹھنے کے بعد مقرر یا منقبت خواں کے علاوہ کی گنجائش نہ تھی۔ یاد رہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب قل کی تقریب آستانہ رضویہ کے اوپر والے ہال میں ہوا کرتی تھی، اس موقع پر میں (علوی صاحب) نے قل سے چند منٹ پہلے شہزادہ اعلیٰ حضرت کی موجودگی میں یاد کی ہوئی ایک تقریر عربی زبان میں کی جس کا عنوان تھا 'الامام احمد رضا' حضور مفتی اعظم سن کر بے حد مسرور ہوئے، تحسین فرمائی اور حوصلہ افزائی کے طور پر اکیس روپے بطور انعام عنایت فرمائے"

قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا حضرت مفتی اعظم اور شعیب الاولیاء کے درمیان الفت و محبت اور غیر معمولی ربط و تعلق کا عالم جسے دیکھ کر لوگ حیرت زدہ رہ جایا کرتے تھے ۔ کہتے ہیں 'ولی را ولی می شناسد' یقیناً صحیح کہتے ہیں، حضور مفتی اعظم اور حضور شعیب الاولیاء کو یک جا دیکھ کر لوگوں کو یہ مقولہ یاد آجایا کرتا ہوگا، ایسی قربت و محبت دیکھنے کو کم ملتی ہے ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ براؤں شریف کا محل وقوع ایسے علاقے میں ہے جہاں تک آج کے اس ترقی یافتہ زمانے میں بھی وصل بآسانی ممکن نہیں چند دشواریوں اور پیچیدگیوں کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے، حضور مفتی اعظم اسی سرزمین براؤں میں حضرت شعیب الاولیاء کی دعوت پر کئی مرتبہ

تشریف لائے۔ بلکہ جب بھی کبھی اس علاقے سے سرکار مفتی اعظم کا گزر ہوتا تو دعوت و بلا دعوت براؤں شریف ضرور تشریف لاتے۔ بتانے والی بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ تو تقریبا دو کلو میٹر تک پیدل چل کر تشریف لائے، اس سے حضور مفتی اعظم ہند کی براؤں شریف سے بے پناہ محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ براؤں شریف میں پہلی مرتبہ تشریف لاکر حضور مفتی اعظم اتنا متاثر ہوئے کہ اپنی ایک تحریر میں فرمایا کہ:

"سنیت کی ترویج اور رضویت کی اشاعت کا جو جذبہ فیض الرسول میں پایا کہیں نہ پایا"

حضرت مفتی اعظم کے علاوہ آپ کے برادر زادے حضور مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خان جیلانی میاں بھی براؤں شریف تشریف لائے۔ آج بھی وہ لوگ یہاں موجود ہیں جو حضرت مفسر اعظم کی آمد کی خبر سن کر دور دراز سے حاضر ہوئے تھے۔ حضرت مفسر اعظم کی براؤں شریف آمد دار العلوم اہل سنت فیض الرسول کے سب سے پہلے جشن دستار فضیلت کے موقع پر ہوئی تھی۔ حضرت کی سرپرستی میں جلسہ ہوا۔ جس میں آپ نے علم غیب مصطفیٰ کے موضوع پر خطاب بھی فرمایا، جو ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے جون ۱۹۶۲ء کے شمارے میں چھپ کر شائع بھی ہوا۔ حضرت مفسر اعظم کے ہی دست مبارک سے طلبہ کے سر پر دستار فضیلت سجائی گئی۔

حضرت مفسر اعظم کے بعد آپ کے خلف اکبر جانشین اعلیٰ حضرت حضور ریحان ملت دار العلوم کی ایک عمارت کی سنگ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لائے جس میں راقم الحروف فی الوقت قیام پذیر ہے۔ حضرت شہزادہ شعیب الاولیاء اس داستان کو بھی اپنے انداز میں اکثر اپنی محافل میں سنایا کرتے ہیں کہ حضرت خلیفہ صاحب (خلف اکبر و جانشین شعیب الاولیاء) کے حکم سے میں بریلی شریف دعوت دینے حاضر ہوا، میرے دوست حضرت انجم میاں (راقم الحروف کے والد ماجد) مجھے حضور مفتی اعظم کے حجرہ ملاقات میں لے گئے، میں نے حضرت کو باادب دعوت پیش کی، وہ سرکار مفتی اعظم کے ضعف و نقاہت کا زمانہ تھا اور اسفار و دورے بالکل بند فرما دیے گئے تھے، لیکن براؤں شریف کے نام پر حضرت نے دعوت منظور فرمالی، بہر حال سرکار مفتی اعظم خود تو تشریف نہ لا سکے مگر اپنا قائم مقام و نائب بنا کر حضرت ریحان ملت کو بھیجا، حضرت ریحان ملت تشریف لائے

اور اس عمارت کا سنگ بنیاد بھی رکھا(جس کے ایک حجرے میں فقیر کئی سال سے قیام پذیر رہ کر طلب علم میں مصروف ہے )اور جلسے سے خطاب بھی فرمایا۔“

**دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف اور خانوادہ رضویہ کے تاثرات و تائیدات:**

فیض الرسول (براؤں شریف) دنیاے سنیت کا وہ عظیم الشان ادارہ ہے جسے خانوادہ رضویہ کے اکابرین و اساطین کی پوری توثیق و تائید اور اعتماد حاصل رہا ہے، شہزاد گان اعلیٰ حضرت (حضور مفتی اعظم اور حضرت حسنین میاں علیہما الرحمہ) سے لے کر نبیر گان اعلیٰ حضرت (حضور مفسر اعظم، حضور ریحان ملت علیہما الرحمۃ والرضوان) تک سبھی یکے بعد دیگرے یہاں تشریف بھی لائے ،بلکہ حضرت ریحان ملت نے اپنے تین صاحبزادوں کو حصول علم کی غرض سے یہاں بھیجا بھی،اور نا صرف حضور ریحان ملت بلکہ آپ کے برادر گرامی جانشین سرکار مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ مد ظلہ العالی بھی براؤں شریف پر مکمل اعتماد فرماتے ہیں ،یہاں پر میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ میں براؤں شریف حصول علم کی غرض سے حضرت تاج الشریعہ کے ہی حکم سے حاضر ہوا تھا، ہوا یوں کہ براؤں شریف حصول علم دین کی غرض سے ایک سال قیام کرنے کے بعد جب میں جامعہ از ہر مصر روانہ ہو گیا پھر وہاں ملک کے حالات خراب ہوجانے وجہ سے مجھے لوٹنا پڑا تو میں حضرت کی بار گا میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت میں اپنی تعلیم کہاں مکمل کروں حضرت کے زبان فیض ترجمان سے جو کلمات اس وقت نکلے ،وہ یہ تھے کہ:”براؤں چلے جاؤ اور محنت سے پڑھو“

حضرت کا حکم پاتے ہی میں گلشن براؤں شریف میں خوشہ چینی کے لیے حاضر ہو گیا اور خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت غلام عبد القادر علوی صاحب قبلہ نے میرے قیام وطعام کا جو معقول انتظام ہو سکا، کیا۔میں کئی سال اس گلشن علم میں خوشہ چینی کرتا رہا اور ادھر بریلی شریف میں یاد گار اعلیٰ حضرت منظر اسلام کا نظم ونسق درست ہونے لگا اور حضرت مولانا عاقل صاحب کے آنے سے تعلیمی معیار خوب سے خوب تر ہو گیا۔

ایک موقعہ پر مدرسے سے بریلی شریف آیا حضرت سے مزار اعلیٰ حضرت کی گلی ہی میں چلتے چلتے شرف ملاقات ودست بوسی ہوئی تو فرمایا اب تم یہیں پڑھو(منظر اسلام میں ) میں نے

عرض کیا حضرت وہاں ذمہ داران خانقاہ نے میری تعلیم و تعلم کے لیے بہتر انتظام اور مخصوص اساتذہ کے پاس درس متعیّن بھی کر دیا ہے اب وہاں سے آنا مناسب نہیں ، یہ بات سن کر حضرت نے سکوت فرمایا اور میں سکوت کو رضا جان کر واپس براؤں شریف حاضر ہو گیا۔ مادر علمی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف پر حضرت کی نظر شفقت کا یہ عالم تھا کہ دارالعلوم کے چار اساتذہ کو حضرت نے اپنی اجازت و خلافت سے نوازا، جن میں سے ایک خود خانقاہ کے ولی عہد حضرت مولانا آصف علوی ازہری دوسرے حضرت مفتی نظام الدین احمد نوری، تیسرے شہزادہ خلیفہ مفتی اعظم حضرت مولانا نار ابع نورانی صدیقی بدری اور چوتھے حضرت مفتی شہاب الدین نوری صاحب قبلہ ہیں۔

بہر حال جب حضور مفتی اعظم ہند، حضور حسنین میاں، حضور مفسر اعظم جیلانی میاں، حضور ریحان ملت رحمانی میاں رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین اس ادارے کو اپنا محبوب ادارہ سمجھتے ہوں تو بھلا حضور تاج الشریعہ اسے اپنا محبوب و پسندیدہ ادارہ کیوں نہ مانیں؟

براؤں شریف کے سجادہ نشین حضرت غلام عبد القادر علوی صاحب قبلہ ایک دفعہ میری معیت میں جب حضرت تاج الشریعہ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، تو حضرت نے خوب شفقت و محبت پیش فرمائی، ضعف و نقاہت کے باوجود حضرت علوی صاحب کی فرمائش پر ان کے خلف اصغر عزیزی شعیب میاں کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر داخل سلسلہ فرمایا۔ حضرت نے ان کے خلف اصغر کو داخل سلسلہ فرما کر اور خلف اکبر کو اجازت و خلافت عطا فرما کر اہل براؤں شریف کو اپنی کو اپنی محبت و شفقت اور اپنے وثوق و اعتماد کی سند عطا فرما دی۔

اب یکے بعد دیگرے خانوادہ اعلیٰ حضرت کے بزرگوں کے تحریری تاثرات ملاحظہ فرمائیں:

## حضور مفتی اعظم ہند:۔

(۱) ”فیض الرسول کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ واقعی فیض الرسول ہے صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ و صحبہ وسلم۔ مولیٰ عزوجل اسے روز افزوں ترقیاں بخشے اور اس کے فیوض کو عام تر فرمائے۔ طلبہ سے عہد لے کر داخلہ لیا جاتا ہے بعد فراغ وہ عہد سند میں لکھا ہوتا ہے، جو طالب علم اہل جلسہ کو سنا کر اس پر گواہ کر لیتا ہے۔ یہ ایسی بے مثال چیز ہے جو اور سنی مدارس تو اور خود مرکز اس ضروری امر کی

طرف توجہ نہ کرسکا تھا اس سے فقیر بہت زیادہ متاثر ہوا۔۔۔الخ"

## برادر زادہ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ حسنین رضا خان صاحب:۔

**(۲)** "میں دار العلوم فیض الرسول میں حاضر آیا یہاں تعلیم وتربیت کی بہترین مثالیں دیکھیں، مجھے انتہائی مسرت کے ساتھ بڑی حیرت ہے کہ یہ تو خیر دار العلوم اور اس میں ایسی تعلیم وتربیت جو پرانی درسگاہوں میں بھی نہ ملے گی۔ یہ حضور شاہ صاحب کے خلوص کا اثر ہے۔ ان شاء اللہ یہ دار العلوم بہت جلد آسمان شہرت پر آفتاب ومہتاب کی طرح چمکے گا۔۔الخ۔

## شہزادہ حجۃ الاسلام، حضور مفسر اعظم ہند:۔

**(۳)** "امسال (دار العلوم کے سب سے پہلے جشن دستار فضیلت کے موقع پر) اس سے چار طلبہ فارغ التحصیل ہوئے ہیں، اس دار العلوم کی ترقی حضرت پیر صاحب (حضرت شعیب الاولیاء) کے جذبہ خدمت علم دین کی مرہون منت ہے اور ان کی محنت واخلاص کا ثمرہ ہے۔۔۔الخ"

## جانشین اعلیٰ حضرت، حضور ریحان ملت:۔

**(۴)** "دار العلوم کے متعلق جو کچھ سن رکھا تھا یہاں آکر ویسا ہی پایا، حضرت شعیب الاولیاء، شاہ محمد یار علی رحمۃ اللہ علیہ کو رب العلمین بے پایاں رحمتوں سے نوازے کہ انہوں نے اس کوردہ علاقے میں مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تبلیغ واشاعت کا یہ عظیم قلعہ تعمیر فرمایا، براؤں شریف سے بریلی کا ربط محض اتحاد مسلک اور حضرت شاہ صاحب کی سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے والہانہ محبت کی بنا پر ہی نہیں بلکہ اس لیے بھی ہے کہ دار العلوم فیض الرسول میں وہ حضرات تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ہیں جو یادگار اعلیٰ حضرت منظر اسلام کی علمی گود میں پروان چڑھے۔الخ"

لہٰذا اپنے بڑوں کی تصدیقات و تاثرات پیش کرنے کے بعد فقط دعا پر اس مقالے کا اختتام کرتا ہوں کہ ان اکابرین کے بعد اب لب کشائی سوے ادب کے سوا کچھ نہیں۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالی ہمارے براؤں شریف کے اس گلشن کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے اور اس کی مہک سے عالم سنیت معطر ہوتا رہے اور یہاں سے اسی طرح اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کی اشاعت ہوتی رہے، جسے سنیت کہا جاتا ہے۔ آمین۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!!!

# استخدام مصطلح مسلک الامام احمد رضا للدعوة فی شبه القارة الهندیة

حفید الامام احمد رضا العلامة محمد ارسلان رضا القادری الازہری حفظہ اللہ ورعاہ

بسم الله الرحمن الرحیم

ان الدعوة الی الله و تبلیغ دین الله، ھی طریق الانبیاء و المرسلین و سبیل الدعاة الصادقین، قال الله سبحانه و تعالیٰ (قل ھذہ سبیلی ادعوالی الله علی بصیرة انا و من اتبعنی)

فکلف صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بدعوة الناس کافة الی دین الله و اما الدین المرضی عند الله فھوالاسلام، کما قال تعالیٰ: ﴿إن الدین عند الله الاسلام﴾

فلاجل ذالك کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم یدعو الناس جمیعا الی الله باسم الاسلام کما ان رسائله علیه السلام الی الملوك و الامراء والحکام شاھدة علیه، انظر مثلا الی رسالته الی ھرقل عظیم الروم:

"من محمد بن عبدالله الی ھرقل عظیم الروم: سلام علی من اتبع الھدی، امابعد فانی ادعوك بدعوة الاسلام، اسلم تسلم۔۔۔"

فکان دعاہ الی الدین الذی سمی باسم الاسلام و انما کانت دعوته علیه السلام بھذا الاسم لا باسم سواہ لان الاسلام وصف للدین الذی ھتف به جمیع الانبیاء و انتسب الیه اتباع کل نبی ابتداء باول الانبیاء انتھاء بخاتمھم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کما عرف الشیخ محمد عبدالله دراز، واتباعه یسمی بالمسلمین، قال تعالیٰ: (ھو سماکم المسلمین)

فھذا لا خلاف فیه ولاریب ان الاسلام وصف دیننا و امارتنا و سمتنا و سمانا الله او النبی ابراھیم (علی اختلاف التفسیر) المسلمین۔ ولٰکن لما کان النبی الکریم علیه الصلوٰة و التسلیم عالما بما کان وبما سیکون ولاینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ فاوحی الله تعالیٰ الیه و اخبرہ ان امته علیه السلام ستفترق علی ثلث و سبعین فرقة وکلھم فی النار الا ملة واحدة،

فنطق صلی اللہ علیہ وسلم بعد ان اخبرہ تعالیٰ علامۃ لاھل الحق و الصواب و النجاۃ بان الناجین من جملۃ ھذہ الفرق الضالۃ الھالکۃ: ''ھم ما انا علیہ واصحابی''

ولما ظھر اختلاف الاراء والمیل الی البدع والاھواء و الفرق و شاع الفتن وفقاً لاخبار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ذاع الخلاف بین المسلمین وخرج الخوارج من الاسلام و اعتزل المعتزلۃ وھکذا شذ عن الجماعۃ القدریۃ و الجبریۃ و الشیعۃ، بدا مصطلح اھل السنۃ والجماعۃ اشارۃ الی ذالک الحدیث النبوی: ما انا علیہ و اصحابی، کما فی شرح العقائد النسفی ما نصہ: ومعظم خلافیاتہ مع الفرق الاسلامیۃ خصوصا المعتزلۃ لانھم اول فرقۃ اسسوا قواعد الخلاف لما ورد بہ ظاھر السنۃ۔۔ الی ان قال: ''ھم سموا انفسھم اصحاب العدل والتوحید۔۔و ترک الاشعری مذھبہ۔۔۔فسموا اھل السنۃ والجماعۃ''(ص:)

فجزء ''اھل السنہ'' اشارۃ الی ''ما انا علیہ'' وجزء ''والجماعۃ'' اشارۃ الی ''واصحابی''، ای جماعۃ الصحابۃ۔

ومن اجل ذٰلک کلما اظھر اھل البدع و الاھواء واصحاب الفرق الضالۃ ضلالتھا و غوایتھا، صد رجال الدین واھل الحق من جماعۃ اھل السنۃ والجماعۃ باب ھؤلآء الضالین المضلین فینتھی الدین کلہ باسماء ھؤلآء ائمۃ الھدی ویعرف ابناء المذھب الصحیح ومسلک الحق بذواتھم و شخصیاتھم ولھذا السبب برز الی حیز الوجود مصطلحات الماتریدیۃ والاشاعرۃ فی مجال الاعتقاد و الاصول و مصطلحات الحنفیۃ والشافعیۃ و المالکیۃ والحنبلیۃ فی میدان الاعمال والفروع ھذا و بعد مامضی کثیر من الزمان نشأ فی الماضی القریب فی شبہ القارۃ الھندیۃ شخصیۃ کشفت غشاوۃ النفاق عن وجوہ مشوھی وجہ الاسلام و السنۃ وصار بارض الھند والباکستان ومایقاربھما علامۃ و امارۃ لاھل السنۃ و الجماعۃ وھذا بسبب اشتغالہ بالرد علی اھل البدع والضلال رداً بلیغاً بالنظر و الاستدلال والاجتھاد والاستنباط و ایراد الشبہ باجوبتھا وتبیین المذاھب والاختلافات وایضاح المسالک والمناھج۔

وعصرہ کان مملوأً باھل طوئف ضالۃ خاصۃ سیئی الادب فی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاسیما اھل الفرقۃ الوھابیۃ النجدیہ واھل الفرقۃ الوھابیۃ الدیوبندیۃ

والقادیانیۃ۔

فی ذالك الزمان قام الامام احمد رضا خان قدس سرہ بالانکار علیهم ودحض شبهاتهم حتی تمیزاهل السنۃ فی شبه القارۃ الهندیۃ باسمه وذاته وشخصیته ومدینته وکان الامام احمد رضا فی هذا الزمان محنۃ یعرف بها اهل البدع من اهل السنۃ والجماعۃ مثل سراج الامۃ وکاشف الغمۃ ابی حنیفۃ، لانه کان محنۃ یمیزبها اهل البدع من الجماعۃ کما قال الامام عبد العزیزابن ابی رواد: "ابوحنیفۃ المحنۃ من احب اباحنیفۃ فهو سنی ومن ابغض فهو مبتدع" (اخبار ابی حنیفۃ واصحابه للامام صمیری، ص:۷۹)

هکذا کان الحال للامام احمد رضا فی شبه القارۃ الهندیۃ،: من احبه فهو سنی و من ابغضه فهو مبتدع، فتجلی مصطلح مسلك الامام احمد رضا او مسلك اعلیٰ حضرت بالهند معرفۃ للمسلمین المحبین للانبیاء والاولیاء ضد الوهابیۃ، مثل لفظ الصوفیۃ بالعرب ازأ السلفیۃ (الوهابیۃ)

هکذا قال شیخنا و جدنا، حفید هذا الامام تاج الشریعۃ الشیخ محمد اختر رضا الازهری علیه رحمۃ الباری مانصه: "نسبتنا اهل السنۃ والجماعۃ الی "البریلویۃ" دیدن "الدیوبندیۃ" من اهل الهند، والذین اتهمونا به من الخروج عن الاسلام و المسلمین هم احق به و اجدر اهله، وهذہ التهمۃ بهم الصق، ونحن بحمد الله عن هذہ التهمۃ براء، ولاندین "البریلویۃ" ولا ملۃ جدیدۃ غیرها، انما ندین الملۃ السمحاء البیضاء التی لیلها کنهارها، فلم نزل من اهل النسۃ وفی اهل السنۃ ومع اهل السنۃ عن بکرۃ ابینا، والله علی مانقول وکیل، غیران الامام العلامۃ الحبر الفهّامۃ الشیخ احمد رضا خان البریلوی قام بنصر السنۃ و ردّ البدعۃ وندد باهل الاهواء، ولا سیّما الدیوبندیۃ والقادیانیۃ، ۔ الی ان قال۔ فرماہ اولئك الذین ردّعلیهم من اهل البدع خصوصاً "الدیوبندیۃ" بانتحال الملۃ الجدیدۃ، ونسبوا من یعتقدہ الی بلدہ "بریلی"، فقالوا: "البریلویۃ" فصار "البریلویۃ" علماً ولقباً علی اهل السنۃ والجماعۃ" (مجموعۃ رسائل تاج الشریعۃ الازہری، الحق المبین، ص:۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱)

فهذا المصطلح (مسلك الامام احمد رضا) فی حد المسلم کالجنس العالی و اما مصطلح

اهل السنة والجماعة فهو كالجنس المتوسط۔

فكما قلت في بداية الامر ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كلف بدعوة الناس جميعا لدين الله باسم الاسلام، هكذا كلفت امة الاسلام بما كلف به رسولها صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔

فنشأ السوال كيف يودي واجبات الدعوة والتبليغ في هذا العصر وباي اسم ندعو الناس الى الحق، باسم الاسلام؟ او باسم اهل السنة ام باسم الاشاعرة والماتريديه او الحنفية او باسم مسلك الامام احمد رضا؟ فاعلم ان للدعوة الاسلامية مجالين:

(۱) دعوة غير المسلمين الى الاسلام (۲) دعوة المسلمين انفسهم الى الاسلام على مختلف درجاتهم فيه، وكلا المجالين متجدد و تستمر الحاجة الى الدعوة فيه، فحينما ندعو غير المسلمين الى دين الحق ندعو باسم الاسلام: اسلم تسلم، و عندما ندعو المسلمين انفسهم الى الاسلام الصحيح ندعو باسم اهل السنة ومسلك الامام احمد رضا تفرقة وتميزا من الفرق الباطلة الضالة۔

هذه القضية (اى استعمال مصطلح مسلك الامام احمد رضا) لقد عامل بعض الناس بشدة على استخدام هذا المصطلح للدعوة فيما بين المسلمين و تعدوا عليه حتى قام العلامة المفتى اختر حسين العليمى حفظه الله ورعاه بالرد عليهم، واجاب في رسالة باللغة الاردوية،

لقد بلغني ان طالب التخصص في الفقه الحنفي بدار العلوم العليمة مولانا محفوظ عالم القادرى سلمه الله تعالىٰ قد ترجم هذه الرسالة لاستاذه الكريم الى اللغة العربية وقدم الى بياضه في احدى اسفارى الى كلكته، فاخذت اطالع تعريبها من شئى المواضع فوجدتها قيما نافعا مفيدا، فالحمد لله على ذالك والآن اود ان اهنه لهذه الوظيفة و احيه، اللهم بارك في علمه وعمله وادعو الله ان يجعل سعيه و جهده مقبولا بين الانام ويوفقه بعلم ينتفع به و بعمل صالح۔ آمين۔ وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم

الفقير محمد ارسلان رضا القادرى غفر لهٗ

(كلية اصول الدين، جامعة الازهر بالقاهرة مصر)

۹/ صفر المظفر ۱۴۴۱ھ يوم الثلثاء

# التحذیر من اتباع عادات الغرب

جامعہ از ہر مصر میں دوران قیام اہل ملک کی مغرب زدگی اور اباحت پسندی سے متاثر ہو کر زیر نظر مضمون معرض وجود میں آیا، دراصل از ہر کے نظام تعلیم کے مطابق پہلے سال بیرون ملک سے آنے والے عجمی طلبہ کو "مرکز الشیخ زاید لتعلیم اللغۃ العربیۃ لغیر الناطقین بھا" میں سال بھر عربی بول چال، عربی تحریر و تقریر کی مشق کرنی ہوتی ہے اور ایک مقالہ کسی بھی دینی و مذہبی موضوع پر قلم بند کرنا ہوتا ہے، لہذا نبیرہ اعلیٰ حضرت بھی اس مرحلے سے گزرے اور وہاں جب لوگوں کو مغربی و انگریزی تہذیب کا دلدادہ پایا اور علما کی اباحت پسندی اور عوام و خواص کی مغرب زدگی سے متاثر ہوئے تو اسی موضوع کا انتخاب فرمایا، بایں سبب یہ مقالہ بزبان عربی حیطہ تحریر میں آیا ۔(مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی فضل سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم علی العالمین جمیعا و اقامہ یوم القیامۃ للمذنبین المتوسلین الخطائین الھالکین شفیعا فصلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ و علی کل من ھو محبوب و مرضی لدیہ صلوٰۃ تبقی و تدوم بدوام الملک الحی القیوم۔ امابعد!

فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن الکریم و الفرقان الحکیم : (ثم جعلناک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا و لاتتبع اھواء الذین لایعلمون۔ الجاثیۃ:١٨)

وعن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم قال: "لتتبعن سنن من کان قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب تبعتموھم" قلنا: یا رسول اللہ الیھود و النصاریٰ؟ قال: "فمن؟" (صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ)

"المقدمۃ"

ان من اجمل الاشیاء و ابرز الحسن فی ھذہ الشریعۃ المحمدیۃ التمیز فی عقائدھا، و تصوراتھا، و افکارھا، و معمولاتھا وھی تعمل جاھدۃ علی بقاء ھذا التمیز فی الوقت الذی یدأب الاعداء لیل نھار علی اھلاک معالم الشخصیۃ المسلمۃ، و تدمیر الثقافۃ الاسلامیۃ، و

تخریب التصور الاسلامی فی الدول الاسلامیة من خلال الدعوات التی یروج لها کثقافة العالم الواحد و التقارب بین الادیان وهذہ وغیرها تتناقض تمام التناقض مع ما ارادہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ لهذہ الامة من التمیز، و الاستقلال فی التصورات، و الثقافات۔

”الکلام علی الآیة و الحدیث من وجوہ“

قوله تعالیٰ: ثم جعلناك علی شریعة من الامر فاتبعها ولا تتبع اهواء الذین لا یعلمون) [الجاثیۃ:۱۸] یخبر تعالیٰ انه جعل رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علی شریعة من الامر شرعها له، وامرہ باتباعها، ونهاہ عن اتباع اهواء الذین لا یعلمون وقد دخل فی (الذین لا یعلمون) کل من خالف شریعته، و (اهواء) مایهوونه، و ما علیه المشرکون من هدیهم الظاهر الذین هو من موجبات دینهم الباطل و توابع ذٰلك فهم یهوونه یعنی هم یتبعون اهوائهم و موافقتهم فیه: اتباع لما یهوونه ولذا یفرح الکافرون بموافقة المسلمین لهم فی بعض امورهم و یسرون بذالك و یودون ان لو بذلوا مالا عظیما لیحصل ذٰلك۔

قال الشیخ محمد متولی الشعراوی مفسرا هزہ الآیة الکریمة: ای جعلناك یا محمد علی الطریق المستقیم و الشریعة هی الطریق الموصل الی الماء الذی هو اصل الحیاة (وجعلنا من الماء کل شئی حیی۔۔۔) [الانبیاء:۳۰] فسمی الدین شریعة، فکما ان الماء حیاة الابدان، فالدین حیاة الارواح و القلوب وهو الذی یمنحهم الحیاة الاخریٰ الباقیة حیث لا یفوتهم النعیم ولا یفوتونه وهذہ هی الحیاة الحقیقة التی قال اللہ عنها: (یایها الذین آمنوا استجیبوا اللہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم [الانفعال:۲۴] فلا شك انه یخاطبهم وهم احیاء فی حیاتهم الدنیا، اذن: معنیٰ یحییکم ای الحیاة الاخرة الباقیة۔

وکان الحق سبحانه یقول لنبیه صلی اللہ تعالیٰ وعلیه وسلم، دعك مما یفعل هٰؤلآء من التکذیب و العناد فهذا امر معروف منهم۔۔۔۔۔ قوله (فاتبعها) ای اتبع هذا الطریق المستقیم وهذہ الشریعة (ولاتتبع اهواء الدین لا یعلمون) اهواء الکافرین لا هم علی رسول اللہ وقالوا: تعبد آلهتنا سنة و نعبد الهك سنة فنهاہ اللہ عن اتباعهم (تفسیر سورۃ الجاثیة للشیخ محمد متولی الشعراوی (یوثیوب)

اما الكلام على الحديث

فاولاً: الكلمات الغريبة:

قوله عليه الصلوٰة والسلام (سنن) بضم السين، جمع السنة والمراد: الطريق، وقوله (جحر ضب): "جحر" اى حفرة تاوى اليها الحشرات والحيوانات، جمع: اجحاز وجحرة واجحرة وجحور ""الضب" دويبة معروفة۔ يقال: خصت بالذكر لان الضب يقال له قاضى البهائم والذى يظهران التخصيص انما وقع لجحر الضب لشدة ضيقه و رداءته ومع ذالك فانهم لاقتفائهم آثارهم و اتباعهم طرائقهم لودخلوا فى مثل هذا الضيق الردى لتبعوهم۔

قوله (قال فمن؟) هو استفهام انكار و التقدير: فمن هم غير أولئك۔

ثانياً: دلالات الالفاظ ولالمعانى: قال ابن بطال: اعلم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان امته ستتبع المحدثات من الامور والبدع والاهواء كما وقع للامم قبلهم، وقد انذر فى احاديث كثيرة بان الآخر شر، و الساعة لا تقوم الا على شرار الناس وان الدين انما يبقى قائما عند خاصة من الناس۔ (شرح صحيح البخارى لابن بطال ابى الحسن على بن خلف بن عبد الملك المتوفى ۴۴۹ھ، كتاب الاعتصام ج۱۰، ص:۲۴۰، مكتبة الرشد)

الشروع فى البحث على الموضوع

وقد تقرر فى الشرع انه لايجوز للمسلمين رجالا ونساء التشبه بالكفار سواء فى عبادتهم او اعيادهم ولكن خرج عنها اليوم۔ مع الاسف۔ كثير من المسلمين جهلا بدينهم، او تبعا لاهوائهم، او انحرافا مع عادات العصر الحاضر و تقاليد الثقافة الغربية واتباع عادات الغرب الرذيلة، حتى كان ذُلك من اسباب ذل المسلمين وضعفهم و سيطرة الاجانب عليهم۔

التشبه بالكفار و اتباعهم فى معمولاتهم الخاصة او اعيادهم او ازيائهم يعنى ثيابهم الخاصة لايجوز فى الاسلام والادلة على هذه القاعدة المهمة كثيرة فى الكتاب و السنة، ومن ادلة الكتاب قوله تعالىٰ: (ولاتكونوا كالذين نسوا الله فانساهم انفسهم اولئك هم الفاسقون) [الحشر: ۱۹] ومنها قوله تعالىٰ (الم يان للذين آمنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله و ما نزل من الحق ولايكونوا كالذين اوتوا الكتاب من قبل فطال عليهم الامد فقست قلوبهم و كثير منهم

فاسقون)

قال الحافظ ابن کثیر عند تفسیرہ ھذہ الآیۃ: ”ولھذا نھی اللہ المومنین ان یتشبھوا بھم فی شئی من الامور الاصلیۃ والفرعیۃ“۔

فقولہ تعالیٰ فی ھذہ الآیۃ (ولاتکونوا) یعنی نھی اللہ تعالیٰ مطلقا عن مشابھتھم، وھو خاص ایضا فی النھی عن مشابھتھم فی قسوۃ قلوبھم، وقسوۃ القلوب من ثمرات المعاصی، لذالک نھی اللہ المسلمین عن المشابھۃ بھم فی الامور کلھا۔ (تفسیر ابن کثیر، ج۸، ص۵٦)

وفی ھذا الباب آیات اخر کثیرۃ وفیما ذکرنا کفایۃ فتبین من ھذہ الآیات ان ترک ھدی الکفار والتشبہ بھم فی اعمالھم واقوالھم واھوائھم من المقاصد والغایات التی اسسھا، وجاء بھا القرآن الکریم، وقد قام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببیان ذالک وتفصیلہ للامۃ، وحققہ فی امور کثیرۃ من فروع الشریعۃ۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لیس منا من عمل بسنۃ غیرنا“
[صحیح البخاری ۷۵۲۷]

حتی عرف ذالک الیھود الذین کانوا فی مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وشعروا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتحری ان یخالفھم فی کل شئونھم الخاصۃ بھم فقالوا: ”مایرید ھذا الرجل ان یدع فی امرنا شیئا الا خالفنا فیہ“ وھذا لا ینحصر فی باب واحد من ابواب الشریعۃ المطھرۃ کالصلوٰۃ مثلا، بل قد تعداھا الی غیرھا من العبادات والآداب والعادات۔

”امثلۃ علی مخالفۃ شریعتنا لغیرھا“

(۱) مخالفۃ من الصلوٰۃ:

عن ابی عمیر بن انس عن عمومۃ لہ من الانصار قال اھتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم للصلوٰۃ کیف یجمع الناس لھا فقیل انصب رایۃ عند حضور الصلاۃ فاذا رأوھا آذن بعضھم بعضا فلم یعجبہ ذٰلک قال فذکر لہ القنع۔ یعنی الشبور [البوق]۔ فلم یعجبہ ذٰلک وقال: ”ھو من امر الیھود“ قال ذکر لہ الناقوس فقال ”ھو من امر النصاریٰ“ فانصرف عبد اللہ زید بن عبد ربہ وھو مھتم لھم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فأری الاذان فی منامہ۔۔۔ الحدیث [رواہ ابوداؤد] (۴۹۸)

ومن ذٰلك ما رواہ ابن عمر: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نھی رجلا وھو جالس معتمدا علی یدہ الیسریٰ فی الصلوٰۃ وقال: ''انھا صلاۃ الیھود'' وفی روایۃ: قال ''لا تجلس ھکذا، انما ھذہ جلسۃ الذین یعذبون'' (رواہ احمد ۱۸۹۶۰)

(۲) ومن الجنائز:

عن جریر بن عبد اللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''اللحد لنا و الشق لاھل الکتاب'' [رواہ احمد بسند حسن] وفی روایۃ ''والشق لغیرنا''

[سنن الترمذی، ۱۰۴۵]

(۳) ومن الصوم:

ما رواہ عن عمرو بن العاص ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ''فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلۃ السحر'' (رواہ مسلم (۱۰۹۶)

وعن لیلی۔ امراۃ بشیر قالت: اردت ان اصوم یومین مواصلۃ فمنعنی بشیر وقال ''یفعل ذالك النصاریٰ وقال عفان یفعل ذٰلك النصاریٰ ولکن صوموا کما امرکم اللہ عزوجل و اتموا الصیام الی اللیل فاذا کان اللیل فافطروا'' [رواہ احمد وغیرہ۔ المسند ۵/۲۶۵]

(۴) ومن الاطعمۃ:

ما رواہ عدی بن حاتم قال: قلت یا رسول اللہ انی اسئلك عن طعام لا ادعہ الا تحرجا، قال: لا تدع شیئا ضارعت فیہ نصرانیۃ'' [رواہ احمد] (صحیح ابن حبان: ۳۳۶)

والمعنی: لا تتحرج فانك ان فعلت ذٰلك، شابھت فیہ النصرانیۃ، فانہ من داب النصاریٰ وترھبھم۔

(۵) ومن اللباس و الزینۃ:

ما رواہ عبد اللہ بن عمرو، قال: رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیّ ثوبین معصفرین، فقال: امك امرتك بھذا ؟'' قلت: اغسلھما؟ فقال ''بل احرقھما'' وفی روایۃ، فقال: ''ان ھذا من ثیاب الکفار فلا تلبسھا'' (رواہ مسلم: ۲۰۷۷)

قال الامام النووی: قوله (امك امرتك بهذا؟) معناه ان هذا من لباس النساء و زیهن و اخلاقهن، وما الامر باحراقهما فقیل: هوعقوبة و تغلیظ لزجره وزجرغیره عن مثل هذا الفعل، (شرح النووی ص:۲۸)

وفی کتاب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه الی عتبة بن فرقد رضی الله عنه: "۔۔۔ وایاکم و التنعم وزی اهل الشرك ولبوس الحریر" وعن علی کرم الله تعالیٰ وجهه الکریم: " ایاکم ولبوس الرهبان، فانه من تزیّاه بهم او تشبه فلیس منی" [اخرجه الطبرانی فی الاوسط بسند] (مسلم۲۰۶۹)

(۲) ومن الآداب و العادات:

عن جابر بن عبد الله مرفوعا: " لا تسلموا تسلیم الیهود، فان تسلیمهم بالرؤس والاکف والاشارة" [رواه ابویعلی وغیره]

عن الشرید بن سوید رضی الله تعالیٰ عنه قال؛ قال مربی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وانا جالس هکذا وقد وضعت یدی الیسری خلف ظهری و اتکأت علی ألیة یدی فقال " اتقعد قعدة المغضوب علیهم: "من تشبه بقوم فهو منهم" [رواه احمد و ابویعلی ۱۸۹۷۰]

"ماثبت من تلك الادلة السابقة؟"

فثبت من کل ما تقدم ان مخالفة الکفار و ترك التشبه بهم من مقاصد الشریعة الاسلامیة العلیا التی بنی علی اساسها هذا الدین، فواجب علی کل المسلمین رجالا ونساء ان یراعوا ذٰلك فی کافة شئونهم۔

قال الحسن: " قلما تشبه رجل بقوم الا لحق بهم" یعنی فی الدنیا والآخرة۔ وقال العلماء: " ان مشابهتهم فیما لیس من شرعنا یبلغ التحریم فی بعضه الی ان یکون من الکبائر، وقد یصیر کفرا بحسب الادلة الشرعیة۔

وایضا قالوا: وقد دل الکتاب و السنة والاجماع علی الامر بمخالفة الکفار۔ والنهی عن مشابهتهم فی الجملة، وماکان مظنة لفساد خفی غیر منضبط علق الحکم به و دار التحریم علیه، فمشابهتهم فی الظاهر سبب لمشابهتهم فی الاخلاق و الافعال المذمومة، بل فی نفس

الاعتقادات، و تاثیر ذٰلك لاینضبط، ونفس الفساد الحاصل من المشابهة قد لایظهر، وقد یتعسر ویتعذر زواله وکل ماکان سبباً الی الفساد فالشارع یحرمه۔

"نماذج اتباع الغرب"

لاشك ان المسلمین الیوم، قد صار کثیرمنهم بل اکثرهم او روبیین غربیین فی مظهرهم وعاداتهم وافکارهم مماتتقطع القلوب منه حسرة، ولکن ممایزید هذه الحسرة ان هذا الضعف ماطرأ علیهم الافی خلال مدة یسیرة من الزمان وتم۔ ویااسفاه۔ علی ید اعداء الاسلام من الصلیبیین الحاقدین و الزنادقة الملحدین حیث یظهر تقلید الغرب من خلال الثیاب والملبوسات، و الموسیقیات وفی تبرجات النساء قلیل الحیاء فیهن وفی الطعام و الحدیث وغیرها۔ یرجع الشباب مسرعین نحو تقلید الغرب الیوم من خلال الانترنت والتلفاز فیتبع الشاب العربی بالعادات الغربیة السلبیة۔ فی هذا المقال سنبین مظاهر تقلید الشباب للغرب:

"اتباع الغرب فی اللباس"

تعتبر الملابس من اکثر المظاهر تقلید الغرب، فتلاحظ اللباس الغریب یبدأ بالظهور علی شباب المجتمع الذکور و الاناث، حیث تظهر الفتاة عند ماتخرج من منزلها بملابس ضیقة (کالجینز)، فالاصل فی لباس المراة هو ستر العورة بطریق المهذب والنقی، ولکن الآن تقوم الفتاة باختیار الملابس الشفافة اوالکاشفة للعورة وغیرها من الخرافات الغربیة السیئة التی لاتناسب الفتاة العربیة الشرقیة والمسلمة۔

اما الشباب الذکور فهم ینحرفون وراء الجینز الضیق، ففی کل یوم تظهر موضة (Fashion) تتسمی باسم غریب لیس لها ایة جذور عربیة فی طریقة لباس البنطال، وکذالك الموضات الاخریٰ لاتناسب قوام الرجال العربیین المسلمین۔

"اتباع الغرب فی الشعر"

یعکس الشارع العربی الکثیر من صیحات قصات الشعر الغربیة والغریبة، فتکشف الفتاة شعرها و تصبغه بالوان غربیة و تصففه بتسریحة شعرلاتناسب فتاة شرقیة مسلمة، کل ذالك فی سبیل لفت انظار الشباب الیها، فالفتاة منهمکة فی متابعة کل ماهو جدید فی القصات

الغربیۃ وفی وضع باروکات الشعر ایضا۔

اما الشباب فهم یقلدون مشاهیر الغرب فی قصات شعرهم خصوصا المراهقین، او یتعمدون تطویل شعرهم المانع فیه تقلید اللغرب ایضا۔

"اتباع الغرب فی الرقص والاغانی"

مظاهر اخری یتعمد بعض الشباب العربی سماعهم للاغانی الاجنبیة بالرغم من ان بعضهم لایجید فهم کلمات الاغانی، ویظهر التقلید ایضا علی طریقة الکلام۔ من المظاهر الاخری الاکسسورات الغربیة وکذالك ممارسة الرقصات الاجنبیة الفاضحة والفاحشة والصاخیة واختلاط الشباب والفتیات فی الحفلات وفی السهرات اللیلیة ووضع بعض الشباب العربی دبابیس الاذن وهی عادة دخیلة، فلاصل بالشاب العربی ان تشبه بالنساء۔ وبعض الفتیات یضعن الدبابیس علی اللسان وهذا ایضا لم نعهده فی المجتمعات العربیة الاسلامیة، فتقلید هذه السلوکیات من قبل الشباب والفتیات ماهو الانقص داخل هذا الشخص یحاول ان یکسره بهذه التقلید الاعمیٰ۔

"الخاتمة"

لایماری احد فی ان الثقافة الغربیة الیوم لاتزال تغلب علی ثقافات وحضارات العالم کله لاعلی الثقافة العربیة فحسب بل لو یقال انها قد غلبت علی العالم کله فلا کذب ولا مضائقة فیه۔ الآن یریٰ اثر الثقافة الغربیة علی الثقافة السینیة والهندیة والافجانیة والعراقیة والایرانیة والعربیة حتی علی الثقافة الحجازیة علی وضوح تام۔

یستطیع احد ان یر اضمحلال ثقافة و هبوط حضارة فی الثیاب والملبوسات فی الالسنة واللغات، فی السینیة والمعاملات، فی الاعیاد و الحفلات فی الرقص والغناء و الموسیقات وفی تبرجات النساء وقلیل الحیاء فیهن علی ظهور واضح تام کالشمس فی نصف النهار۔

فیا ایها الاخوة الکرام ارید ان اقول لکم انتم المسلمون انتم امة خاتم النبیین فسنة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وحیاته اسوة لکم کما قال الله سبحانه و تعالیٰ (لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة) [الاحزاب:۲۱]

ولکن یاللاسف۔ انتم جعلتم ان تتبعوا ثقافة الغرب الذی فیه هلاکتنا وموتنا وتخلفنا وهذا هو اول فتح الیهود والنصاریٰ علینا اذهم جعلونا تابعین لهم لا بل عبیداً لهم واین ماتت غیرتنا الاسلامیة واین فقدت وحمیتنا الدینیة لما خرجت نسائنا المسلمات وبناتنا المسلمات من بیوتنا هن متبرجات ولابسات لباس قلة الحیاء۔

یا اسفاه۔ یا اسفاه۔ ا هؤلآء البنات المتبرجات اخواتنا الدینیة؟ أ هؤلاء النساء الکاشفات السافرات امهاتنا الاسلامیة؟

انی رایت کل هذا فی البلاد الاسلامیة خاصة فی بلاد مصر الذی یقال لها انها بلاد اسلامیة والحق انها اصبحت الیوم ملجا الحضارة الغربیة الافرنجیة والله لقد وجدت الاسلام غریبا فی هذه البلد والاسلامیة انفسها۔۔۔ فایاکم واتباع الیهود والنصاریٰ فی کل شئی وعلینا باتباع السنة وعلینا بتطبیق منهج الله عزوجل ، فهو الذی یعصمنا من الذلل، وهو الذی یحقق هدفنا من الحیاة، وهو الذی یسعدنا فی الدنیا و الآخرة۔ والحمد لله رب العالمین۔

## رضوی دارالافتاء (روبروئے مزارِ اعلیٰ حضرت) کا تعارف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی حیاتِ مستعار کے آخری ایام میں، دارالافتاء کی ذمہ داری خلف اصغر حضرت مفتی اعظم ہند کو سپرد فرما کر دارالافتاء کا نام ”رضوی دارالافتاء“ تجویز فرمایا تھا، اور اسی ”رضوی دارالافتاء“ سے سرکار مفتی اعظم ہند نے تمام عمر تحریری و تقریری فتاویٰ صادر فرمائے، اور اب سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد چشم و چراغ خاندانِ اعلیٰ حضرت، مولانا مفتی محمد ارسلان رضا خان صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے دارالافتاء کی گویا نشاۃ جدیدہ مزارِ اعلیٰ حضرت کے سامنے ایک عمارت بنام ”رضوی دارالافتاء“ قائم کر کے، فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ بحر فقہ وافتاء سے بہرہ ور فرمائے اور خانوادۂ رضویہ کی فتویٰ نویسی کے سلسلے کو قائم و باقی رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین